سوبھاش بابو کے ساتھی

لالہ شنکر لال نے کس طرح جاپان جا کر نیتا جی کیلئے راستہ ہموار کیا۔ اور نیتا جی کے
ساتھیوں کے ساتھ لاہور دہلی کے قلعوں میں کیسے بیرحمانہ سلوک ہوتے۔ اور آزاد ہند
فوج کے افسران کون لوگ تھے۔ اور کیا کارنامے انہوں نے انجام دئے ان کا اس
کتاب میں ذکر ہے

امداد صابری

قیمت ۳ روپے

میں ملک کے موجودہ انقلابی دَور کے انقلابی لیڈروں کے حالات کے

مجموعہ کو انقلابی رہنما

لالہ ھنونت سہائے

اور ان کے ساتھی

ماسٹر امیر چند۔ (شہید)

ماسٹر اودھ بہاری (شہید)

مسٹر بال مکند (شہید)

بسنت کمار بسواس (شہید)

کے نام منسوب کرتا ہوں جنھوں نے اپنی تمام زندگی انقلابی جدوجہد میں گزاری اور عوام میں انقلابی اسپرٹ پیدا کرنے کے ذمہ دار ہے۔

امداد صابری

۲ ستمبر ۱۹۳۶ء

لالہ ھنونت سہائے اور انکی پارٹی

آپ دہلی کی مشہور برادری کالستھ خاندان کے چشم و چراغ ہیں آپکے مورث اعلیٰ سلطان جونپور کے وزیر اعظم تھے - امروہہ میں آپ کی سلطان جونپور کے وقت کی معافی ہے - امروہہ میں آپ کا خاندان بختاور سنگھ کے نام سے مشہور ہے - آپ کی ساتویں آٹھویں پیڑھی دہلی میں آئی تھی - جب سے آپ کا خاندان دہلی میں رہتا ہے - مہمان نوازی میں آپ کا خاندان اپنی نظیر آپ ہے - اسی مہمان نوازی کی بدولت آپ کے خاندان والے اپنی میراث کھو بیٹھے -

لالہ جی کے والد منشی شیو سہائے پایہ کے ادیب اور بہترین فارسی دان تھے - لالہ جی ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوئے - دہلی کے سٹیفن اسکول میں میٹرک کی تعلیم پائی - اوائل عمر سے ہی آپکے خیالات میں صداقت تھی - آپ نے اس وقت سے ویدانت اور ہندو فلسفہ کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا تھا - آپ کے ہندو مسلمانوں سے سوشل تعلقات برادرانہ تھے -

۱۹۰۳ء میں سب سے پہلے ویدانتی سوامی وویکا نند بنگالی کے لیکچروں سے آپ میں قومیت کے جذبہ کی ابتدا ہوئی - لالہ ہردیال جی آپ کے ہم عمر اور کلاس فیلو تھے - بچوں کی لٹریری انجمن کا دونوں کام کرتے تھے - لالہ ہردیال جی کو لٹریچر پڑھنے کا بہت شوق تھا جو کتاب وہ پڑھتے تھے لالہ جی کو بھی دیتے تھے چنانچہ سب سے پہلے جو دو کتابیں لالہ جی نے پڑھیں وہ یہ تھیں :-

(۱) کانگریس کے صدارتی خطبے

(۲) پرودی اینڈ ان برٹش رول ان انڈیا -

ان کتابوں سے انکو سیاسی کتابوں کے پڑھنے کا ذوق پیدا ہوا - سیاسی بصیرت پیدا ہوئی ۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال کی تحریک نے دل و دماغ میں اور آگ لگا دی - وطنی جذبات ابھرے ۱۹۰۶ء میں جب سودیشی کی تحریک نے دہلی میں زور پکڑا تو اس میں آپنے کافی گرمجوشی کے ساتھ حصہ لیا -

لالہ ہردیال انگلستان چلے گئے تھے ان کی واپسی پر ان کی تلقین و تحریک عدم تعاون کا آپ پر کافی اثر ہوا چنانچہ آپنے ۱۹۰۸ء میں یورپ سے مال منگانا بند کر دیا - اور ولایتی مال کا بائیکاٹ کر دیا -

۱۹۰۸ء میں حکومت لالہ ہردیال کو گرفتار کرنا چاہتی تھی۔ دوستوں نے لالہ ہردیال جی کو مشورہ دیا کہ آپ ہندوستان چھوڑ دیں۔ چنانچہ انہوں نے ہندوستان چھوڑ دیا۔

ان دنوں اس دور کے انقلابی لیڈر اربندو گھوش دو اخبار بندے ماترم اور کرم یوگی نکالتے تھے ان کے مضامین نے لالہ ہنونت سہلئے کے دل کو اپنی طرف کھینچا۔ چنانچہ آپ ان سے ملنے کلکتہ گئے۔ اور کچھ روز ان کی خدمت میں رہے۔ اور ان کی ہدایتیں اور نصائح کو بڑی توجہ اور غور سے سن کر فیصلہ کیا کہ ان پر عمل پیرا ہونگا۔ اور اپنی زندگی ملکی خدمت میں بتاؤنگا۔

آپ حب الوطنی کے جذبے سے اس قدر متاثر ہو گئے تھے کہ اپنا تمام وقت ملکی خدمت میں گذارتے تھے نوجوانوں میں تمام دن گذرتا تھا۔ ان میں آزادی کی لگن زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانہ پر پیدا کرنی چاہتے تھے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے آپ نے ماسٹر امیر چند (شہید) کی سرکردگی میں ایک قومی لائبریری اور ریڈنگ روم کناری بازار دریبہ کلاں میں قائم کی۔ محلے محلے قومی مدرسے جاری کئے مسلمان اور ہندو ان میں قومی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ میر منظور، سید حیدر رضا ان مدرسوں کے روح رواں تھے۔

حکومت ان مدرسوں کو برداشت نہ کر سکی۔ اس نے انکو بند کر دیا تو اس وقت لالہ ہنونت سہلئے جی نے اپنے مکان پر ایک شبینہ مدرسہ کھولدیا جہیں سکول کے اوقات کے بعد لڑکے آکر سیاسی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس اسکول میں کسی قسم کی فیس نہیں لیجاتی تھی۔ اور ماسٹر امیر چند (شہید) ماسٹر اودھ بہاری (شہید) ماسٹر لکشمی لال (جنکا پانچ سال کی قید کاٹتے ہوئے جیل میں انتقال ہوا) وغیرہ اس اسکول میں تعلیم دیتے تھے۔ اور اعزازی طور پر مدرسہ کی بہبودگی کے لئے کوشش کرتے تھے۔

اسی زمانہ میں پارٹی کے پروپیگنڈہ کرنے کے لئے آفتاب اخبار سید حیدر رضا کی اڈیٹری میں نکلا جس میں سیاسی و تاریخی مضامین اور حالات حاضرہ پر بے لاگ تبصرہ کیا جاتا تھا۔ یہ پرچہ ہندو مسلمانوں میں مقبول تھا حکومت اس کو برداشت نہ کر سکی۔ بند کر دیا اس کے بعد وقتاً فوقتاً خفیہ پرچے اور بلیٹن نکالے گئے جو انگریزی اور اردو میں ہوتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد باقاعدہ لبرٹی نام کے پرچے شائع ہونے لگے۔ اس وقت قومی تحریک ابتدائی درجے میں تھی۔ عوام الناس سیاسی ذہنیت سے بالکل بے بہرہ اور بے تعلق تھے۔ اور تعلیم یافتہ طبقہ ذہن سے بے انتہا برگشتہ تھا۔ اس ماحول کو دیکھکر جماعت نے فیصلہ کیا کہ ہر فرقہ میں قومی تحریک پھیلنی چاہیئے۔ چنانچہ مختلف ذرائع سے سیاسی فضا پیدا کی گئی جس کی وجہ سے کافی نوجوان حصہ لینے لگے۔

دہلی کی فضا بہتر تھی یہاں ہندو مسلمان کا میل قابل رشک بنا ہوا تھا۔ انگریز یہاں لڑانے میں ہندو مسلم فساد و کشیدگی کرانے میں ناکام تھے لیکن پنجاب کی حالت ایسی نہیں تھی۔ وہاں فرقہ وارانہ کشیدگی بڑھی ہوئی تھی۔ اور خاص طور پر آریہ سماجیوں اور مسلمانوں کے درمیان آئے دن نکا فضیحتی ہوتی رہتی تھی۔ لالہ لاجپت رائے اور دیگر انتہا پسند لوگ وہاں ناکام تھے۔ مسلمان ان کا کوئی اثر قبول نہیں کرتے تھے۔ قومی فضا پیدا کرنے کے لئے لالہ ہنونت سہائے کو بھیجا۔ آپ نے اسلامیہ کالج لاہور میں طالب علموں میں کام کرنا شروع کر دیا۔ جس میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ وہاں کے طلبا کافی تعداد میں سیاسی کاموں میں حصہ لینے لگے۔ اور قومی لٹریچر تقسیم کرنے میں بڑے معین مددگار ثابت ہوئے۔

سن ۱۹۱۱ء تک لالہ ہردیال کی ہدایتوں پر مذکورہ جماعت عمل کرتی رہی لالہ ہردیال جی دہشت انگیزی کے حامی نہیں تھے۔ بلکہ وہ ملک کے اندر کھلی بغاوت کرانا چاہتے تھے۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں اس جماعت کا تعلق راش بہاری بوس سے ہونیکی وجہ سے اس جماعت کے کچھ آدمی دہشت انگیزی کے کاموں کی طرف مائل ہوگئے۔ اس موضوع پر آپس میں بہت بحث و مباحثے بھی ہوتے رہے۔ لیکن لالہ جی لالہ ہردیال کے اصولوں پر چلنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس اختلاف سے اس جماعت میں کسی قسم کی کشیدگی پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ ایک دوسرے کے کاموں میں مدد دیتے تھے۔ لالہ جی کا خیال ہو کہ لالہ ہردیال کی تجاویز پر اس وقت عمل کرنا بلا شبہ از حد دشوار تھا۔ اور ناقابل عمل تھا۔ پھر بھی لالہ ہنونت سہائے نے دہلی، یوپی، اور پنجاب کے دیہاتی طبقوں میں دورہ کیا۔ اور ان طبقوں میں جن میں سے فوج کے بالعموم نوجوان بھرتی کئے جاتے تھے سیاسی شعور پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس سلسلے میں آپکو ان طبقوں میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ انقلابی تحریک میں حصہ لینا تو کجا سرکار کے خلاف بات سننے سے بھی خائف ہوتے تھے۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں لالہ ہردیال نے آپ سے لئے یہ کوشش کی کہ آپ بھی امریکہ میں ان کی پارٹی کے ساتھ کام کریں۔ چنانچہ مارچ سنہ ۱۳ء میں آپ امریکہ جانیوالے تھے کہ گرفتار کر لئے گئے۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں جو واقعہ لارڈ ہارڈنگ پر بم پھینکنے کا ہوا اس کی تفتیش کے سلسلے میں مذکورہ جماعت کے تمام کارکنان پر شبہ کیا جانے لگا لیکن کوئی خاص اطلاع نہ ملنے کیوجہ سے دو سال تک اس جماعت پر پولیس ہاتھ نہ ڈال سکی۔ اسی اثنا میں لاہور کے لارنس گارڈن میں بھی ایک بم چلنے کا حادثہ پیش آیا۔ منٹگمری کلب میں بڑی تعداد میں انگریز جمع ہوتے ان کے راستہ میں بم رکھدیا گیا۔ کوئی انگریز تو نہیں مرا لیکن اس سے ایک ہی مرگیا۔

ان عملی اقدامات کے علاوہ اس جماعت کے سرگرم کارکن درحقیقت دہلی، پنجاب، یو پی، بنگال، راجپوتانہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ جو بڑی بڑی ذاتی قربانیاں کرکے اور خطروں میں پڑ کے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے تھے۔ جن کا آج تک نہ حکومت پتہ لگا سکی۔ اور نہ عام طور پر پبلک ان سے واقف ہے۔

سنہ ۱۹۱۳ء میں پولیس کے ہاتھ کچھ کاغذات کلکتہ کی تلاشیوں میں لگ گئے جس سے جماعت مذکورہ کے تعلق کا اظہار ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر پولیس کی زبردست تفتیش اور تحقیقات شروع ہو گئی۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں آپ نے خانگی زندگی کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ اور سنہ ۱۹۱۳ء کے شروع میں سولن جا چکے تھے دہلی کی پولیس آپ کے پاس وہیں پہنچ گئی۔ اور انسپکٹر گوسائیں رام نے لالہ جی سے تحقیقات کرنی شروع کردی۔ لالہ جی کو انسپکٹر کی گفتگو سے یہ معلوم کرکے کہ ان کو ہمارے مخصوص راز بھی معلوم ہیں بڑا تعجب ہوا۔ آپ فوراً دہلی آئے اور ماسٹر امیر چند (شہید) سے ملے۔ اور ماسٹر اودھ بہاری کی موجودگی میں ان تعجب خیز بات سے آگاہ کیا۔ اور صلاح دی کہ ہم کو بہت ہوشیار، چاق و چوبند رہنے کی ضرورت ہے۔

افسوس یہ جماعت اس سلسلہ میں کچھ نہ کر سکی۔ اور بہت سے کاغذات جن کو فوراً جلا دینا چاہیے تھا! پولیس کو تلاشیوں کے موقعہ پر دستیاب ہو گئے۔ جس کی وجہ سے بہت سے سرگرم کارکن مثلاً ماسٹر امیر چند (شہید) ماسٹر اودھ بہاری (شہید) اور تقریباً تمام ملک سے تقریباً ڈیڑھ دو سو آدمی گرفتار کرکے دہلی لائے گئے۔

لالہ جی کو پولیس سولن میں گرفتار کرنا چاہتی تھی لیکن آپ فوری اطلاع ملنے پر دہلی چلے آئے۔ وہاں آپ پندرہ بیس روز رہے تمام کاروباری معاملات طے کئے۔ اور بالآخر ۹ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء میں قتل کرنے کے الزام میں دفعہ ۳۰۲ میں گرفتار کر لیے گئے۔

آپ کو پندرہ بیس دن تک کوتوالی میں رکھا۔ جہاں روزانہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بھگوانداس سی آئی ڈی اور مسٹر بیری سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی لالہ جی سے لارڈ ہارڈنگ پر بم پھینکنے اور اس کے متعلقہ دیگر امور کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔

عام طور پر پولیس کا سلوک اچھا تھا۔ لیکن ایک مرتبہ مسٹر بیری نے انتقامانہ ذلیل جذبہ کا مظاہرہ کیا۔ تفتیش کرتے کرتے بات چیت کے دوران میں تنگ آکر لالہ جی کی چھاتی پر چڑھ گیا کہ بتاؤ صحیح صحیح واقعات کیا ہیں۔ لالہ جی قبضہ میں نہیں آئے۔ تو لالچ دیا کہ اگر تم لارڈ ہارڈنگ پر بم پھینکنے

والے کا پتہ بتاؤ گے تو تمہیں سوا لاکھ کا جو انعام مقرر ہے دیا جائیگا۔

بالآخر پولیس نے مجبور ہو کر اپنے قبضہ سے نکال کر جیل میں لالہ جی کو بھیجدیا۔ جہاں آپ کو چوبیس گھنٹہ تنگ و تاریک کوٹھری میں مقفل رکھا جاتا تھا۔

مقدمہ اسپیشل مجسٹریٹ مسٹر کد نول کی عدالت کے بعد اسپیشل سیشن کورٹ میں گیا۔ عدالت ماتحت اور سیشن کورٹ کی عدالت میڈن ہوٹل کے سامنے والی کوٹھی میں بیٹھی۔ مقدمہ ۹ ماہ تک چلتا رہا۔ لالہ جی کی جانب سے لالہ شیو نراین ایڈوکیٹ، مسٹر رؤف علی بیرسٹر اور مسٹر سین پیروی کر رہے تھے۔ بقایا ملزمان کی طرف سے پنجاب کے مشہور و معروف وکلاء پیروکار تھے۔

سیشن کورٹ میں مسٹر سی آر داس کو پیروی کے لئے بلایا گیا۔ سیشن جج کا رویہ نہایت تحکمانہ تھا۔ مسٹر داس شروع میں ہی اس کو برداشت نہ کر سکے۔ اس لئے واپس چلے گئے۔

سیشن جج نے بحث سننے کے بعد مقدمہ کا فیصلہ سنایا۔ مسٹر امیر چند (شہید) ماسٹر اودھ بہاری (شہید) اور مسٹر بالمکند کو پھانسی کا حکم سنایا گیا اور لالہ ہنونت سہائے، لالہ بلراج اور بسنت کمار بسواس کو بعبور دریائے شور تمام عمر جلاوطنی کی سزا دی۔

لالہ جی کا سرکاری گواہ اسلامیہ کالج کے بی اے کلاس کا ایک طالب علم فضل کریم تھا۔ لیکن اس کے برعکس اسلامیہ کالج کے پرنسپل محمد علی صاحب نے لالہ جی کے حق میں شہادت دی۔ اور بہت صاف الفاظ میں کہا کہ "جو بیان فضل کریم نے عدالت میں دیا وہ میرے روبرو پولیس کو نہیں دیا تھا۔ اور نہ لالہ ہنونت سہائے کا نام تک جانتا تھا"۔ لالہ جی کا کہنا ہے کہ اس شہادت کی وجہ سے سیشن جج نے میرے فیصلہ میں لکھا کہ تم پھانسی کے مستحق تھے۔ لیکن میں تم کو تمام عمر بعبور دریائے شور کی سزا دیتا ہوں۔

اس فیصلہ کی چیف کورٹ لاہور میں اپیل کی گئی وہاں ایک مہینہ تک متواتر سماعت ہونیکے بعد فیصلہ دیا گیا کہ ماسٹر امیر چند، ماسٹر اودھ بہاری، مسٹر بالمکند کی سزا پھانسی برقرار بلکہ بسنت کمار بسواس کو بھی بعبور دریائے شور کی جگہ پھانسی کی سزا دیجائے۔

لالہ ہنونت سہائے اور لالہ بلراج کی سزا میں تخفیف کر دی گئی یعنی بعبور دریائے شور کے بجائے سات سال قید سخت ہوئی۔

لالہ جی سن ۱۹۲۰ء میں اپنی پوری قید کاٹ کر آتے تو کانگریس میں داخل ہو گئے اور ہر ایک تحریک

سے حصہ لیا۔

سنہ ۱۹۲۱ء میں عدم تعاون کی تحریک میں چار ماہ اور سنہ ۱۹۳۰ء میں ساڑھے سات ماہ قید کاٹی۔

سنہ ۱۹۳۲ء میں اسپیشل کانگریس کے اجلاس کے موقعہ پر نظر بند جیل میں کر دیے گئے۔ بعد ازاں ۹ ماہ علاقہ میں نظر بند کیے گئے۔

سنہ ۱۹۳۳ء میں بلا میعاد کے جلا وطن کر دیا گیا۔ گاندھی اروِن پیکٹ پر دہلی میں واپس آئے۔

سنہ ۱۹۴۲ء میں گرفتار کر کے دو ماہ نظر بند رکھا اس کے بعد ان شرطوں کے ساتھ رہا کیا۔

(۱) دن میں تین مرتبہ تھانہ میں حاضری دو۔

(۲) علاقہ ۲ میل سے باہر مت جاؤ۔

(۳) کسی جلوس اور جلسے میں شامل مت ہو۔

ان پابندیوں پر عمل کرنے سے انکار پر اسی روز لالہ جی گرفتار کر لیے گئے۔ قانون توڑنے کے خلاف مقدمہ دائر ہوا۔ مقدمہ کے دوران میں آپ بیمار ہو گئے۔ خطرناک صورت حال ہونے پر آپ کو ضمانت پر رہا کر دیا۔ حالت نہ سدھری تو حکومت نے مقدمہ واپس لے لیا۔

سنہ ۱۹۴۳ء میں جبکہ کانگریس کمیٹی خلاف قانون تھی۔ لالہ جی چار سو دہلی کے سیاسی کارکنوں کی میٹنگ کر کے کانگریس آرگنائزنگ کمیٹی قائم کی جس میں آپکو اس کمیٹی کا متفقہ طور پر صدر منتخب کیا گیا۔

لالہ جی کا سبھاش بابو سے خاص تعلق تھا۔ کانگریس ہائی کمانڈ کی بدعنوانیوں کے سلسلے میں آپ نیتا جی سبھاش بابو سے متفق تھے۔ چنانچہ کانگریس ہائی کمانڈ کے فیصلے کے خلاف سبھاش بابو نے آل انڈیا ڈے منایا تھا اس میں آپنے گرم جوشی کے ساتھ حصہ لیا۔ اور دہلی میں گاندھی گراؤنڈ میں آپ ہی کی صدارت میں اس روز جلسہ ہوا۔

آپ دہلی کی مقدس ہستی ہیں۔ اللہ تعالٰے ہم پر اور دہلی والوں پر آپکا سایہ رکھے تاکہ ہم آپکی ذات گرامی سے مستفید ہوتے رہیں ـــــ جے ہند۔

امداد صابری

محلہ چوڑی والان دہلی

۲ ستمبر سنہ ۱۹۴۶ء

مختصر حالاتِ زندگی مولانا اِمداد صابری

وجہ تسمیہ

امداد صابری کا پیدائشی نام امداد الرشید ہے ان کے والد ماجد مولانا شرف الحق صاحب مرحوم و مغفور حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب مہاجر مکیؒ کے مرید و خلیفہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد رشید تھے جن کو اپنے پیر و استاد دونوں سے انتہائی محبت تھی۔ اس محبت و عقیدت نے پیر و استاد کے متبرک و مقدس ناموں کے جوڑ سے صاحبزادے کا نام رکھوایا تھا۔

معترضوں نے کہا بدعتی ہوگئے رشید گنگوہی کی امداد کیسی عقیدت مند نے دندان شکن جواب دیا۔

"رشید" خدا کا نام ہے خدا کی امداد سے کون منحرف ہو سکتا ہے۔

پیدائش

جنگ عظیم ۱۴ء کے جنگی زمانے میں جنگی اسپرٹ کا آدمی ۱۶ راکتوبر مطابق ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ بروز جمعہ بوقت علی الصبح پیدا ہوا۔ گھر میں کوئی لڑکا نہ تھا انتہائی خواہشوں کے بعد خدا نے گھر والوں کی مراد پوری کی۔

تعلیم

ہوش سنبھالا اور ابتدائی دینی تعلیم اور اردو لکھنی پڑھنی سیکھی ۲۴ء میں گھر پر انگریزی کا استاد رکھا گیا ۲۷ء میں حافظ رحمت اللہ صاحب سے مدرسہ دار الہدیٰ کشن گنج میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اور پہلی محراب مسجد حوض والی چوڑیوالان میں سنائی۔ فارسی عربی کی کتب مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھیں ۳۰ء میں ادیب فاضل کا امتحان پنجاب یونیورسٹی میں دیا۔ عروض حضرت نواب سراج الدین احمد خاں سائل مرحوم اور مولانا ناصر جلالی سے حاصل کی۔ اور ۳۷ء میں ہندی جیل کے اندر سیکھی۔ ادبی ذوق پیدا ہوا۔ ان کے والد نے مولانا راشد الخیری کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور ان کے سامنے زانوئے ادب بیٹھے کرایا۔

سیاسی ماحول

زمانہ پلٹ چکا تھا، مذہبی اکھاڑے، دیوبندی بریلوی تخیلے ٹھنڈے ہو چکے تھے اور اقتصادی بدحالی نے سیاسی جھگڑے چھیڑ دیئے تھے۔ ماحول تیز طبیعتوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ جب آپ نے دیکھا کہ قوم کی حالت ناگفتہ بہ اور انتہائی برے مدارج پر پہنچ گئی ہے تو آپ سے نہ رہا گیا۔ آپ نے یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی کی وجہ وہ شریف لڑلیاں اور اڈے ہیں جو مسلمانوں کے اوقاف پر قابض ہیں اور مسلمانوں کے لئے کچھ نہیں کر رہے ہیں۔

چنانچہ آپ نے اوقات کے سرمایہ کی حفاظت اور اس کے صحیح مصرف کرانے کا بیڑا اٹھایا اور ۱۹۲۶ء میں جامع مسجد دہلی کے ممبر پر اصلاحی تقریروں کا سلسلہ شروع کیا۔

جاہ پرست بھلا اس اصلاحی تحریک کو خاموشی سے کیسے برداشت کرسکتے تھے انہوں نے بھی مخالفت شروع کی اور تحریک کو دبانا چاہا، جتنی دبانے کی کوشش کی اتنی ہی ابھری۔ چنانچہ لوگوں نے منتظمہ کمیٹی جامع کی شکایتیں پیش کرنا شروع کیں۔ دبی ہوئی چیزیں ابھرنے لگیں۔

جہاں اور پریشان کن واقعات سامنے آئے وہاں ایک واقعہ یہ بھی آیا کہ امام جامع مسجد سید حمید سودی دستاویز لکھتے ہیں۔ یہ واقعہ مسلمانوں کے لئے اور خاص طور پر جامع مسجد کے مقتدیوں کے لئے انتہائی پریشانی کا باعث بنا۔ شہر میں ایک بےچینی سی پھیل گئی سب کو اپنی نمازوں کی فکر ہوئی مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ سود لینے یا دینے والا فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

چنانچہ ۱۹۳۷ء کے ایک جمعہ کا واقعہ ہے کہ جب مولانا صابری نے یہ واقعہ نماز جمعہ کے بعد جلسہ میں پیش کیا تو حاضرین جلسہ جنکی تعداد تقریباً پانچہزار تھی انہوں نے جمعہ کی دوبارہ نماز پڑھی اور آئندہ کے لئے فیصلہ کیا کہ وہ ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔

دعوتِ مباہلہ

اس فیصلہ نے شہر کے کونہ کونہ میں منتظمہ کمیٹی کے خلاف آواز پہنچادی ممبرانِ منتظمہ کمیٹی بوکھلا گئے اور اعلان نکالا کہ یہ الزام غلط ہے۔ سید حمید نے سودی دستاویز نہیں لکھی اس سلسلہ میں کافی ہنگامہ آرائی ہوئی آخر جب کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تو مولانا صابری نے ۹ جولائی ۱۹۳۷ء جمعہ کیلئے ایک پوسٹر دعوتِ مباہلہ نکالا۔

مقدمات

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۹ جولائی کو نماز جمعہ سے قبل جامع مسجد کے اردگرد تقریباً پانچسو پولیس کی جمعیت نے آکر مولانا صابری کو جامع مسجد کے دریبہ والے دروازے سے داخل ہوتے وقت ۱۰۷ نقضِ امن کی دفعہ کے ماتحت کرلیا جس میں سال بھر کی ضمانت ایک ہزار روپیہ کی لی گئی۔ ۳ جنوری ۱۹۳۸ء کو سردار دلیپ سنگھ مجسٹریٹ درجہ اوّل نے یہ فیصلہ سنایا۔

اسی اثنا میں مقدمہ کی کارروائی "تیج" میں شائع ہوئی۔ اس میں سید حمید کی جگہ امام سید احمد کا نام کاتب کی غلطی سے کہیں لکھا گیا" یہ تیج کی شائع کردہ کارروائی نقل کرکے چند آدمیوں نے پوسٹر کی شکل میں شائع کردی جسپر شمس العلما "ہند" سید احمد نے ان چند آدمیوں (جنمیں شیخ عبدالستار جنرل سکرٹری مالک مرچنٹ یونین بھی شامل تھے)

اور میاں اکبر مولانا صابری کے خلاف دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ہتک عزت کا مقدمہ دائر کر دیا۔ یہ مقدمہ مسٹر لوئیس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ مولانا صابری اور آن کے حامیوں کی اس تحریک سے کیا غرض تھی وہ آپ امام سید احمد کی زبانی سنیئے جو انہوں نے اس مقدمہ میں بحیثیت مستغیث عدالت مذکور میں ۲۵ مئی ۱۹۳۸ء کو اپنے بیان میں کہا :-

"مسلمانوں نے مجھے امام جامع مسجد منتخب نہیں کیا میرے پاس کوئی سند عالم ہونیکی نہیں ہے مجھے معلوم نہیں کہ آیا مسلمان پبلک کا یہ منشا ہو کہ وہ امامت کے عہدے کا تقرر وراثتاً تبدیل کر کے کسی بہتر سے بہتر آدمی کا تقرر آپکی جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ملزمان کی پارٹی کا یہ منشا ضرور ہے جو اُن کے شائع کردہ لٹریچر سے وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہتے ہیں پایا جاتا ہے"

اسی کے ساتھ جب امام صاحب سے جرح کی گئی اور ان کو سودی دستاویزات دکھائی گئیں تو اس پر اُنہوں نے جو فرمایا وہ یہ تھا :-

"رہن نامہ یکم ستمبر ۱۹۳۰ء اور رہن نامہ دویم ۲۱ جون ۱۹۳۰ء کو میرے بیٹے سید حمید نے تحریر کئے ہیں۔ اس میں جو شرائط تحریر کی گئی ہیں وہ سود کی حد تک پہنچتی ہیں۔ ان رہن ناموں کا میرے بیٹے نے سود دیا لیکن بعد میں توبہ کر لی تھی۔ یہ رہن نامے جسٹری شدہ ہیں"۔

اس بیان کے بعد عدالت نے مولانا صابری کو ۱۷ ستمبر ۱۹۳۸ء کو دفعہ ۵۰۰ کے ماتحت چھ ماہ اور پانچسو روپیہ جرمانہ اور عدم ادائیگی کی شکل میں تین مہینے مزید قید کی سزا دی جس کا اپیل عدالت سشن میں ہوا ۲۰ جنوری ۱۹۳۹ء کو اس کا فیصلہ مسٹر کمنڈاری سشن جج نے سنایا اور مولانا صابری کو بری کیا۔

کانگریس کمیٹی کی سکرٹری شپ

ان اصلاحی اور سیاسی سرگرمیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا صابری ۱۹۳۷ء میں دہلی کانگریس کمیٹی کے سکرٹری منتخب ہوئے۔ آپ ہی کی سرکردگی میں دہلی صوبہ کی توسیع اور صوبہ اسمبلی کے قیام کی تحریک شروع کی گئی اور ۲۲ جولائی ۱۹۳۸ء کو بطور پروٹسٹ ہڑتال کا پروگرام رکھا گیا جسکی قیادت کرتے ہوئے مولانا صابری مع اپنے ستر ساتھیوں کے سبزی منڈی پر پکٹنگ کرنے کے الزام میں گرفتار کر لئے گئے اور مسٹر کپور کی عدالت سے سزا پاکر جیل بھیجدیئے گئے۔

اس سزایابی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا صابری کی ایک ہزار روپے کی ضمانت جو ۱۵۳ کے پہلے مقدمہ میں دی گئی تھی ضبط کر لی گئی۔

چوتھا مقدمہ ۵ اگست ۳۹ء کو فراشخانہ پر فارورڈ بلاک کا جلسہ کرنے کے سلسلہ میں چلا گیا۔ گرفتار ہوئے اور ۱۱ اگست کو سزایاب ہوئے۔ پانچواں مقدمہ ۲۸ اپریل ۴۰ء کو دہلی سی آئی ڈی کے ڈپٹی گوپال داس نے ڈیفنس آف انڈیا دفعہ ۹ ۳۴ کے ماتحت خلاف قانون لٹریچر قبضہ سے نکلنے کے الزام میں دائر کیا جس کی شنوائی کچھ عرصہ مسٹر لوئیس نے اور بعد میں اُن کے تبدیل ہونے پر مسٹر ایسر نے کی۔ چنانچہ انہوں نے ۱۷ فروری ۴۱ء کو اس مقدمہ کا فیصلہ سُنایا اور ڈپٹی گوپال داس کے بیان پر یقین نہ کرتے ہوئے مولانا صابری کو بری کیا۔

چھٹا مقدمہ آپ پر میونسپل کمیٹی نے اگست ۴۱ء میں چلایا جس میں ان کو ناکامیابی ہوئی اور مولانا صابری بری ہوئے۔

جماعتی ذمہ داریاں

آپ ۳۸ و ۳۹ء میں دو سال تک مسلسل دہلی کانگریس کمیٹی کے جنرل سکرٹری رہے ۴۰ء میں دہلی صوبہ فارورڈ بلاک کانفرنس کے صدر استقبالیہ اور ۴۱ء میں دہلی صوبہ فارورڈ بلاک کے صدر منتخب ہوئے اور اسی سال آپ نے سی پی، برار فارورڈ بلاک ابتدائی کانفرنس کی صدارت فرمائی۔

شادی

۹ اپریل ۳۹ء مطابق ۱۸ صفر ۵۸ھ کو حافظ عبدالحکیم صاحب مالک جنرل بوٹ ہاؤس کی صاحبزادی کے ساتھ عقد ہوا۔ عقد مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند نے پڑھایا۔

حکومت کا عتاب

آپ ۴۰ء میں علاقہ نمبر ۲ انتخابی میں میونسپل کمیٹی کے لئے اُمیدوار ہوئے تو دہلی حکومت نے اجازت نہیں دی اور وجہ یہ بیان کی کہ یہ شخص خطرناک ہے اور پولیٹیکل مقدمات میں سزا پا چکا ہے۔

امپرومینٹ یونین

۳۸ء کے وسط میں امپرومینٹ ٹرسٹ دہلی نے دہلی اجمیری گیٹ اسکیم چلانی چاہی اور اس میں صفائی و ستھرائی کے بجائے علاقوں کا صفایا کرنا چاہا تو علاقہ اجمیری دہلی گیٹ کے باشندوں نے امپرومینٹ یونین کی بنیاد رکھی اور مولانا کو اس کی صدارت پر فائز کیا۔

جس میں صابری صاحب نے حیرت انگیز کام کیا نہ دن کو دن سمجھا اور نہ رات کو رات جانا۔ شب و روز کے ایک طوفانی پروپیگنڈے میں مصروف ہوگئے۔ میونسپل کمیٹی پر ہزاروں غمزدہ اور بیتاب انسانوں کے مظاہروں سے ممبران کو مجبور کر دیا کہ وہ اس اسکیم کو اپنے اجلاس میں مسترد کر دیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میونسپل کمیٹی کی میٹنگ میں وہ اسکیم مسترد ہوئی۔ جو اسکیم کے حامی تھے وہ بھی مخالفت

کرتے نظر آرہے تھے ان کو بھی حمایت کرنے نہیں بنتی تھی۔ اس اسکیم کا میونسپل کمیٹی سے جنازہ نکالنے کے بعد اسکو دفنانے کے لئے نیو دہلی امپروومینٹ ٹرسٹ کے دفتر پر سیاہ جھنڈیوں سے مظاہرہ کیا گیا۔ جو اثر کے اعتبار سے اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ اس جلوس کے بعد اس اسکیم نے اب تک سر نہیں اٹھایا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹھنڈی ہو گئی۔

اصلاح میونسپل کمیٹی

۱۹۳۸ء کے اختتام پر جب کہ امپروومینٹ ٹرسٹ دہلی کی اجمیری گیٹ دہلی سکیم سے مولانا صابری فارغ ہوئے تو میونسپل کمیٹی کی طرف توجہ دی اور ضروری سمجھا کہ جب تک پبلک کی دلچسپی میونسپل کمیٹی کے معاملات میں نہ پیدا کی جائے گی اس وقت تک میونسپل کمیٹی کا درست ہونا ناممکن ہے۔ چنانچہ دہلی کے آزاد خیال نوجوان طبقہ نے جماعت اصلاح میونسپل کمیٹی قائم کی اور اس کا انتخاب کرکے مولانا صابری کو اس کا صدر بنایا۔

پانچ منٹ کے لئے بجلی گل

جماعت اصلاح میونسپل کمیٹی نے مطالبہ کیا کہ وہ خود دہلی میں بجلی سپلائی کرنے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے تاکہ ملکی سرمایہ غیر ملکی کمپنی کو نہ ملے۔

اس آغاز پر میونسپل کمیٹی نے دہلی حکومت سے بجلی کے لائسنس کے ملنے کی اجازت چاہی جو نامنظور کر دی گئی۔ اس کش مکش میں میونسپل کمیٹی نے چیف کمشنر کو اپنا پروٹسٹ بھیجا ادھر جماعت اصلاح میونسپل کمیٹی نے بجلی کمپنی کے خلاف قدم اٹھایا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ بجلی کے ریٹ میں تخفیف کرے اور جو یونٹ اس کو تین پیسہ میں پڑ رہا ہے اس کے چار آنے وصول نہ کرے۔

یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ دہلی کی پبلک غیر ملکی بجلی کمپنی کے ہاتھ میں بجلی سپلائی کرنے کا انتظام دینا پسند نہیں کرتی اور موجودہ بجلی کی قیمت کو زیادہ سمجھتی ہے، جماعت اصلاح میونسپل کمیٹی نے عملی قدم اٹھایا کہ ۱۰ جون ۱۹۳۹ء کو رات کے آٹھ بجے ۵ منٹ کے لئے بجلی گل کی جائے۔ چنانچہ بجلی گل ہوئی اور رات کے آٹھ بجتے ہی آناً فاناً میں تمام شہر میں اندھیرا چھا گیا۔

ٹرامبوے بائیکاٹ

دوسرا احتجاجی قدم ٹرامبوے بائیکاٹ کا اٹھایا گیا۔ ۷ جولائی ۱۹۳۹ء کو کوئی شخص ٹرامبوے پر سوار نہیں ہوا اور تانگوں پر سفر ہوا۔

مکانات پر دگنا ٹیکس

۱۹۴۱ء میں مولانا صابری جماعت اصلاح میونسپل کمیٹی کے دوبارہ صدر منتخب ہوئے کمیٹی نے دگنا ہاؤس ٹیکس کرنا چاہا تو زبردست ایجی ٹیشن

ہوا ۲۷ جون ۱۹۴۱ء کو شہر میں مکمل ہڑتال رہی۔

ٹیکس کا جنازہ دُگنے ہاؤس ٹیکس کے خلاف، دوسرا قدم ۳ جولائی ۱۹۴۱ء کو میونسپل کمیٹی پر مظاہرہ کرنے کا اُٹھایا گیا۔ اس مظاہرے میں خاص چیز ڈبل ہاؤس ٹیکس کا جنازہ تھا جس نے واقعتاً دُگنے ہاؤس ٹیکس کے حامیوں کے دَم خم ختم کر دیئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مجبوراً یہ فیصلہ کیا کہ یہ تجویز جنگ کے بعد تک ملتوی کر دی جائے۔

ایک لاکھ روپے سے آٹے کی دُکانیں جنگ کی وجہ سے دہلی میں غلّہ کے بیوپاریوں نے جب غریب مفلس پبلک کو تنگ و پریشان کرنا شروع کر دیا تو جماعت اصلاح میونسپل کمیٹی نے میونسپلٹی سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک لاکھ روپے سے آٹے کی دُکانیں کھولے جن میں سستا اور اچھا آٹا سپلائی کیا جائے۔

اس تجویز کو کامیاب کرنے کے لئے احتجاجی جلسے ہوئے جلوس نکالے گئے جس کے سامنے کمیٹی کو جھکنا پڑا اور اس نے دہلی کے تمام علاقوں میں ایک لاکھ روپے سے آٹے کی سستی دُکانیں کھولیں۔

آل انڈیا غلّہ کانفرنس ۱۹۴۳ء میں کنٹرول کی بدانتظامیوں کے خلاف اصلاح میونسپل کمیٹی کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان آل انڈیا غلّہ کانفرنس پنڈت ہردے ناتھ کنزرو کی صدارت میں ہوئی۔ اس کے کرتا دھرتا یعنی جنرل سکرٹری مولانا صابری تھے۔ اس کانفرنس میں مسٹر ستیہ مورتی، مسٹر ست نراین سنہا ایم ایل اے، مسٹر سری پرکاش ایم ایل اے، مسٹر موہن لال سکسینہ ایم ایل اے وغیرہ نے تقریریں کیں۔

پیٹوں پر پتھر باندھا جلوس اس کانفرنس کے روز پیٹوں پر پتھر باندھ کر جلوس نکالنے کا پروگرام رکھا گیا تھا جو انتہائی کامیاب ہوا اور ہزاروں انسانوں نے بےکسی اور بھوک کا مظاہرہ کرنے کے لئے اپنے پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ اور "ہائے روٹی ہائے روٹی" کے نعرے لگا رہے تھے۔

صحافت ۱۹۴۱ء میں آپ نے اخبار اتحاد ہفتہ وار نکالا اور اس کو ایک سال تک چلایا۔ پبلشر کی بے توجہی کی وجہ سے کامیاب اخبار بند ہو نے کے بعد فروری ۱۹۴۲ء سے آپ نے اخبار تیغ دہلی کے ادارہ میں شرکت کی۔ اور اڈیٹری کے فرائض اگست ۱۹۴۲ء تک انجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۲ء کی تحریک

میں نظر بند ہونے کے بعد ۴۳ء میں آپ رہا ہوئے۔ چنگاری کو سنبھالا۔ تین ماہ اس میں کام کرنے کے بعد گرفتار کر کے شاہی قیدی بنا دیئے گئے۔ آپ نے ان اخبارات میں جبتک کام کیا انکی پالیسی اصلاحی رہی۔

نظر بندی

۱۵ راگست ۴۲ء کو رات کے ڈھائی بجے فارورڈ بلاکسٹ ہونیکی حیثیت سے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ میں گرفتار کر کے نظر بند کر دیئے گئے۔ اور پندرہ ماہ کی نظر بندی کے بعد آپ دہلی جیل سے ۳۰ نومبر ۴۳ء کو رہا کیئے گئے۔

دہلی جیل کے دروازے پر آپکو نوٹس دیا گیا کہ آپ کسی سیاسی جلسہ میں شامل نہ ہوں نہ دس آدمیوں سے زیادہ کے مجمع میں شریک ہوں۔ نیز علاقہ نمبر ۹ میں نظر بند رہیں۔ بلا اجازت اس سے باہر نہ جائیں۔

آپ نے نظر بندی کے دوران میں اس بات کی اجازت چاہی کہ علاقہ نمبر ۹ سے پندرہ قدم کے فاصلہ پر میری جائداد ہے اس کے کرایہ کی وصولیابی کے لئے جانیکی اجازت دیجائے تو اس کی بھی اجازت نہیں دیگئی۔ آپ کاروبار کے سلسلے میں لاہور جانا چاہتے تھے۔ جب قانونی اجازت طلب کی تو جواب ملا کہ جاؤ لیکن لاہور کے تھانہ میں جاکر رپٹ لکھواؤ اور آتے وقت تھانہ میں اطلاع دو۔

آپ نے اس بے عزتی کو گوارا نہیں کیا۔ اور لاہور جانیکے پروگرام کو منسوخ کرنا عزت سمجھا۔

فروری ۴۵ء میں آپکو علاقہ کی نظر بندی کو توڑنے کے سلسلے میں گرفتار کیا۔ اور الزام لگایا کہ آپ اپنے علاقہ سے پندرہ قدم کے فاصلے پر کھڑے تھے۔

شاہی قیدی

اسی مقدمہ کے دوران میں اگست ۴۵ء کے آخر میں آپ کو گرفتار کر کے شاہی قیدی بنا دیا گیا آپ پر پہلے یہ الزام لگایا گیا کہ آپ نے سبھاش بابو کے جاپانی ساتھیوں کی مدد کی۔ اور ان کو اپنے گھر میں ٹھیرایا اور اسٹیشن تک پہنچانے کا انتظام کیا۔

یہ الزام درست ثابت نہ ہو سکا اور لاہور ہائی کورٹ میں دہلی حکومت کو چیلنج کرنے کے لئے ہیبیس کارپس کی درخواست داخل کی گئی تو مجبوراً دہلی حکومت کو رہا کرنا پڑا۔

شاہی قیدی کی حالت میں علاقہ کی پابندی توڑنے کا مقدمہ بھی جاری رہا۔ انہی دنوں میں اے ڈی ایم کی عدالت نے مقدمہ مذکور میں پوری قوت صرف کر کے تیرہ ماہ کی سزا کا حکم سنایا۔ لیکن سشن جج نے آپ کو بری کر دیا۔

جیل کی زندگی

آپ کی جیل کی زندگی ہمیشہ خوددارانہ رہی۔ آپ نے کبھی جیل افسران کی خوشامد نہیں کی۔

جیل میں کبھی خاموش نہیں بیٹھے اپنے اور ساتھیوں کے حقوق کے لئے جیل افسران سے لڑتے رہے مجھے مولانا صابری کے ساتھ دہلی جیل، ملتان جیل اور فیروزپور جیل کی نظر بندی کے زمانے میں ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا، اس لئے میں یہ ذاتی تجربے اور مشاہدات کی بنا پر لکھ رہا ہوں۔

مجھے یاد ہے کہ مولانا صابری جب رہا ہونے کے لئے فیروزپور کیمپ سے دہلی جیل جا رہے تھے اور آپکی رہائی کی اطلاع آئی تھی تو اس وقت مسٹر ڈوگرہ انچارج کیمپ نے خاص طور پر مجھ کو یہ خوشخبری سنائی تھی کہ آپکے خاص دوست آج رہائی کے لئے جا رہے ہیں۔ میں نے اس پر ان سے پوچھا کہ ذرا صاف طور پر بتلایئے تو انہوں نے کہا "ایسا شخص رہا ہو رہا ہے جس کو دہلی حکومت بھی خطرناک سمجھتی ہے اور جیل افسران بھی"۔

تصنیف و تالیف

مولانا صابری نے کافی عرصہ تک رسائل میں ادبی علمی مضامین لکھے اور جامعہ، عالمگیر، کلیم، تیغ، جہانستان، عروس خیال کے صفحات کو مزین کیا۔ آپکو آغاز زمانہ تحقیقی مضامین لکھنے کا شوق تھا۔ چنانچہ آپکی معرکۃ الآرا تصنیف علامہ سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں اس بات کی شاہد ہے کہ جس نے علمی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا اور ہر طبقہ کے علما مثلاً مولانا اشرف علی صاحب مرحوم، مفتی محمد کفایت اللہ، مولانا محمد اسلم جیراجپوری، مولانا اصغر حسین دیوبندی، شمس العلما مولانا عبدالرحمن، مولانا قطب اللہ عبدالوالی، مولانا محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، مولانا سید احمد ناظم مرکزی حزب الاحناف لاہور نے مولانا صابری کو داد تحسین دی تھی اور انکی مدلل تنقید کو سراہا تھا۔

آپکی دوسری تصنیف تاریخ جرم و سزا ہے جسکی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور تین تین چار ایڈیشن کی شکلوں میں شائع ہو کر قبولیت کا شرف حاصل کر چکی ہیں۔

تاریخ آزاد ہند فوج کی ضبطگی

دہلی جیل میں آپنے شاہی قیدی ہونیکی حیثیت میں تاریخ آزاد ہند فوج مرتب کی اور رہائی کے بعد اسکو شائع کیا۔ بھلا حکومت اس کو کیسے برداشت کرتی۔ چنانچہ اس کے جزوکل اور اس کے ترجمے تک کو شائع کرنا خلاف قانون قرار دیا اور ضبط ہونے کا اعلان نکال دیا۔ آپنے آزاد ہند فوج کے سلسلے میں حسب ذیل کتب مرتب کی ہیں:-

(۱) مقدمہ آزاد ہند فوج (۲) سوبھاش بابو کی جاپان اور جرمنی کی تقریریں (۳) آزاد ہند فوج کا البم -

خورشید احمد کاظمی (سابق نظر بند)

فیروزپور کیمپ جیل - باڑہ ہندو راؤ- دہلی

لالہ شنکر لال
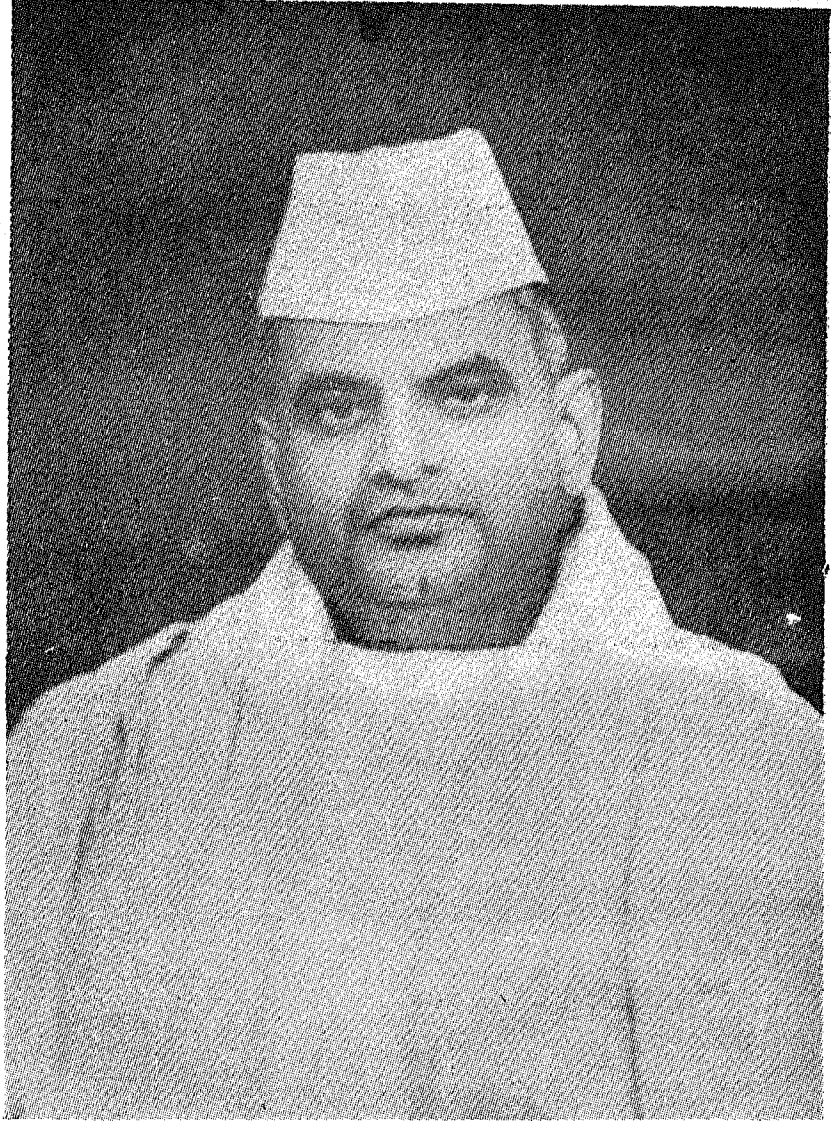
سوبانش بابو کے جاپان جانے سے پہلے جاپان جاکر اُن کے لئے راستہ ہموار کرنیوالے آپ ہی ہیں۔ اور نیتاجی کے جاپان جانیکی کامیابی کا سہرا آپ ہی کے سر ہے
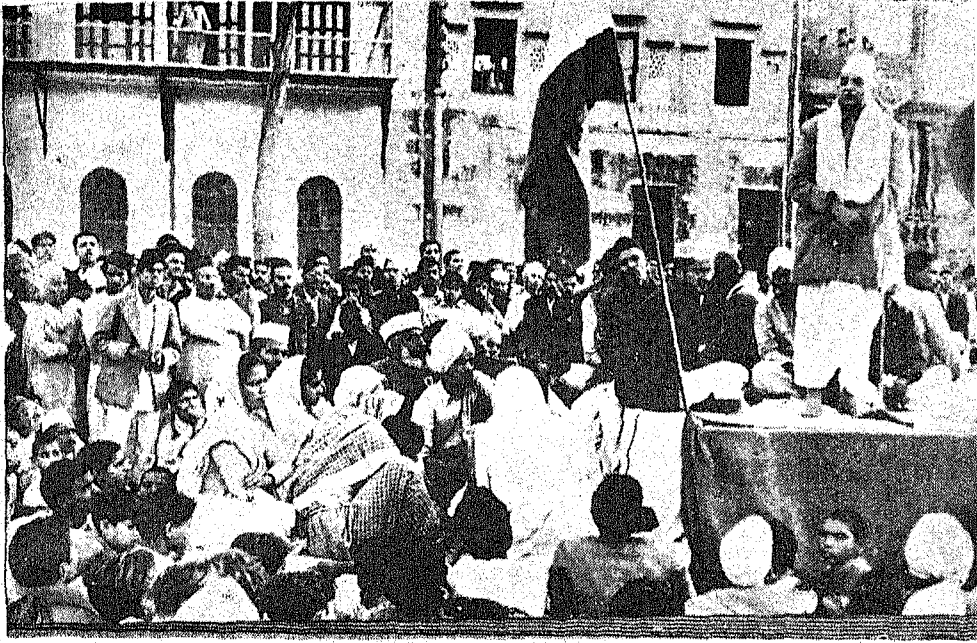
کپتان عبدالرشید کے رہائی کا جلسہ۔ گاندھی گراؤنڈ میں لالہ شنکرلال تقریر کر رہے ہیں۔ اسٹیج پر امداد صابری کامریڈ حکم سنگھ بیٹھے ہیں
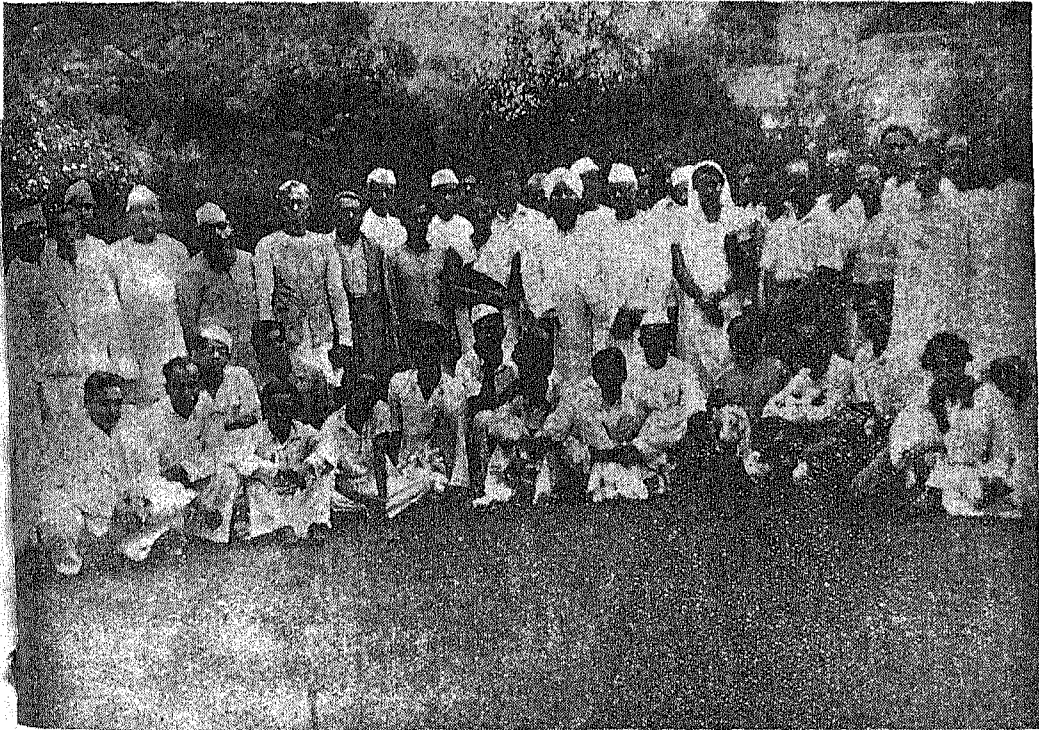
آل انڈیا فارورڈ بلاک کی ورکنگ کمیٹی ستمبر ۱۹۴۰ء کے موقعہ پر

ہرن گھوش۔ مسٹر سرکار۔ کامت۔ دھنراج شرما۔ پرمانند۔ عالمگڑوانی۔ عباد خاں۔ صوبیدار۔ باجی۔ ترپاٹھی۔ گردھر ٹھکر۔ لیلا رائے۔
حکم سنگھ۔ احسان قادر۔ کوتیشر جی۔ شنکرلال۔ مسز شیرا۔ امداد صابری۔ ست نرائن بزاز۔ رام گنگولی۔ جگلیکر۔ اندودیو۔ چوپڑا۔

لالہ شنکر لال

آپ انبالہ شہر میں ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے - آپ کی ددھیال نارنول اور ننھیال انبالہ کی ہے۔ آپ کا تعلق نارنول کے سنگھی خاندان سے ہے -

باغی خاندان کا چراغ

یہ خاندان غدر میں باغی اور انگریزوں کا مخالف و دشمن خاندان تسلیم کیا جاتا تھا آپ کے دادا جی کا نام ہردیو سہائے تھا لیکن بعد میں ہردیو بخش کے نام سے مشہور ہوئے - ان کو غدر میں نواب جھجر کے ساتھ حکومت برطانیہ کے خلاف سازش اور بغاوت کرنے کے الزام میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا تھا -

تعلیم

آپ کے والد ہیرا لال جی پٹیالہ میں تحصیلدار تھے جنہوں نے ملازمت کیوجہ سے وہیں سکونت اختیار کر لی تھی - آپ نے ریاست پٹیالہ کے مہندرا کالج میں مڈل تک تعلیم حاصل کی - اور ڈی، اے، وی ہائی اسکول میں میٹرک پاس کرکے لاہور کے ڈی اے وی کالج میں بی اے کی ڈگری حاصل کی - آپ کے اساتذہ مہاتما ہنس راج اور پرنسپل سائیں داس جیسی ہندوستان کی مشہور و معروف ہستیاں تھیں -

پہلا مقدمہ

۱۹۰۸ء میں تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ایک سال نہیں گزرا تھا - کہ آپکی آزاد خیالی کی وجہ سے ریاست پٹیالہ نے آپکے اور آپکے ساتھ پچاس اشخاص کے خلاف مقدمہ قائم کر دیا اور الزام عائد کیا - کہ پٹیالہ میں آریہ سماج کی بال اچار سدھارنی سبھا ایک پولیٹیکل جماعت ہے - وہ مذہب اور اصلاح کی آڑ میں پولیٹیکل اور باغیانہ کام کرتی ہے - اور حکومت کا تختہ پلٹنا چاہتی ہے -

اصل میں اس جماعت کا کرتا دھرتا رام داس سرلیہ تھا جو امریکہ ہو کر آیا تھا - یہ نہایت چالاک و خود غرض آدمی تھا - سی آئی ڈی سے اس کا تعلق تھا - اسی نے اپنی شیطنیت کیوجہ سے ایک اخبار "سوراجیہ" نکلوایا تھا جس میں باغیانہ مضامین نکلوا کر چار آدمیوں کو کالا پانی کی سزا کرائی تھی - اسی نے کچھ آدمیوں کو ابھار کر ان پچاس اشخاص پر مقدمہ چلایا اور لالہ جی وغیرہ کا نام بتانے کا جال پھیلایا تھا -

اس اطلاع کو سنکر لالہ شنکر لال جی پہلے تو تین ماہ اکتوبر، نومبر، دسمبر تک مفرور رہے لیکن

بعد میں خود عدالت میں حاضر ہو گئے۔

مقدمہ چلا۔ سب لوگوں سے معافیاں منگوانے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ منشی رام اور راجہ جوالا پرشاد کے ذریعہ معافی نامہ پر دستخط کرائے گئے۔ ۴۷ میں سے ۴۵ آدمیوں نے دستخط کر دیئے تھے۔ صرف لالہ جی اور ایک دوسرے صاحب یہ دو شخص ایسے تھے جنہوں نے اس لعنت نامہ کو ٹھکرا دیا۔ اور دستخط کرنے سے صاف انکار کیا۔

حالانکہ لالہ جی کو منشی رام نے دھوکہ دینے کی کوشش کی اور ان سے کہا کہ تم اس کاغذ پر دستخط کر دو۔ یہ مختار نامہ ہے۔ ہم تمہارے مختار بن رہے ہیں۔ لیکن آپ ان کے فریب میں نہیں آئے۔

مختار نامہ پڑھا تو وہ تمام شدید جرائم کے اقرار نامہ کے علاوہ کھلا ہوا ذلیل معافی نامہ تھا۔ جس کا مضمون یہ تھا:۔

"ہم نے بم بنائے، باغیانہ لٹریچر شائع کیا۔ اور سب کچھ کیا ہم کو معاف کر دیا جائے۔"

اس کے بعد مقدمہ ٹریبونل کے سامنے پیش ہوا جس نے آپکو بھی پٹیالہ سے جلا وطن ہونے کا سات دن کے اندر اندر حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے پٹیالہ کو خیرباد کہدیا۔

آپ ۱۹۱۳ء میں دہلی آئے۔ سودیشی سٹور کھولا جس کو ۱۹۱۸ء میں لمیٹڈ کیا۔

دہلی کی سیاسی زندگی کے بانی

۱۹۱۸ء میں دہلی کے اندر سیاسی ماحول نام کو بھی نہ تھا۔ اگر تھا تو رجعت پسندانہ شکل وصورت میں۔ لالہ شنکر لال جی کا اس زمانہ میں دہلی کے اندر سیاسی زندگی پیدا کرنیوالوں میں پہلا نمبر ہے۔ آپ نے اس سیاسی اور علمی زندگی کو ہوم رول لیگ بنا کر جماعتی شکل میں تبدیل کر دیا۔ آپ ہی اس کے جنرل سکرٹری تھے اور مس اینی بسنٹ صدر تھیں۔

۱۹۱۸ء تک دہلی میں کانگریس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ ہر شخص آزاد خیالی کی بات کرتا ہوا ڈرتا تھا۔ انگریزی حکومت کی مخالفت پھانسی کے مترادف سمجھی جاتی تھی۔ ایسی حالت میں لالہ جی نے کانگریس کی دہلی میں بنیاد رکھی اور لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ کانگریس کے ممبر بنیں۔

آج دہلی صوبہ کانگریس کمیٹی کی ممبری کے لئے بری طرح رسہ کشی ہوتی ہے۔ اور بہت سے سرمایہ دار سینکڑوں ہزاروں روپے اس کے حصول کے لئے لگا دیتے ہیں۔ لیکن اسوقت کوئی ممبر بننے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ لالہ جی ایک ایک کے گھر جاتے تھے اور اس کو ممبر بننے کی دعوت دیتے تھے۔ اس وقت کانگریس کے ممبر کانگریس کے کام کرنے والے گنتی کے تھے۔ ڈاکٹر انصاری۔ مولانا عبداللہ، مسٹر آصف علی، حکیم اجمل خاں صاحب، لالہ شنکر لال

مسٹر سیکر، لالہ گلزاری، حکیم چند جوہری، قاضی انوار، مولانا ادریس وغیرہ تھے۔

سرمایہ داروں سے بے نیاز

۱۹۱۸ء میں کانگریس کا سالانہ اجلاس دہلی کے اندر طے ہونا قرار پایا۔ دستور کے مطابق یہاں کے سرمایہ دار اس پر بھی اپنا قبضہ و اقتدار چاہتے تھے۔ سرمایہ کا زعم معمولی زعم نہیں ہوتا۔ ان کی موجودگی میں اور کوئی دم مارلے۔ یہ ان کی برداشت سے باہر کی بات ہے۔ وہ اپنے آگے کسی کی چلنے نہیں دینا چاہتے۔ کوئی ہوا گران کی مانتا ہے تو درست ہے۔ ورنہ وہ اس کے مخالف ہیں۔

چنانچہ کانگریس کے اس ابتدائی زمانہ میں سالانہ اجلاس کے لئے چیرمین کے انتخاب کا مسئلہ آیا۔ تو یہاں کے ٹھیکیدار پونجی پتیوں نے حکم دیا کہ سیٹھ رام لال بابا پیارے لال ایڈوکیٹ کو استقبالیہ کمیٹی کا چیرمین بنا یا جائے۔ نالک مہاراج کا فرمان تھا کہ حکیم اجمل خاں صاحب کو چیرمین بناؤ۔

لالہ جی جماعتی نظام اور اپنے لیڈر کے حکم کے بندے تھے۔ انہوں نے کہا بہتر ہے حکیم صاحب ہی چیرمین بنیں گے۔ چنانچہ حکیم صاحب چیرمین بنے۔

یہ ذمہ داری لالہ جی نے اس وقت لی۔ جبکہ تمام چندہ وسرمایہ کی کنجی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں تھی۔ اور دل والے ہمت والے وہی سمجھے جاتے تھے اور دہلی کے چندہ کرنے کا ضابطہ و قاعدہ یہ تھا کہ پہلے کپڑے والوں کے چوہدری سے رقم لکھوائی جاتی تھی۔ گویا چھٹا کھولا جاتا تھا۔ اس کے بعد لوہے، کاغذی، جوہری وغیرہ چندہ کی رقمیں لکھوا کر دیتے تھے۔ اس صورت میں ہر سیاسی آدمی کو ان کے آستانے پر جبیں رگڑنی پڑتی تھی۔

لیکن لالہ جی نے جبیں سائی نہیں کی۔ چندہ اگانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ ایک مقام کا ذکر ہے کہ ایک سرمایہ دار اور دہلی کے مشہور سیٹھ نے چاندنی چوک کی ایک فرم سے لالہ جی اور حکیم اجمل خاں کی موجودگی میں بڑا تیر مار کے ایک سو ایک روپیہ لکھوایا۔ لالہ جی آگے بڑھے۔ اور انہوں نے کہا یہ رقم تھوڑی ہے۔ ایک ہزار ایک لکھی اور اس فرم نے اس کو فوراً ادا کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد وہ سیٹھ جی بھی درست ہو گئے۔ اور دہلی کی فضا بھی صاف ہو گئی۔ اور دہلی کے سرمایہ داروں کو کانگریس کا لوہا ماننا پڑا۔

پولیس سے بے نیاز

۱۹۱۹ء تک ہندوستان کے ہر حصہ میں اور خاص طور پر دہلی میں پولیس اور سفید چمڑی (انگریز) کے نام اور شکل کی بڑی دھونس مانی جاتی تھی — انگریزی

افسران کا رعب دبدبہ بے انتہا تھا۔

رنج ہو یا خوشی کسی انگریز افسر کو دیکھ لیتے تھے تو بچھے جاتے تھے اور اس کی خاطر ومدارات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ خاص طور پر رام لیلا کی سواری میں ڈپٹی کمشنر کی بڑی آؤ بھگت ہوتی تھی۔ اس کے گلے میں ہار ڈالے جاتے تھے۔ پولیس تمام سواری کا خود انتظام کرتی تھی۔ اور اپنی مرضی کے مطابق سواری کا راستہ طے کرتی تھی۔

یہ بات کسی خوددار ہندوستانی کو کیسے گوارا ہو سکتی تھی۔ چنانچہ لالہ جی نے اس بے عزتی کی حرکت کا بائیکاٹ کرایا۔ اور پولیس سے صاف طور پر کہہ دیا کہ پولیس اپنا انتظام اٹھا لے۔ ہمیں پولیس کے انتظام کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے کانگریس کے تمام والنٹیروں سے سواری کے جلوس کا انتظام کرایا۔ اور پولیس کو عضو معطل ثابت کر دیا۔

پولیس اس پر چراغ پا ہوئی۔ اور بدمعاشوں اور جیب کتروں کو ابھارا۔ ایک جیب کترے نے ایک صاحب کی جیب کاٹ لی جس میں ڈھائی ہزار روپے کی رقم تھی۔ جیب کترنے پر پولیس نے پروپیگنڈا کیا کہ دیکھو کانگریس کا انتظام کیسا ناقص ہے۔ لوگوں کی جیبیں کتری جانے لگیں۔ ہمارے انتظام میں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس پروپیگنڈے سے بعض ناواقف بیوقوف آدمی متاثر ہوئے۔ لیکن لالہ جی نے اس کا فوراً مداوا کیا۔

بدمعاشوں کے سرغنہ کو بلوایا۔ سرغنہ بہت نادم ہوا اور اسی مجمع میں ڈھائی ہزار روپے کے وہی نوٹ منگوا کر دیئے اور پبلک سے معافی کا خواستگار ہوا۔

یہ اثر ورسوخ دیکھ کر آخر پولیس کو جھکنا پڑا اور وہ کانگریس کمیٹی کے ہاتھوں میں ہی جلوس کا انتظام رکھنے پر مجبور ہوئی۔

بے مثل اتحاد

لالہ جی اور ان کی پارٹی مولانا عبداللہ، قاری عباس حسین، مسٹر تاج الدین وغیرہ کے خلوص کا نتیجہ تھا کہ ہندو مسلمانوں میں یکجہتی اور محبت تھی۔ ضد اور دشمنی یا دھوکہ کا ان میں نام ونشان تک نہ تھا۔ مسلمانوں نے خلافت کمیٹی کے فیصلہ پر عمل کرتے ہوئے طے کیا کہ بقرعید کے موقعہ پر گائے ہی نہیں بلکہ بکرے کی بھی قربانی نہیں کریں گے۔ چنانچہ ۲۰-۱۹۱۹ء میں مسلمانوں نے تینوں دن کیمپلوں میں قربانی نہیں کی۔"

سی آئی ڈی اور پولیس نے بڑی کوشش کی۔ اور ایک آنریری مجسٹریٹ حکیم کو آمادہ بھی کیا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں۔ لیکن ذبح ہونے کے بعد ٹھیلہ والا اس کو لیجانے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ اس نے کہہ دیا کہ یہ ٹھیلہ دو آدمیوں کا ہے۔ اُوپر کا حصہ دوسرے کا ہے اور پہیے میرے ہیں میں اس کو لیجانے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ اس لئے اپنے پہیے نکال لیتا ہوں۔ چنانچہ پہیے نکال کر چل دیا۔ پولیس نا کام و نامراد کھڑی دیکھتی رہی۔

۱۹۱۹ء میں ۳۰ مارچ کو رولٹ ایکٹ کے خلاف گاندھی جی نے ہڑتال کا پروگرام رکھا۔ شہر میں مکمل ہڑتال ہوئی۔ چاندنی چوک میں بالی اینڈ کمپنی نے دکان بند نہیں کی۔ لالہ جی کو اطلاع ہوئی وہ ساتھیوں کے ہمراہ وہاں پر پہنچ گئے اس نے انکار کیا۔ مجمع مشتعل ہو گیا۔ نتیجے کے طور پر گولی چلی۔ بعد ازاں جلیانوالہ باغ کا حادثہ ہوا۔ جس کی یاد قومی ہفتہ کی شکل میں ہر سال منائی جاتی ہے۔

اس سلسلے میں ہنٹر کمیٹی کے سامنے چیف کمشنر دہلی نے بیان کیا کہ لالہ شنکر لال اور مولانا عبداللہ صرف ہڑتال کے حق میں تھے۔ بقایا لیڈران ہڑتال کرانی نہیں چاہتے تھے۔

انسپکٹر سی آئی ڈی کی دُرگت

۹-۱۰ اپریل ۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے کہ ایڈورڈ پارک میں جہاں ایڈورڈ کا اسٹیچو نصب ہے۔ وہاں یہ اسٹیچو جس وقت بن رہا تھا اور گھوڑا سوار ایڈورڈ کا اسٹیچو لگایا نہیں گیا تھا اسوقت ایک جلسہ ہوا۔ جس میں مولانا عبدالمجید نعمانی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"ہمارے آدمی مچھر کی طرح مر رہے ہیں اور یہ سی آئی ڈی والے آزادی کے ساتھ رپورٹیں لکھ رہے ہیں۔"

ان جملوں کے نکلنے کے بعد لوگوں نے چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ ایک شخص اپنی جیب میں ہاتھ چلاتا ہوا نظر آیا۔ اس کو پکڑ لیا۔ وہ چھڑا کر فاحہ کی کھائی کی طرف بھاگا۔ اس کا بُری طرح پیچھا کیا اور وہاں گھیر کر خوب مارا۔ لونڈوں نے بُری گت بنائی۔ اس کی پنسل بھی چھین لی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ فقیر محمد سی آئی ڈی کا انسپکٹر تھا۔

چنانچہ اس کی دُرگت بنانے کے بدلے اقدام قتل ڈاکہ کے الزام میں لالہ جی اور مولانا عبدالمجید کے

خلاف مقدمہ چلایا گیا۔ مولانا ہوشیاری کے ساتھ کابل چلے گئے تھے جو بعد میں واپس آ گئے۔

لالہ جی پر مقدمہ چلا جس کی تیاری اسپیکر اور بحث مسٹر آرداس آنجہانی نے کی۔ عدالت نے آپ کو بری کیا۔ اور بے قصور ٹھہرایا۔

کوتوال کی خطرناک موت

اس زمانہ میں دہلی کا کوتوال شہر عبدالحمید تھا۔ جو لنگڑا تھا اور رنگ کا بالکل سیاہ تھا لیکن موٹا تازہ تندرست تنومند تھا۔ اس نے اس دور میں خود بے پناہ لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا تھا۔ شہر میں اس کا مخالف ہندو مسلمان ہر بچہ بوڑھا تھا۔

چنانچہ اس کو ہولانے کے لئے بچوں نے گلے میں ڈھول ڈالکے تمام شہر میں ڈھونڈورا پیٹا۔ اسکے بعد کوتوالی میں پہنچے اور کہا رپورٹ لکھو۔

" ایک کالا، موٹا، لنگڑا ڈنبا کھو گیا ہے جس کو ملے کوتوالی میں پہنچا دینا۔"

اس پروپیگنڈے سے وہ کوتوال اس قدر خوفزدہ ہوا تھا کہ سول لائن میں سے قدم نہیں نکال سکا اور دہلی ایک دو روز میں سہم کر مر گیا۔ اس قسم کی اسکیموں کا موجد اس زمانہ میں لالہ جی کو ہی سمجھا جاتا تھا۔ آپ ۱۸ء سے ۳۱ء تک صوبہ کانگریس کمیٹی دہلی کے سکرٹری اور حکیم اجمل خان صاحب صدر رہے۔

آپ پر ۲۱ء میں والنٹیر زبھرتی کرنے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ تین سال قید سخت ہوئی۔ اے کلاس ملی۔ لیکن اس کو چھوڑ کر سی کلاس میں ساتھیوں کے ساتھ ایام قید گزارے۔

تین سال قید میں رہنے کے بعد ۲۴ء میں باہر آئے۔ تو یہاں ہندو مسلم فساد شباب پر تھا۔

گاندھی جی کا ہیرا

لالہ جی نے ہندو مسلم اتحاد بورڈ قائم کیا اور بے تعصبی اور محبت و انسانیت کے جذبہ کے ماتحت بچھڑے ہوئے بھائیوں کو ملانے کی کوشش کی۔ گاندھی جی دہلی آئے انہوں نے ہندوؤں سے بات چیت کی۔ دہلی کے مشہور ہندو لالہ ہزاری لال جوہری نے کہا آپ دہلی میں سب سے گفتگو کر سکتے ہیں لیکن ایک شخص سے مت کیجئے جس کا نام شنکر لال ہے۔ وہ تو مسلمان ہو گیا ہے۔ ہندوؤں کی بے عزتی ہوئی ان کا مال و متاع لٹا۔ لیکن اس کو ان سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔"

گاندھی جی کو لالہ جی پر مکمل اعتماد تھا۔ گاندھی جی نے کہا:۔

" ہزاری لال تم شنکر لال کو نہیں جانتے وہ ہیرا ہے ہیرا۔ جو تم اس سے چاہتے ہو وہ اس سے کوسوں دور ہے۔ تم سچ مانو ایسے ہی لوگ ہندو مسلم اتحاد کرا سکتے ہیں۔"

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ لالہ جی کی بات ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمان زیادہ مانتے تھے۔

قابلِ تقلید بے تعصبی

ایک مرتبہ بلیماران کے سامنے مسلمان اور ہندوؤں کا جھگڑا ہو رہا تھا۔ بلیماران میں مسلمان اور کٹڑہ نیل پر ہندوؤں کی طاقتیں مجتمع تھیں۔ لالہ جی نے مسلمانوں سے استدعا کی کہ آپ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ مسلمانوں نے جواب دیا آپ ہٹ جائیے۔ آپ نہ بولئے۔ لالہ جی نے کہا کہ میں تم دونوں کو لڑتا ہوا دیکھ کر نہیں جاؤں گا۔ تم مجھ کو مار لو۔ لڑو مت۔ میں ہندو ہوں مجھ سے بدلہ لیلو اپنا غصہ اُتار لو۔ مسلمانوں نے کہا ہم آپ کو ہندو نہیں سمجھتے اس لئے آپ چلے جائیے۔ لالہ جی نے کہا کہ آپ مجھ کو ہندو نہیں سمجھتے تو میری بات مانو۔ یا مجھ کو مارو۔ اس گفتگو کا مجمع پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ اور مجمع منتشر ہو گیا۔

اس کے بعد لالہ جی دوسری طرف متوجہ ہوئے کٹڑہ نیل میں گئے وہاں اور ہی منظر دیکھا۔ اندر ایک مسجد ہے اس میں چند مسلمان رہتے تھے۔ ان سے بدلہ لینے کے لئے ہندوؤں کا مجمع حملہ کرنے کیلئے تیار تھا۔ مسجد کے دروازہ گھر چکا تھا اور دروازہ پتھروں سے چکنا چور ہو کر ٹوٹنے والا ہی تھا کہ لالہ جی مردانگی کے ساتھ للکارتے ہوئے مسجد کے دروازے کے سامنے پتھروں کے ڈھیر پر جا کھڑے ہوئے اور مخاطب ہو کر مجمع سے بولے :۔

"تم مجھ کو مار کر مری لاش پر سے گزر کر مسجد میں جا سکتے ہو۔ میری موجودگی میں مسجد کے مسلمانوں کا بال بیکا نہیں کر سکتے"

ہندوؤں نے کافی غم و غصہ کا اظہار کیا۔ بدکلامی بھی کی۔ لیکن آخر سب ٹھنڈے ہو کر منتشر ہو گئے۔

۲۷-۱۹۲۶ء میں دہلی کے ڈپٹی کمشنر نے اعلان نکالا کہ کوئی دکاندار اپنی دکان پر اگر کسی شخص کو بٹھائے گا اور وہ کوئی خلاف قانون تقریر، گفتگو یا حرکت کرے گا تو اس کی ذمہ داری دکان دار پر بھی عائد ہو گی۔

چنانچہ اس اعلان کے مطابق لالہ جی کے سودیشی اسٹور پر کچھ آدمی بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ پولیس والوں نے مداخلت کی۔ لالہ جی نے ان کو منع کیا جس پر برانگیختہ ہو کر پولیس والوں نے لالہ جی کے خلاف پولیس کو گالیاں دینے کا مقدمہ دائر کر دیا۔ اور ان کو دو سال قید سخت پانچسو روپیہ جرمانہ کی

سزا دی۔ جس پر کلکتہ کے مشہور اخبار متوالے نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

"بی برطانیہ کے سگے داماد پولیس والوں کو لالہ جی نے کتا کہا تو ان کو دو سال کی قید نہیں پھانسی ہونی چاہئے تھی۔"

لالہ جی کی ہر دلعزیزی

ہندوستان کے جیل خانوں کے مصلح اعظم جتیندر ناتھ داس جنہوں نے جیل کی بد انتظامیوں اور ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کرنے کے لئے مسلسل ۶۶ دن کی بھوک ہڑتال کر کے جان دی تھی۔ ان کی وفات پر غم و غصہ کا اظہار کرنے کے لئے فیصلہ کیا گیا کہ تمام شہر میں ہڑتال کرائی جائے۔ لالہ جی بھی مع اپنے ساتھی مولانا عبداللہ آسلے والوں کے صدر بازار میں پہنچ گئے۔ اور عبداللہ سدت والوں کی دکان پر پہنچکر ہڑتال کرنے کی استدعا کی۔ دکاندار تیار نہیں ہوا۔ اصرار کرنے پر دکاندار نے پولیس کو ٹیلیفون کر دیا۔ کہ کانگریسی میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں اور زبردستی دکان بند کرا کے مجھ کو ہڑتال میں شامل کر رہے ہیں۔

پولیس ٹیلیفون کی منتظر ہی تھی۔ فوراً دکان پر پہونچی۔ دکاندار سے ٹیلیفون کی تصدیق کرانی چاہتی تھی۔ کہ درمیان میں خان بہادر حاجی محمد صدیق ملتانی جو صدر بازار کی ایک با اثر ہستی ہے بول اٹھی۔ کہ ان لوگوں سے کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے یہ کسی کے ساتھ جبر نہیں کر رہے ہیں۔ یہ مجمع کھڑا ہے ان سے پوچھ لیجئے۔ کیا انہوں نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ مجمع نے متفقہ طور پر حاجی صاحب کی تائید کی۔ جس پر پولیس کو بادل ناخواستہ واپس جانا پڑا۔

۱۹۲۷ء میں ٹروپیکل انشورنس کمپنی قائم کی جس کے چیرمین علی الترتیب سری نواس اور ڈاکٹر انصاری بنائے گئے۔ ڈاکٹر انصاری کے بعد سوبھ سنگھ بابو چیرمین تھے۔ حکیم اجمل خاں بھی اس کمپنی کے ڈائرکٹر تھے۔

آپ نے اسی زمانے میں ایک اخبار کانگریس کے نام سے نکالا عارف ہسوی اڈیٹر تھے جو بڑی دلچسپی سے پڑھا جاتا تھا۔ اور اخبار بین حضرات اس کے بیحد منتظر رہتے تھے۔

اس وقت دلی کے قریب کے صوبوں میں اس کی کثرت کے ساتھ مانگ تھی۔ اس اخبار کا ایک پریس بھی تھا جس کا نام کانگریس پریس تھا۔ یہ پریس شمرو کی کوٹھی کے قریب تھا جس کا دیواری بورڈ ابتک اس عمارت پر ہے۔

کانگریس کا دلچسپ اجلاس

سنہ ۳۲ء میں کانگریس تحریک چلی۔ اور کانگریس خلا[illegible] قرار دیجگئی۔ تو اس کا ہر عمل خلاف قانون بن گیا۔ چنانچہ سالانہ اجلاس کی بھی یہی پوزیشن تھی۔ لالہ شنکر لال جی نے آل انڈیا کانگریس کمیٹی سے دہلی میں اجلاس کرنے کی اجازت لی۔

اجلاس کو کامیاب کرنے کے لئے تمام ہندوستان کے بڑے صوبوں کا لالہ جی نے گیارہ دن میں دورہ کیا۔ ڈیلی گیٹوں کے آنے کی شکل وصورت طور طریقے مقرر کئے اور ان سے انکو آگاہ کیا۔

چنانچہ کوئی چھلی والا بنا۔ کوئی چھیرا۔ کوئی گھسیرا۔ کوئی کنمیلیہ کوئی دھوبی کوئی حجام بنا کسبت ہاتھ میں لئے چلا آرہا ہے۔ کوئی چڑی مار چڑیوں کا پنجرہ لئے نمودار ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے لیڈر اور صوبوں کے رہنما عجیب وغریب ترین لباسوں میں آئے۔

تمام ہندوستان کی پولیس سی آئی ڈی کوشش میں تھی کہ کسی صوبہ سے کوئی آدمی جانے نہ پاتے۔ جو جس جگہ سے چلتا تھا حکم تھا وہیں اس کو گرفتار کرلو۔ لیکن آنے کا اس قدر معقول انتظام تھا کہ تقریباً آٹھ سو ڈیلی گیٹ ہر صوبے سے آگئے۔ اور اجلاس میں شامل ہوئے۔

اجلاس کے سلسلے میں دہلی کے اندر ہر علاقہ ہر گلی غرض ہر چپے پر پولیس تھی۔ وہ کسی قیمت پر اجلاس کرنے دینا نہیں چاہتی تھی۔

لیکن واہ رے شنکر لال۔ اجلاس کیا۔ اور آدھے گھنٹہ تک پولیس کی موجودگی میں کیا۔

اس صورت سے کہ پہلے اعلان کیا اجلاس گھنٹہ گھر پر ہوگا۔ دوسرا اعلان ہوا کہ قرول باغ میں ہوگا۔ تیسرا اعلان کیا کہ جمنا کے کنارے ہوگا۔ چوتھا اعلان کیا فتحپوری پر ہوگا۔ غرضیکہ چھ سات اعلان مختلف مقامات کے کرانے کے بعد گھنٹہ گھر پر اجلاس ہوا۔ پولیس کھڑی دیکھتی رہی۔

لالہ جی کو اجلاس ہونے سے پہلے دہلی حکومت نے گرفتار کر لیا تھا۔

پھر سنہ ۳۷ء میں آپ دہلی صوبہ کانگریس کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ کے دور میں دیہات اور مزدوروں میں خاص طور پر کام ہوا۔ دہلی کے ہر ایک دیہات میں آپ نے کانگریس کا پیغام پہنچایا۔ اور کانگریس کے اصولوں کی تبلیغ کی۔

اس سے قبل کانگریس کے صاحب اختیار لوگ دیہات میں جانا کسر شان سمجھتے تھے اور مزدوروں

میں بولنا گراوٹ محسوس کرتے تھے۔ لیکن لالہ جی نے خاص طور پر مزدور تحریک اور کسان تحریک کی طرف توجہ دی۔ آپ ہی کی بدولت ۱۹۳۸ء میں دیہاتوں سے دیہاتی نمائندے کثرت کے ساتھ ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے کانگریس کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے۔

۱۹۳۸ء میں صوبہ دہلی کی توسیع اور صوبجاتی اسمبلی بنانے کی تحریک کا بیڑہ اٹھایا۔ بدقسمتی سے اس زمانہ میں دہلی حکومت ہندو مسلم فساد کرانے میں کامیاب ہو گئی۔ شیو مندر کا قضیہ کھڑا ہوا۔ ہندو مسلمان آپس میں دست و گریباں ہوتے نظر آنے لگے۔ اور ڈھانے مسجد فتحپوری کو ڈھانے کے نعرے بلند ہونے لگے۔ ہندوؤں کی خواہش تھی کہ کانگریس شیو مندر کی تحریک سے ہمدردی کا اظہار کرے۔ قوم پرست طبقہ اس کو کسی صورت میں گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اور خاص طور پر لالہ جی یہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ فرقہ پرستی کی لعنت میں گرفتار ہو جائیں اور کانگریس کے جمہوری اصول کو کچل دیں۔

اسی زمانے میں دہلی کے اندر آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس ہونا طے ہوا۔ اور قرار پایا کہ کانگریس کے محترم صدر سبھاش چندر بوس کا شاندار جلوس نکالا جائے۔

جلوس کا اعلان کرنا تھا کہ حامیان شیو مندر چراغ پا ہو گئے۔ ان کا اصرار تھا کہ شیو مندر کے منہدم ہونے کی شکل میں کانگریس کو خوشی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ شیو مندر کے ماتم میں بطور احتجاج جلوس ملتوی کر دینا چاہئے۔

صدر کے جلوس کو کامیاب بنانے کے لئے گاندھی گراؤنڈ میں صوبہ کانگریس کمیٹی کی جانب سے لالہ شنکر لال کی صدارت میں جلسہ کیا گیا۔

جلسہ میں جلوس کو کامیاب کرنے پر زور دیا گیا تو شیو مندر کی تحریک کے لیڈران نے اس کی مخالفت کی۔ اور کہا کہ کانگریس ہندوؤں کی ہے۔ اس لئے جلوس نہیں نکلنا چاہئے۔

لالہ جی نے اس کی پُرزور تردید کی جس پر حامیانِ شیو مندر نے جلسہ میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی۔ تو لالہ جی نے صاف طور پر کہہ دیا کہ وہ جلسہ خراب نہیں کر سکتے اور نہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جلسہ ہوگا اور ضرور ہوگا خواہ رات کے تین بج جائیں یا صبح ہو جائے۔ آخر کار مخالفین کو ناکام ہونا پڑا۔ اور جلسہ میں بالاتفاق طے ہوا کہ سبھاش بابو کا شاندار جلوس نکالا جائے۔ چنانچہ تاریخی اور عظیم الشان جلوس نکلا اور مخالفین کو منہ کی کھانی پڑی۔

نیتاجی کے دست راست

یہ وہ دور تھا جبکہ عوام میں بیداری اور سیاسی سمجھ بوجھ کی زندگی پیدا ہو چکی تھی شخصیت پرستی کا بھوت دماغوں سے اُتر چکا تھا۔ اور عوام شخصیت پرستی سے تنگ آ چکے تھے۔ وہ کانگرس کی لیڈر شپ میں تبدیلی دیکھنا اور کرنا چاہتے تھے۔ وہ ایسی لیڈر شپ جو غلطیوں کی پتلا ہو لیکن پھر بھی زبردستی اپنے آپکو ٹھونسنا چاہے حامی نہ تھے۔ دقیانوسی فلسفہ کو سُننا نہیں چاہتے تھے۔ ان کا یقین تھا کہ آزادی دشمن کے دل موم کرنے سے نہیں ملتی آزادی لیجاتی ہے۔ قربانی اور جدوجہد سے آزادی کے حصول کے لئے ایک سہل اور آرام پسند راستہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ آزادی پُرخطر راہوں کو طے کرنے سے ملتی ہے۔ پُرخطر راہوں کو طے کرنیوالے رہنما کی ان کو ضرورت تھی۔

اس ضرورت کو نیتاجی سوبھاش بابو نے پورا کیا۔ عوام ان کو پسند کرتی تھی ان کی ہمنوا تھی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شخصیت پرست گروہ نے مُنہ کی کھائی۔ اور سوبھاش بابو بڑی اکثریت سے کانگرس ہائی کمانڈ کی زبردست مخالفت کے باوجود دوبارہ صدر منتخب ہوئے۔

شخصیت پرست اور رجعت پسند گروہ اس کامیابی کو کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ چراغپا ہو گیا لیکن فخر قوم سوبھاش چندر بوس مضبوط پہاڑ کی چٹان کی طرح اڑے رہے۔

اس مقابلہ کے زمانہ میں آپ کے خاص ساتھی آپ کے انتہائی قابل اعتماد مشیر و معین لالہ شنکر لال ہی تھے۔ آپ کی اس قربت کیوجہ سے لالہ جی کو نیتاجی کا دستِ راست سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ :-

"نیتاجی نے جاپان میں جا کر جو کام انجام دیا اس کے لئے میدان لڑائی سے چھ ماہ قبل لالہ جی نے جاپان جا کر جو زمین ہموار کی تھی اس کا پھل کاٹنے نیتاجی ہاں گئے"

جاپان کا سفر

اپریل ۱۹۴۰ء میں لالہ جی نے مائننگ کمپنی نیپال کی جانب سے بحیثیت مالی مشیر مسٹر لچھمن پرشاد منیجنگ ڈائرکٹر کے ساتھ جاپان جانے کی تیاری کی۔

دہلی میں مسٹر لچھمن پرشاد شرما لالہ جی کے پاس آئے اور پاسپورٹ کے فارم پر دستخط کرا کے لے گئے پاسپورٹ شنکر لال ہیرا لال گپتا کے نام سے تھا۔ تصدیق کرانے کے لئے فوٹو کھنچوایا گیا جو یورپین لباس بھدے رنگ کے سوٹ ہیٹ اور ٹائی میں تھا۔

پاسپورٹ کے فارم کے ساتھ ایک درخواست تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ لالہ شنکر لال اور ان کے

ہاتھی ماؤنٹنگ کمپنی نیپال کی طرف سے جاپان جانا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ نیپال کی زمینوں میں جو تانبہ وغیرہ کی کانیں ہیں ان کو کھود دینے کے لئے وہاں سے مشینری (سامان) اور انجینیر لا سکیں کمپنی موصوف کو ٹیکنیکل امداد کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہے۔

پاسپورٹ کی منظوری ملنے کے بعد بمبئی سے لالہ جی کے نام تار آیا۔ لالہ جی فوراً بمبئی پہونچے۔ اور بمبئی سے کلکتہ جاکر سبھاش بابو سے ملے۔

سبھاش بابو نے انہیں سفارشی اور تعارفی خط دیا جس کا مضمون یہ تھا :۔

" لالہ شنکر لال آل انڈیا فارورڈ بلاک کے جنرل سکریٹری اور ہندوستان کے مشہور و معروف قومی لیڈر ہیں جس کام کے لئے یہ جاپان آ رہے ہیں اس سلسلے میں جو ان کی مدد کرے گا میں اس کا ممنون ہونگا "

اس سفارشی چٹھی کے ساتھ لالہ جی کلکتہ سے جہاز پر سوار ہو گئے۔ اور ہانگ کانگ ہوتے ہوئے جاپان پہنچ گئے۔

ہانگ کانگ میں آپ کو ایک عبرت انگیز اور سبق آموز واقعہ سے واسطہ پڑا۔ آپ نے ایک کتب فروش سے جاپانی گائڈ اور کچھ جاپانی کتب طلب کیں۔

کتب فروش نے آپ کو بڑی قہر آلود نگاہ سے دیکھا اور غصہ بھری آواز میں نفی میں جواب دیا۔ آپکو بعد میں معلوم ہوا کہ چینی سخت قسم کے قوم پرست ہیں۔ وہ جاپان کی کتابیں فروخت کرنا بڑا پاپ سمجھتے ہیں۔ اور کسی قیمت پر ان کی کتب بیچنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

مئی میں آپ جاپان پہنچے۔ اور ٹوکیو کے مشہور و معروف امپیریل ہوٹل میں قیام پذیر ہوئے۔ تجارتی سلسلے میں آپ نے مت سوئی بھوشان کمپنی (جو جاپان کی بہت بڑی کمپنی ہے اور ہر قسم کا سامان اور آدمی سپلائی کرتی ہے) سے گفتگو کی۔

آپ وہاں جاپانی گائڈ کی مدد سے روسی سفیر سے ملے۔ اور ہندوستان کی آزادی کے مسئلے پر کافی دیر تک تبادلہ خیال کرتے رہے۔ آپ نے روسی سفیر سے ہندوستان کی غلامی کو ختم کرنے کے لئے امداد کی اپیل بھی کی۔ جس نے آپکو تسلی بخش جواب دیا۔ اور امداد کرنیکا وعدہ کیا۔

راجہ مہندر پرتاپ سے ملاقات | آپنے اسی دوران میں راجہ مہندر پرتاپ سے ملاقات کی۔ راجہ جی ایڈیٹ

ہو کر لالہ جی سے بغلگیر ہوئے۔ گھنٹوں باتیں کیں۔ ہندوستان کے حالات ایک ایک کرکے پوچھے۔ دوست احباب کی خیریت معلوم کی۔ ہندوستان کی سیاسی تحریک کے ہر پہلو پر اس طرح روشنی ڈالی جیسے وہ ہندوستان ہی میں بیٹھے ہوئے روزانہ کے حالات کا مطالعہ کر رہے ہیں اور اس میں حصہ لے رہے ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ ہندوستان پر ہر بڑی طاقت کی نگاہ ہے۔ اور دانت نکالے ہوئے بیٹھی ہے۔ ہر ایک اس کو ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔ افسوس ہندوستان کے رہنما عالمگیر سیاست سے آنکھیں موڑے ہوئے ہیں۔ اور ان کا بین الاقوامی سیاست سے کوئی ربط ضبط نہیں ہے۔ موجودہ محکوم قومیں اسوقت تک آزاد نہیں ہوسکتیں جبتک ان کا ربط ضبط بین الاقوام سیاسیات سے نہ ہوگا۔

راجہ جی نے لالہ جی کو ایک دن اپنے ہاں مہمان بھی رکھا۔ اور خود بھی لالہ جی کے ہوٹل میں آئے۔ لالہ جی کو راش بہاری بوس سے ملاقات کرنے کے لئے شروع میں کچھ دقتیں پیدا ہوئیں لیکن بعد میں آپکی ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ لالہ جی کو ان کے آخری حسرت بھرے الفاظ یاد ہیں۔ انہوں نے فرمایا تھا :-

" لالہ جی —

میں تو زندہ ہوں اس دن کی امید میں کہ ہندوستان آزاد ہو اور میں اپنے وطن کے درشن کروں — اور اپنی زندگی میں اس کو آزاد دیکھوں "

جاپان میں پندرہ دن مقیم رہنے کے بعد لالہ جی ٹوکیو سے کولمبو اور کولمبو سے مدراس اور مدراس سے ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے۔ اور دو ماہ کلکتہ میں مقیم رہے۔

جاپان جانے سے پہلے لالہ شنکر لال نے پیارے لال موٹر والوں کے صاحبزادے مسٹر رگھو نندن کو جن سے ان کے گہرے اور خاندانی تعلقات تھے۔ جاپان جانے کے ارادے سے مطلع کر دیا تھا۔ اور ان کو جاپان جاتے وقت اپنا گھر سونپ گئے تھے۔

جاتے وقت لالہ جی نے ان کو اپنے گھر کے حالات سے آگاہ کرکے یہ الفاظ کہے تھے۔

" مسٹر رگھو نندن تمہارے بھروسہ پر میں جاپان جا رہا ہوں۔ تم بعد میں گھر کی دیکھ بھال اور حفاظت کرنا "

پرانے تعلقات اور اعتماد و دوستی کی بنا پر لالہ جی نے جاپان جانے کے بعد جاپان بخیریت پہنچنے وغیرہ کی تفصیلی اطلاع ایک پرچہ میں لکھ کر معتبر ذریعہ سے لالہ رگھو نندن صاحب کے پاس بھیجدی تھی انہوں نے

کمال کیا، کمال کیا کیا "حق دوستی" ادا کیا کہ اس پرچہ کو بحفاظت سی، آئی، ڈی کے حوالہ کر دیا۔

اسی پر بس نہیں کیا بلکہ لالہ جی کے جاتے ہی ان کے گھر والوں کو پریشان کرنے کے ہر ممکن طریقے اختیار کئے۔ بیوی بچوں کو دربدر پھرائے اور ان سے کوٹھی خالی کرانے کی اسکیمیں بنائیں۔ ٹروپیکل انشورنس کمپنی جس کے منیجنگ ڈائرکٹر لالہ جی اور مسٹر رگھونندن خود ڈائرکٹر تھے) کمزور و بدنام کرانے کی کوشش کی اپنے دوستوں کے اخبارات میں کمپنی کے خلاف پروپیگنڈہ کرا کر کمپنی کے کلرکوں کو ورغلا کر ان سے شکایات کرا کر سپرنٹنڈنٹ انشورنس کمپنی سے مقدمات چلوانے کی سازشیں کیں۔

آخر میں آپ نے ایک عجیب و غریب حرکت کی کہ نظربندی سے قبل لالہ جی نے رگھونندن سرن کی کمپنی سے اپنی موٹر درست کرائی تھی۔ اسی اثنا میں آپ نظربند کر دیئے گئے۔ درست کرانے کی اجرت صرف تین سو روپے تھی جس کی وصولیابی رگھونندن نے عدالت سے کرائی۔ اور ڈگری کے ذریعے تین سو روپے وصول کئے۔

یہ منافقانہ دشمنی محض اس بنا پر کی گئی کہ لالہ جی سوبھاش بابو کے ساتھی کیوں تھے۔

اس پرچے کے پہنچنے سے قبل سی، آئی ڈی، بالکل بے خبر تھی۔ یہ پرچہ ملتے ہی سی آئی ڈی کی آنکھیں کھلیں کہ لالہ جی جاپان پہنچ گئے"۔

چنانچہ ۲۶۔ اگست سنہ ۴۱ء کو بمبئی حکومت کے وارنٹ پر کلکتہ میں لالہ جی گرفتار کر لئے گئے۔ اور بمبئی لیجائے گئے۔ جہاں ان کے خلاف دھوکہ دہی جعلی کاغذ بنانے اور اس کو استعمال کرنے کے الزام کے ماتحت مقدمہ دائر کیا گیا۔

۴۲۰ کا الزام ثابت نہیں ہوا تو ۴۷۱ دفعہ اس بناء پر لگائی گئی کہ لالہ جی نے پاسپورٹ کے فارم پر اپنی پیدائش بمبئی کی ظاہر کی اور لالہ شنکر لال ولد ہیرا لال لکھنے کے بجائے شنکر لال ہیرا لال گپتا نام مدت سے ساتھ لکھوایا اور رہائش ۱۳۳ کیکا اسٹریٹ بمبئی ظاہر کی۔ اور فوٹو بھی ہندوستانی نہیں انگریزی لباس کا پاسپورٹ لینے کے لئے پیش کیا۔

جعل سازی کے الزام کے ثبوت میں یہ کہا گیا کہ تصدیق کرنے والے مجسٹریٹ کے دستخط پاسپورٹ پر جعلی کرائے گئے۔ مجسٹریٹ نے خود دستخط نہیں کئے۔ پاسپورٹ چونکہ جعلی بنایا اور اس کو استعمال کر کے جاپان کی آمد و رفت کی اسی جعلی کاغذ بنانے اور اس کے استعمال کر نیکا مرتکب لالہ جی کو قرار دیا جائے۔

پاسپورٹ کس طرح بنا

حکومت کے گواہ منوبھائی گوردھن داس نے لالہ جی کو پاسپورٹ بنوا کر کس طرح دیا اس کی کیفیت اپنی شہادت ۱۳ - اگست سنہ ۱۹۴۱ء کو بمبئی کی عدالت میں چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ کے سامنے بیان کی :-

" میں بیرون ہند مسافروں کے پاسپورٹ اور بکنگ کا ایجنٹ ہوں - اورگھیا بلڈنگ کمپیٹ باڑی مین روڈ پر پانچ سال سے پٹیل اینڈ پٹیلز کے نام سے تجارت کرتا ہوں - مارچ اور اپریل سنہ ۱۹۴۰ء میں اسی بلڈنگ میں رہتا تھا - جو کام میں اپنے موکلوں کے واسطے کرتا ہوں اس کی فیس لیتا ہوں - فیس کا تقرر کام پر منحصر ہوتا ہے - جیسا کام ہوتا ہے ویسی ہی اس کی فیس ہوتی ہے -

میں مسٹر شرما کو اس واقعہ سے پہلے نہیں جانتا تھا - لالہ شنکر لال گپتا کو میں ۵ - اپریل سے قبل جس روز میں نے چیف پریزیڈنسی کی عدالت میں شہادت دی نہیں دیکھا تھا - مسٹر شرما کو میں نے پہلی مرتبہ پچھلے مارچ سنہ ۱۹۴۰ء میں دیکھا - وہ میرے دفتر میں تنہا آئے تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ ان کے ایک دوست لالہ شنکر لال گپتا کے لئے پاسپورٹ کی ضرورت ہے جن کو وہ لطور ذاتی سکرٹری اپنے ہمراہ کاٹن کی مشینری خریدنے کے لئے لیجانا چاہتے ہیں انہوں نے مجھ کو ایک کمپنی کی میمورنڈم اینڈ آرٹیکل آف ایسوسی ایشن دکھلائی - غالباً اس کمپنی کا نام نیشنل مائننگ کمپنی تھا جس میں مسٹر شرما کا نام منیجنگ ڈائرکٹر کے طور پر درج تھا انہوں نے مجھ کو بمبئی حکومت کا سنہ ۱۹۳۸ء کا جاری کردہ پاسپورٹ بھی دکھلایا -

مسٹر شرما نے کہا کہ تم لالہ شنکر لال کو پاسپورٹ دلوانے میں مدد کرو - میں نے کہا کہ لالہ جی کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں - انہوں نے جواب دیا کہ لالہ جی بمبئی میں نہیں ہیں - بلکہ کہیں شمالی ہندوستان کی طرف گئے ہوئے ہیں "

فارم پاسپورٹ کی خانہ پوری

" مسٹر شرما نے مجھ سے پاسپورٹ کا فارم مانگا - میں نے ایک دفتری فارم ان کو دیا جس پر میں نے مسٹر شرما کے کہنے سے فارم کی خانہ پوری کی - فارم ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء کو بھرا گیا جس کی نقل حسب ذیل ہے :-

(نام) شنکر لال ہیرا لال گپتا -

(پتہ) ۱۳۳ کیکا اسٹریٹ بمبئی ۔

(جائے پیدائش) پیدائشی انگریزی رعایا ۔ بمبئی میں ۔

جاپان وچین کی تجارت کے لئے ۔

دستخط کی جگہ پر کراس میں نے لگایا ۔ دائیں طرف میں نے لکھا تھا ۵۵ سال ۔

(پیشہ) کانوں کی تجارت ۔

شادی شدہ

بمبئی

تاریخ پیدائش ۳/۸۵ ۱۸

قد ۔ ۵ فٹ ۶-۱ انچ ۔

رنگ ۔ کالا ۔ سفید اور کالا ملا ہوا ۔

فارم پاسپورٹ میں تبدیلی

شناختگی کے نمایاں نشانات کے خانہ کے آگے میں نے لائن کھینچی میں نے ایک سیدھی لائن عرضی دھندہ کی بیوی سے متعلق خانہ میں کھینچی تھی ۔

الفاظ سفید اور کالے کسی نے مٹا دئے ہیں ۔ اور اس کی جگہ کالا اور بھورا درج کر دیا ہے ۔ لیکن یہ میں نے نہیں کیا ۔"

کانوں کی تجارت جو میں نے لکھا تھا اس کو کسی نے مٹا دیا ۔ اور اس کی جگہ صرف تجارت دوبارہ لکھدیا ہے ۔ یہ بھی میں نے نہیں کیا ۔

میں نے تمام خانہ پوری حسب ہدایت مسٹر شرما کی تھی ۔ درخواست کی پشت پر الفاظ "پٹیل اینڈ شیلیزنگر" کے سٹامپ سے لگائے ہوئے تھے جب میں نے فارم کو پر کرنا شروع کیا تھا اس وقت اس فارم کی پشت پر تاریخ اور ہندسے اور دیگر الفاظ سیاہی کے لکھے ہوئے موجود نہیں تھے ۔

فارم کا بقایا حصہ سادہ تھا ۔ رنگ دار چٹ پر خود دستخطوں کے نمونہ کے لئے تھے وہ بھی فارم پر موجود تھے ۔ اس سے علیحدہ نہیں تھے ۔ لیکن میں نے سیاہی سے کر

کر دیا تھا۔ تاکہ یہ ظاہر ہو جائے۔ کہ لالہ شنکر لال گپتا کو یہاں دستخط کرنے ہیں۔
جب میں نے مسٹر شرما کے کہنے کے مطابق فارم پُر کر دیا تو میں نے مسٹر شرما سے کہا کہ اب یہ
فارم لیکر اس مجسٹریٹ سے جہاں لالہ شنکر لال رہتے ہیں دستخط کرائے جائیں۔
مسٹر شرما نے وہ فارم مجھ سے لے لیا۔ انہوں نے مجھ سے ایک اور سادہ فارم مانگا ایک
فارم خراب ہو جائے یا اس کی خانہ پوری درست نہ ہو تو دوسرا پُر کر سکیں۔
اس کے بعد وہ چلے گئے۔ بعد ازاں مسٹر شرما اپریل ۱۹۵۵ء کے پہلے ہفتہ میں میرے
دفتر میں آئے۔ اس روز ہفتہ تھا۔ وہ لالہ شنکر لال کے تین فوٹو اور فارم پاسپورٹ
اپنے ہمراہ لائے۔
فارم پاسپورٹ پر میں نے شنکر لال ہیرا لال گپتا دو جگہ جہاں مسٹر گپتا کو دستخط کرنے
کے لئے کہا تھا دیکھا۔
دستاویز مثنیٰ فوٹو دیکھ کر کہا کہ یہ ان تینوں فوٹوؤں میں سے ایک فوٹو کی کاپی ہے۔
فارم پاسپورٹ پر میرے تصدیقی دستخط نہیں تھے میں نے مسٹر شرما سے لالہ شنکر لال
کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ لالہ شنکر لال بمبئی میں آ گئے ہیں۔
اور مجھے ان کے لئے مجسٹریٹ کے تصدیقی دستخط کا انتظام کرنا چاہیئے۔
میں نے دریافت کیا کہ آپ لالہ شنکر لال کو کیوں نہیں لائے تو مسٹر شرما نے کہا کہ کلکتہ
سے سومار کو جہاز چلنے والا ہے اور بمبئی سے اسی روز چلنا تھا۔ اور اس روز ہفتہ
ہونے کی وجہ سے دفتر آدھے دن کے بعد بند کر دیا جاتا تھا۔ اس لئے لالہ شنکر لال
بیحد مصروف تھے۔
مسٹر شرما نے مجھ سے کسی جے۔ پی۔ تصدیق کرنیوالے مجسٹریٹ کا نام معلوم کیا۔ میں نے
ان کو دو تین نام بتلا دیئے انہوں نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ میں کسی سے دستخط کرا دوں
میں نے انکار کیا کہ جبتک لالہ شنکر لال خود موجود نہیں ہوں گے اس وقت تک اپنی ذمہ داری
پر دستخط نہیں کرا سکتا۔
اس کے بعد انہوں نے مجھ سے فارم اور فوٹو مانگے۔ میں نے کہا کہ ان فوٹوؤں کے

پُشت اور فارم پر جے۔ پی کے دستخط کرانے چاہئیں۔ پھر میں نے فوٹوؤں کی پُشت پر یہ مُہر لگادی :-

میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ صحیح فوٹو ہیں۔   بمبئی جے۔ پی

میں نے سیاہی سے اس مہر کے خانہ پر یہ الفاظ بھی لکھدئے۔ شنکر لال ہیرا لال گپتا۔ ڈی۔ ٹی ترپاٹھی کے دستخط اس وقت اس پر نہیں تھے۔ شرما نے فارم کو اور فوٹو کو لیتے ہوئے کہا کہ کسی مجسٹریٹ سے اس پر دستخط کراؤنگا۔ اور میرے دفتر سے چلا گیا فارم کی پُشت پر جو تصدیق ہے اس سے میں کہہ سکتا ہوں کہ ۶ - اپریل ۴۳ء کو ملزم شرما میرے دفتر میں گیارہ بجے کے قریب آیا تھا میں اس وقت مصروف تھا۔ مجھے چند پاسپورٹ تیار کرنے تھے۔ اور مسافروں کی فہرستیں تیار کرکے سی آئی ایس این کمپنی کو بھیجوانی تھیں۔ جو تعلق رکھتی تھیں بمبئی سے ایسٹ افریقن بندرگاہوں کو جانیوالے جہازوں سے۔ جو ہفتہ کے روز جانیوالا تھا۔

ایک گھنٹہ مشکل سے گذرا ہوگا کہ شرما آن پہنچے۔ وہ فوٹوؤں اور فارم پر دستخط کرالائے تھے۔ یہ دستخط ڈی۔ ٹی ترپاٹھی کے تھے۔ تاریخ ۴۳/۴/۶ کی تھی۔ میں مسٹر ڈی، ٹی ترپاٹھی کو جانتا ہوں وہ جے، پی ہیں۔ یہ ان دو تین آدمیوں میں سے ہیں جن کے نام میں نے شرما کو بتلائے تھے۔ میں نے دستخط دیکھے۔

عدالت کے سوال کرنے پر   جواب دیا کہ "میں ڈی، ٹی ترپاٹھی کے دستخطوں کو پہچانتا ہوں۔ کیونکہ میں اکثر گجرات کے لوگوں کے عرضی دہندگان کو جن کو میں جانتا تھا بیکر ڈی۔ ٹی ترپاٹھی کے پاس دستخطوں کے لئے بھیجا تھا۔ اس بنا پر میں ان کے دستخط پہچانتا ہوں۔ جب میں نے ڈی ٹی ترپاٹھی کے دستخط فارم اور فوٹوؤں پر دیکھے تو میں نے ان دستخطوں کو صحیح تسلیم کیا۔ فارم اور فوٹوؤں پر ان کے دستخطوں سے ملے ہوئے دستخط تھے۔

چار پانچ اور بھی درخواستیں میری میز پر تھیں۔ اور ایک دو پر ان میں سے مسٹر ترپاٹھی نے دستخط کئے تھے۔ وہ صبح سے میرے ہاں پڑی ہوئی تھیں۔

میں پھر جلدی سے مسٹر شرما کے ساتھ سی آئی ڈی دفتر بالمقابل کرافورڈ مارکیٹ ٹیکسی میں گیا۔ کیونکہ ہفتہ کے روز دفتر ڈیڑھ بجے بند ہو جاتا ہے۔ شرما پہلی منزل پر کھڑے رہے میں تیسری منزل پر گیا۔ اور ڈپٹی انسپکٹر بارٹ سے ملا۔

میں نے بارٹ کو فارم اور فوٹوؤں کی کاپیاں دیں اور ان سے کہا مہربانی کر کے بہت جلد ڈپٹی کمشنر پولیس کے دستخط کرا دیجیے۔ ڈپٹی انسپکٹر نے پوچھا لالہ شنکر لال کہاں ہے۔ میں نے کہا وہ دفتر میں بے حد مصروف ہیں۔ اور چونکہ ان کو بمبئی سے اسی رات جانا ہے اس لئے دفتر سے نہیں اٹھ سکتے۔ میں نے یہ اس لئے کہا کہ پاسپورٹ کی سخت ضرورت تھی۔ اور مسٹر شرما نے مجھ سے یہ سب باتیں کہی تھیں۔ میں نے یہ بھی کہا کہ مسٹر شرما کانوں کی کمپنی کا منیجنگ ڈائرکٹر ہے۔ وہ مسٹر گپتا کو بطور سکرٹری جاپان لے جانا چاہتے ہیں۔ اور وہ خود یہاں موجود ہیں۔

مسٹر شرما پہلی منزل پر منتظر تھے عمارت میں لفٹ نہیں تھا اس لئے وہ بڈھے آدمی ہیں تیسری منزل پر نہیں چڑھ سکتے۔

ڈپٹی انسپکٹر نے مجھ سے کہا کہ مسٹر شرما سے لالہ شنکر لال گپتا کے بارے میں ایک ذمہ داری کی چٹھی لکھوا لو۔ انہوں نے مجھ کو بتایا کہ کس قسم کی چٹھی کی ضرورت ہے میں نے ڈپٹی انسپکٹر سے کاغذ لیکر چٹھی کا مضمون ان کی ہدایت کے مطابق لکھا وہ چٹھی لیکر میں شرما کے پاس نیچے کی منزل گیا۔ اور ان سے کہا کہ اس چٹھی پر دستخط کر دو۔ انہوں نے ربڑ اسٹامپ نکالی کیونکہ وہاں پیڈ نہیں تھا۔ اس لئے ایک پولیس کے سپاہی نے میرے کہنے پر دفتر سے پیڈ لا کر دیا۔ اور مسٹر شرما نے اس ذمہ داری کی چٹھی پر یہ مہر لگا دی۔

نیشنل مائننگ اینڈ ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ کی جانب۔ جوائنٹ منیجنگ ڈائرکٹر۔

اور میری موجودگی میں دستخط کر دئے۔

میں اس چٹھی کو لیکر اوپر گیا۔ اور وہ ڈپٹی انسپکٹر کو دیدی اور ان سے کہا کہ اب بہت جلدی کام کر دیجیے۔ میں نے ان کے دفتر میں دس منٹ تک انتظار کیا۔ جب میں یہ دریافت کرنے گیا کہ پاسپورٹ تیار ہو گیا یا نہیں تو اس نے مجھ سے کہا کہ تم نیچے جا کر انتظار کرو۔

تب میں نیچے چلا گیا اور راؤ بہادر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی سے ملا میں نے ان کو تمام حقیقت اور پاسپورٹ کی فوری ضرورت کیوجہ بتائی - اس پر انہوں نے ڈپٹی کمشنر کے دستخطوں کا فارم مجھے دیدیا - مسٹر شرما اور میں پولیس دفتر سے ٹیکسی پر روانہ ہوئے - راستہ میں سر فیروز شاہ مہتہ روڈ پر مسٹر شرما ایک ہیمہ کمپنی کے سامنے اُتر گئے - اور مجھ سے کہا کہ سرکاری دفتر سے پاسپورٹ لیکر مجھ کو اس جگہ پر دیدینا - میں سرکاری دفتر گیا جہاں فوٹو اور فارم مسٹر ڈیورٹ سپرنٹنڈنٹ پاسپورٹ آفیسر کو دیا - اور ان سے کہا کہ پاسپورٹ کی جلد ضرورت ہے - میں نے کچھ دیر انتظار کیا - اس کے بعد انہوں نے مجھ کو بلایا اور پاسپورٹ دے دیا -

میں نے پاسپورٹ دفتر میں اپنے فرم کی مہر پاسپورٹ کے پشت کے باہری حصہ پر جیسا عام طور پر کرتا ہوں لگا دی - میں ہیمہ کمپنی کے دفتر میں فیروز شاہ روڈ پر گیا - مسٹر شرما اندر دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے - پاسپورٹ ان کو دیدیا اور اپنے دفتر واپس آگیا - اس سے پہلے جب ہم اپنے دفتر سے نکلے تھے تو مسٹر شرما نے ۴۵ روپے بطور میری فیس کے مجھ کو دئے تھے جس کی میں نے ان کو رسید دی -

میں نے مسٹر شرما کو لالہ شنکر لال کے لئے پاسپورٹ مہیا کرنیکی اس وقت کوشش کی جب مجھے شرما سے معلوم ہوا کہ لالہ شنکر لال بمبئی کے ہیں اور بمبئی میں ہیں - اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ لالہ جی بمبئی میں نہیں ہیں تو میں پاسپورٹ مہیا کرنیکی کبھی کوشش نہ کرتا - کسی شخص کو بمبئی دفتر سے اس وقت تک پاسپورٹ حاصل کرنے کا حق حاصل نہیں ہے جبتک کہ وہ بمبئی کا باشندہ نہ ہو ورنہ اس کو اپنے صوبہ سے پاسپورٹ حاصل کرنا ہوتا ہے -

تین چار ماہ بعد مجھے سی آئی ڈی کے دفتر میں بلایا گیا جہاں ۲۷ کو مجھ کو وہاں پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ پاسپورٹ کی درخواست اور فوٹو پر ڈی ٹی ترپاٹھی کے دستخط نہیں ہیں - میں نے اس معاملہ میں خاص فیس ۴۵ روپے چارج کی ہے - میری عام فیس پانچ روپے ہے - کام عجلت کا تھا اس لئے یہ فیس زیادہ لی گئی -

جعلی پاسپورٹ | دھرم سکھ رام ترپاٹھی جے پی نے جعلی پاسپورٹ ہونے کے

بارے میں ۹/۴ ۱۳ کو چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ بمبئی کی عدالت میں جو بیان دیا وہ حسب ذیل تھا:۔

"میں کچھ اسٹیٹ کا ایجنٹ ہوں۔ میں جسٹس آف دی پیس ہوں۔ میں ۱۹۲۹ء سے جے پی کے فرائض انجام دے رہا ہوں۔"

عدالت سے دریافت کرنے پر کہا "مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ میرا نام حال ہی میں بھی گزشتہ مورخہ ۹/۴ ۱۱ میں حکومت نے جے پی کی فہرست میں سے ہٹا دیا ہے۔ مجھے اس کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ میں نے پاسپورٹ فارم شنکر لال کی درخواست پہلی مرتبہ پولیس سٹیشن پر دیکھی تھی اس پر جو دستخط ڈی اتی ترپاٹھی یعنی میرے نام کے کئے ہیں میرے نہیں ہیں اور نہ میرے قلم کے ہیں۔ الفاظ جے پی اور تاریخ ۲/۶ بھی میرے قلم کے نہیں ہیں۔ میرے دستخطوں میں اور اس جعلی دستخط میں بہت فرق ہے۔

۴/۲ ۵ کو مجھے سی آئی ڈی کے دفتر میں بلایا گیا اور نمونہ کے لئے میرے دستخط لئے پاسپورٹ فارم پر جعلی دستخطوں میں ڈی کے لفظ میں جو خلا ہے جیسے میں دستخط کرتا ہوں اس سے بہت بڑا ہے۔ گو پہلا ٹی میرے ٹی سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ میرے ٹی سے بہت مختلف ہے۔ کیونکہ میں اکثر ٹی کے عمودی اور افقی لائنوں کو کبھی ملاتا نہیں ہوں جیسی کہ پہلے ٹی پاسپورٹ فارم میں ہے۔ دوسرا ٹی پاسپورٹ فارم پر میرے دستخطوں کے ٹی سے بالکل مختلف ہے۔ ہندسہ ۴ پاسپورٹ کی تاریخ میں میرے ۴ کے ہندسہ سے مختلف ہے۔ میں ۴ کے ہندسے میں معمولی سی خلا چھوڑتا ہوں۔ الفاظ جے پی میں جیسا میں لکھتا ہوں اس میں خلا نہیں ہوتا۔ جیسے کہ جعلی الفاظ جے پی میں ہے۔ میں ہمیشہ اپنا نام اس خانہ میں خود لکھتا ہوں جو درخواست پاسپورٹ میں ان الفاظ کے بعد چھپا ہوا ہے "کہ میں دستخط کنندہ کا ن ذیل" مجھے یقین نہیں کہ میں نے کبھی بھی اس طرح خود خانہ میں اپنا نام نہ لکھا ہو۔

ایک درخواست فارم نمبر ۱۱۶۳۴۴۶ مورخہ ۶/۳ ۳۱ کو دیکھ کر کہا کہ ان پر ڈی ٹی ترپاٹھی میرے دستخط نہیں ہیں۔ الفاظ ڈی پی ترپاٹھی بھی خانہ میں اور الفاظ جے پی اور تاریخ میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ فوٹو کے پشت پر میرے دستخط نہیں ہیں۔"

بھی اسی طریقے کے جعلی دستخط ہیں جیسے کہ فارم پاسپورٹ لالہ شنکر لال پر ہیں۔ میں نے اس عورت کو کبھی نہیں دیکھا جس کا یہ فوٹو اور فارم ہے۔ میں اس کو نہیں جانتا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ فارم کبھی میرے پاس لیکر نہیں آیا۔ اس جعلی دوسری درخواست کے بارے میں میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس پر جو دستخط ہیں وہ میرے دستخطوں سے کچھ بھی مشابہت نہیں رکھتے۔

پاسپورٹ فارم کے ہندسے ۲۸ میں زیادہ گولائی ہے۔ بہ نسبت میرے لکھے ہوئے نمونہ کی نسبت مختلف ہے، مئی ۱۹۶۸ء کو ڈپٹی انسپکٹر کوٹھارے نے مجھے پاسپورٹ دکھلایا تھا۔ میں نے دیکھتے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ دستخط میرے نہیں ہیں۔ میرے نمونہ کے دستخط بھی اس دن لئے تھے۔ میں اصل پاسپورٹ دیکھ چکا تھا اس کے بعد میرے نمونہ کے دستخط لئے گئے۔

میں کسی ہینڈ رائٹنگ اکسپرٹ کو نہیں جانتا۔ اور نہ کسی سے میں نے مشورہ لیا۔ میں نے کبھی اپنے دستخط یا تحریر کی جانچ کرنے کی کوشش نہیں کی۔

جو تفصیلات جعلی دستخطوں اور اپنے اصل دستخطوں کے بارے میں میں نے عدالت میں بیان کی ہے ان کی وجوہات یہ ہیں۔

جب میں نے پاسپورٹ کے اوپر اپنے جعلی دستخط دیکھے اور اصل دستخط سی آئی ڈی کو دیئے تو سپرنٹنڈنٹ ڈیبائی اور ڈپٹی انسپکٹر کلرے نے مجھ سے کہا کہ ان میں تو کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ میں نے ان کو فرق گنوانے شروع کئے۔ الفاظ خلاء لغزشات وغیرہ ڈپٹی اور انسپکٹر سے سنے جو کہ مجھ کو یاد رہے۔

میں نے اس کو اس روز اور اس کے دوسرے روز نہیں دیکھا میں نے اس سے سوائے چیف پریزیڈنسی کی عدالت کے کبھی جعلی دستخطوں کے بارے میں بات نہیں کی۔ نہ کبھی شرما اور لالہ شنکر لال کا ذکر کیا۔

البتہ پہلا پاسپورٹ ایجنٹ ہوں جس کی درخواستوں پر میں دستخط کرتا ہوں اس سے پہلے میں صرف اپنے واقف کاروں کی درخواستوں پر دستخط کرتا تھا۔

میرا اس سے کبھی یہ طے نہیں ہوا کہ وہ بمبئی میں پاسپورٹ کی ایجنسی کرے۔ اور پانڈے
اس کا دلال بنے۔ اور میں پاسپورٹوں کی درخواستوں پر دستخط کرکے اس کی مدد کروں۔
میرے دستخطوں میں تھوڑا بہت فرق مختلف حالات وکیفیات کیوجہ سے ہو سکتا ہے
میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے دستخط کسی ہوشیار آدمی نے جعلی بنائے ہیں۔ لیکن بہت غور
سے دیکھنے کے بعد مجھ کو اس کے جعلی ہونے کا پتہ لگتا ہے۔

میں تعارفی خطوط کی بنا پر فارموں پر دستخط کرکے دیدیتا تھا۔ زیادہ تحقیقات نہیں کرتا تھا
میں درخواست کنندہ کی اصل سکونت پر کوئی توجہ نہیں دیتا تھا۔ اگر درخواست دینے
والا بمبئی سے باہر رہتا ہے۔ اور اپنی ایک چٹھی کے ساتھ میرے پاس فارم بھیجتا تھا
تو میں اس کے فارم پر دستخط کر دیتا تھا۔

کلکتہ سے میرے خلاف قرقی آئی تھی جس کی وجہ میرے وکیل کی غفلت تھی کہ اس نے
قسط ادا نہیں کی میں اس کو قسط بھیج چکا تھا۔ قسط نہیں پہنچی تو قرقی آ گئی"

حکومت کا منشا تھا کہ لالہ شنکر لال کو پھانسا جائے۔ لیکن واقعات ومسائل اور شہادتیں
مسٹر شرما اور ان پاسپورٹ کے خلاف تھیں۔ لالہ جی کے خلاف مقدمہ میں جان نہ ہونے کی وجہ سے
آخر حکومت کو ان کے خلاف مقدمہ واپس لینا پڑا۔

جھیپ آتا رہنے کے لئے ۸۔ نومبر ۱۹۴۱ء کو ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتار کرکے آپ
نظر بند کر دیا۔ بمبئی سے دہلی کے قلعہ میں لائے پندرہ دن کے بعد لاہور قلعہ میں لے گئے دسمبر جنوری
فروری، مارچ کے مہینوں میں وہیں رکھا۔ پھر اپریل اور مئی میں دہلی کے قلعہ میں لے آئے۔

لاہور کے قلعہ میں آپ پر بےپناہ مظالم توڑے گئے۔ طرح طرح سے ستایا اور پریشان کیا گیا۔
بار بار کہا جاتا تھا بیان دو۔ بتاؤ شروع میں سوالات نہیں کرتے تھے کہتے تھے جو کچھ زندگی میں اب تک کیا
ہے اس کو سلسلہ وار بیان کرو۔ آخر میں سوالات کا سلسلہ قائم کیا۔

(۱) جاپان سے کتنا روپیہ لائے ہو۔ کہاں ہے؟
(۲) جاپان نے کتنے ہتھیار دئے ہیں۔ کہاں رکھے ہوئے ہیں۔
(۳) براڈ کاسٹنگ مشین کیسی ملی ہے۔ کہاں ہے؟

(۴) سوبھاش بابو کس طرح گئے ہیں؟

(۵) جرمنی اور اٹلی کے سفیر سے تم نے ملاقات میں کیا کیا باتیں کیں؟

(۶) پرنس کو سے کیا باتیں ہوئیں؟

(۷) جاپان میں کس کس سے ملے؟

جوابات نہ ملنے اور دریافت میں ناکام ہوتے تو بدکلامی کرتے۔

۲۳- دسمبر کا واقعہ ہے کہ ایک بہادر پیدری نامی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ لالہ جی کے پاس لاہور قلعہ میں آیا اور اس نے سردار سردول سنگھ کویشر اور ڈاکٹر ستیہ پال کو مغلظ گالیاں دینی شروع کیں۔ اور ان کی بدتمیزی کے ساتھ برائیاں کیں۔ لالہ جی خاموشی سے سنتے رہے۔ جب اس نے مہاتما گاندھی کی شان میں نازیبا اور مغلظ گالیاں دیں تو لالہ جی برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے بھی خوب سنائیں۔ مولانا عبداللہ پھلوری کی دوستی کا شرف حاصل تھا کیسے پیچھے وہ سنائیں کہ ڈپٹی صاحب لاجواب ہو گئے۔

بدکلامی کے بعد مار پیٹ کی دھمکی دینے لگے کہ بالاؤ فلاں کو وہ لالہ شنکر لال کو چوروں کی مار مارے۔ خوب پیٹے، اس کی قینچی کی طرح چلنے والی زبان کو کاٹ دے۔

اس کے جواب میں لالہ جی نے کرسی اٹھالی کہ آؤ — میں تیار ہوں مارنے مرنے کے لئے۔ تم بھی میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے۔

ڈپٹی نے جب یہ نقشہ دیکھا اور اس کے بعد لالہ جی نے بھوک ہڑتال کر دی۔ تو صلح پر آمادہ ہوا چنانچہ شام کو صلح ہو گئی۔ اور سختی و پریشانی کا زمانہ ختم ہوا۔

پھر مئی میں آپ کو کیمبل پور جیل اس کے بعد مرکز دارالخلافہ کر کے نور تیل گری بھیجا گیا۔ جہاں آپ کے ساتھ سرت بابو بھی نظر بند کئے گئے تھے۔ جاپان کے زوال کے بعد سرت بابو کے ساتھ آپ بھی ۱۴- دسمبر ۱۹۴۵ء کو رہا کر دئے گئے۔
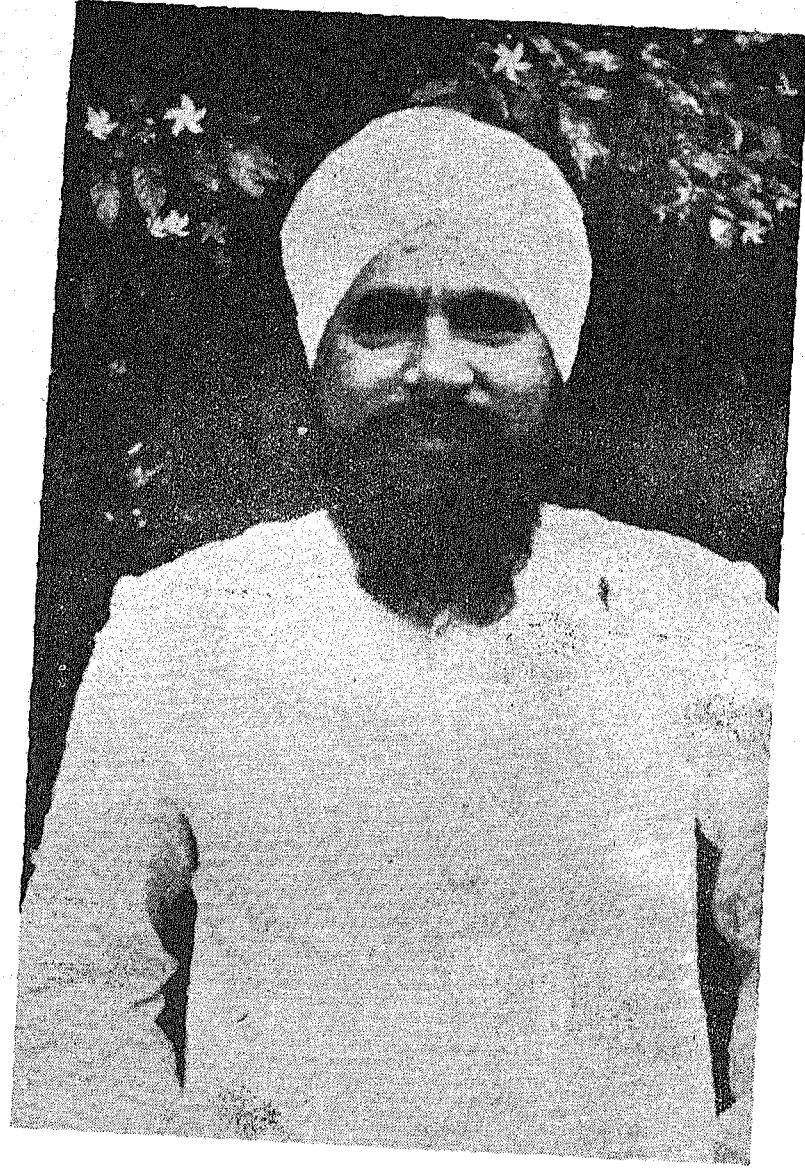
سردار سردول سنگھ کویشر
صدر آل انڈیا فارورڈ بلاک۔ اور نیتاجی کے جاپان جانیکے راز سے واقف کار

بائیں جانب سے، لالہ شنکر لال۔ سردار سردول سنگھ کویشر۔ مسٹر پر مانند سکریٹری صوبہ فارورڈ بلاک بمبئی

سردار سردول سنگھ کویشر

آپ پنجاب کے مشہور و مقتدر خاندان "کویشر" کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ اس دور میں جبکہ انگریزوں کا پنجاب میں تسلط ہو چکا تھا۔ ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپکا خاندان ہمیشہ سے ملک کا خادم رہا ہے اور ملک کی خدمت کرنے میں جان و مال عزت و شان کی قربانی دینے سے گریز نہیں کیا۔

برطانیہ کا باغی خاندان

آپ کے جد امجد بھائی "نارا سنگھ" مہاراجہ رنجیت سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کے معتمدوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اور دربار میں خاص درجے اور دست راست کی کرسی کے حقدار سمجھے جاتے تھے۔ آپ مہاراجہ شیر سنگھ کے عہد حکومت میں وزیر خارجہ (فارن منسٹر) تھے۔

جبکہ ہندوستانیوں کے باہمی اختلافات اور خود غرضیوں کی وجہ سے انگریزوں نے پنجاب پر اپنا قبضہ کر لیا۔ تو آپ کے جد امجد موصوف نے انگریزوں کی اطاعت کرنے اور ان کی وفاداری کرنے سے خود دارانہ طریقے پر انکار کیا۔ اور برملا کہا کہ ہم اپنوں کی غلامی کر سکتے ہیں۔ اپنوں کی حکومت دیکھنے کے عادی ہیں۔ ہزاروں میل دور کے رہنے والوں کو حاکم کی صورت میں برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کے سامنے جھکنا اپنی شرافت خاندانی و قومی کا خون کرنا سمجھتے ہیں۔

اس انکار پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ناعاقبت اندیش اور ریشہ کھسوٹ والے ذمہ دار لوگ کیسے برداشت کرتے۔ وہ اس روڑے کو راستے میں کیسے حائل ہوتے دیکھ سکتے تھے۔ انتقامانہ کاروائی کی۔ انکا سرمایہ ان کے مال و متاع کا بہت بڑا حصہ ضبط کر لیا۔ اور ان پر عتاب کی بارش کی گئی۔

رہی سہی جائداد پنجاب کی یونینسٹ منسٹری نے سردار سردول سنگھ کویشر کے ۱۹۳۲ء میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے چیرمین بننے اور بستہ گرہ تحریک میں حصہ لینے کی بنا پر ضبط کر لی۔

تعلیم

آپ نے ۱۹۰۵ء میں میٹرک پاس کیا۔ اور تمام پنجاب میں نمایاں حیثیت حاصل کی۔ ۱۹۰۹ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد آپکا رجحان سیاست کی طرف مائل ہوا۔ طالب علمی کا زمانہ بھی باغیانہ اعمال سے بھرا پڑا ہوا ہے۔ اسکول کالج میں آئے دن تحریکوں میں

اور اصلاحی کاموں میں حصہ لیتے تھے۔

جرنلزم

سنہ ۱۹۱۲ء میں آپ نے اپنے خیالات کا اظہار سکھ ریویو اور نیشنل ہیرلڈ انگریزی کے دو اخبار میں کیا جن کی ادارت کی ذمہ داری بھی آپ پر تھی۔ یہ اخبار اپنے وقت کے نڈر اور بے لاگ تبصرہ کرنیوالے اخبار شمار کئے جاتے تھے۔ حکومت ان پر سخت نگرانی رکھتی تھی آپ نے ان اخباروں کے ساتھ اُردو اور گورمکھی "ہندوستانی" اور "سنگت" اور بہت سے دوسرے اخباروں کو قابلیت و خوش اسلوبی کے ساتھ چلایا۔ اور ایڈیٹری کے فرائض انجام دیئے۔

آپ کی تقریباً ۱۲ کتابیں ہیں جن میں دو کتابیں" انڈین فائٹ فار فریڈم" اور" اسٹیڈی ان سکھ" اونچے پایہ کی تصنیفیں تسلیم کیگئی ہیں۔ ایک زمانہ میں آپ کے مضامین اور آرٹیکل ٹریبیون۔ ہندوستان ٹائمز، بمبئی کرانیکل میں کافی دھوم مچا چکے ہیں۔ اور زورِ قلم کا سکہ منوا چکے ہیں۔

سیاسی زندگی

تعلیم سے فرصت کے بعد آپ باقاعدہ کانگریس کے ممبر بنے، اور تمام وقت کانگریس کے تعمیری پروگراموں میں صرف کرنا شروع کردیا۔ آپ کی زندگی عمل سے بھرپور مجسم عمل اور قربانی ہے۔

چنانچہ آپ بہت سی سیاسی جماعتوں کے صدر اور جنرل سکرٹری بنائے گئے سنہ ۱۹۱۴ء میں انڈی پینڈنٹ لیگ اور سنہ ۱۹۱۹ء میں کواپریٹیو پنجاب اور سنہ ۱۹۲۰ء میں آل انڈیا سکھ لیگ اور پنجاب کانگریس کمیٹی کے جنرل سکرٹری منتخب ہوئے۔ اور سنہ ۱۹۳۹ء سے سنہ ۱۹۳۱ء تک آپ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بنتے رہے۔ لیکن وزارتوں پر قابض ہونے کی پالیسی کو ملک کے لئے مہلک سمجھتے ہوئے ورکنگ کمیٹی سے مستعفی ہوگئے۔ آپ کا خیال تھا کہ کانگریس کرسیوں پر قبضہ کرکے باغیانہ اسپرٹ کو ختم کردیگی۔ اور آزادی کے حصول کے لئے کرسیاں لعنت بن جائیں گی۔ اس لئے ہمیں منسٹریوں کے پھندے اور جال میں نہیں پھنسنا چاہئے۔ اس نظریہ کا پروپگنڈا کرنے کے لئے آپ نے ایک جماعت آل انڈیا آنٹی منسٹری کمیٹی بنائی۔ جس کا آپ کو صدر منتخب کیا۔ اس کمیٹی نے تمام ہندوستان میں ایک بے پناہ پروپیگنڈا کیا۔

نیتاجی کی جانشینی

سنہ ۳۹ء کا دور سیاسی اعتبار سے انتہائی خطرناک دور تھا۔ اس نازک وقت کا مقابلہ کرنے کے لئے نیتاجی نے عرصے سے تیاری کررکھی تھی۔

یہ وہ پُر آشوب زمانہ تھا جبکہ حکومت چاہتی تھی کہ ملک کی انقلاب پسند جماعت کانگریس کو وزارت کے جھگڑوں میں پھنسا کر ان کے دل و دماغ کو انقلابی اسپرٹ سے خالی کر دیا جائے۔ اور فیڈریشن منظور کرا کر اس دنیا نو سی قانون کے نفاذ کے بعد جنگی طبقہ کو اس کھلونے سے بہلا دیا جائے چنانچہ اس لالچ میں ہندوستانی اعلیٰ سیاسی دماغ بھی اُلجھنے لگے۔ اور رنگین خواب دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ اعلانات کئے جانے لگے تھے کہ ملک کے بڑے بڑے رہنما فائنانس ممبر ڈیفنس ممبر بننے کیلئے تیار ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ بہت سے ذمہ دار لوگوں نے اس قسم کے فیصلے کر لئے تھے اس وقت کانگریس کی باگ ڈور نیتا جی کے ہاتھوں میں تھی۔ یعنی بوس بابو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے صدر تھے۔ کانگریس کا رجعت پسند طبقہ یہ چاہتا تھا کہ خاموشی کے ساتھ وہ ان کی باتوں پر عمل کریں۔ اور کانگریس ہائی کمانڈ کی ہاں میں ہاں ملائے۔

ملک کی خوش قسمتی تھی۔ کہ نیتا جی نے ان کی خواہشات کے ساتھ چلنا پسند نہیں کیا۔ اور فیڈریشن کی مخالفت پر آمادگی کا اظہار کیا۔

یہ طبقہ اس حرکت سے چراغپا ہو گیا۔ اس نے اس اصولی مخالفت کو بغاوت پر محمول کیا — سوبھاش بابو نے ملکی وقار کے سامنے ان کی ہٹ دھرمی اور ضد کی پرواہ نہیں کی — اس طبقہ نے اپنے اقتدار اثر و رسوخ کی دھمکیاں دی۔ نیتا جی پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ مستقل ارادہ کے رہے۔ ان ارادوں کو قوت دینے والے اور ان کے ساتھیوں میں اہم نام کولیشر جی کا بھی ہے۔ جنہوں نے سوبھاش بابو کا ساتھ دیکر کانگریس ہائی کمانڈ کے گھمنڈ کی پرواہ نہیں کی۔ سوبھاش بابو کا دوبارہ صدارتی الیکشن ہوا۔ جہاں لالہ شنکر لال مارے مارے پھرے وہاں رات دن کولیشر صاحب نے بھی بھاگ دوڑ کی۔ اور الیکشن میں شاندار کامیابی کے نتیجے کے ذمہ دار رہے۔ اور اس نازک موقعہ پر سوبھاش بابو کا پورا ساتھ دیا۔ سوبھاش بابو نے کانگریس سے علیحدہ ہو کر آل انڈیا فارورڈ بلاک بنایا۔ تو اس میں بھی اعانت کی۔ اور جس وقت سوبھاش بابو ہندوستان سے گُم ہوئے تو آپ ہی کو ان کا سچا جانشین سمجھا گیا۔ اور آل انڈیا فارورڈ بلاک کا صدر بنایا گیا۔

سوبھاش بابو کی گمشدگی اور کولیشر جی

موجودہ انگریزی پولیس اور سی آئی ڈی کے انتظام اور دفتری محکموں کی موجودگی میں کسی مشہور و معروف

نصیبت کا باہر جانا آسان کام نہیں ہے۔ یہ کام باہمت شخص اپنی مضبوط پارٹی کی بدولت ہی کر سکتا ہے۔ باہر جانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

سوبھاش بابو باہر گئے۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ نیتا جی کو ہندوستان سے باہر بھیجنے کے لئے ان کی ایک پارٹی نے انتظام کیا۔ اور مقررہ پروگرام کے مطابق وہ پارٹی کی مدد سے باہر گئے۔ پارٹی میں کون کون تھا کس کس نے نیتا جی کے جانے میں حصہ لیا وہ سب لوگ جانتے ہیں۔ لالہ شنکر لال اور سردار سردول سنگھ کویشر وہ حضرات ہیں جنکو اس سلسلہ کی بنیادی کڑی بتایا جاتا ہے۔ خود سردار سردول سنگھ کویشر نے انکشاف کیا کہ نیتا جی نے باہر جانے کا مشورہ مجھ سے لیا تھا۔

اسی پر اکتفا نہیں ہوا بلکہ جب سوبھاش بابو کی گمشدگی کی اطلاع اخبارات میں شائع ہوئی تو کویشر جی نے ایک اور پارٹ ادا کیا۔ بیان نکالا کہ وہ تارک الدنیا ہونے کا خیال رکھتے تھے۔ وہ کسی مقدس مقام پر گئے ہونگے۔

اس بیان سے پہلے پولیس کی توجہ بٹی جو اس بیان کا عین منشا تھا۔ تلاش کے بعد پولیس کو ہوش آیا سر کویشر جی نے ہم کو چکمہ دیا۔ وہ سمجھ گئی۔ یقیناً ان کی گمشدگی میں ان کا ہاتھ ہے۔ اور یہ بھی باخبر اور ان میں ہیں۔

قلعہ میں بہیمانہ سلوک | چنانچہ آپ کو ۹۔ مارچ ۱۹۴۲ء کو پنجاب یونینسٹ گورنمنٹ اور حکومت ہند کے آرڈر کے ماتحت گرفتار کر کے نظر بند کر دیا گیا۔

آپ سے ساتھ لاہور کے قلعہ میں جیسا بہیمانہ سلوک ہوا ہے۔ اس کے بارے میں آپ نے حسب ذیل بیان دیا تھا۔

" مجھے سات ماہ تک لاہور کے قلعہ میں نظر بند رکھا گیا اس تمام عرصہ میں قریب قریب مجھ سے فارورڈ بلاک کے پروگرام اور اس کے دوسری ہندوستانی انقلابی پارٹیوں کے ساتھ تعلقات کے بارے میں سوالات و معلومات فراہم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ سوبھاش کیونکر اور کس کی مدد سے جاپان گئے۔ اور انکا بہول نے باوجود سوبھاش بابو سے مذاکرات کرنے کے بعد فارورڈ کیوں چھوڑا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے مسٹر رابنسن ڈی آئی جی سی آئی ڈی اور مسٹر جینگر اور حکومت ہند

کے ایما پر سردار بہادر سمپورن سنگھ، رائے بہادر بدری داس، خان بہادر سعید، دیوان ہر بنس لال، حاجی نذیر محمد اور سی آئی ڈی کے دیگر ممبران نے خوب تنگ و پریشان کیا ہے۔ یہ لوگ ایذا رسانی کے لئے خاص طور پر لاہور قلعہ میں مقرر کئے گئے ہیں۔

دو ہفتہ تک تو مجھے جیل کی کوٹھری سے ایک منٹ کے لئے بھی نہیں نکالا۔ ایک سو اڑسٹھ گھنٹے محبوس رکھا۔ ایک ہفتہ کے بعد مجھے اس کوٹھری کے باہر علی الصبح آدھ گھنٹے ٹہلنے کی اجازت دی۔ دو ماہ کے بعد شام کو بھی آدھ گھنٹے ٹہلنے کے لئے نکالنا شروع کیا۔ چار ماہ بعد صبح ایک گھنٹہ اور شام کو ایک گھنٹہ ٹہلنے کا موقع دیا۔

مجھ کو میرے احتجاج کے باوجود میرے لئے ایک گندی دکان سے گندے برتنوں میں گندہ کھانا دیا جاتا تھا۔ شروع میں ایک مہینے تک مجھے اپنے خرچ پر خوراک منگانے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن بعد میں مجھ کو مشکل سے اس کی اجازت ملی۔ حالانکہ شاہی قیدی کے قوانین کے مطابق اس سہولت کا میں حقدار تھا۔

مجھے شروع میں کچھ کتابیں رکھنے کی اجازت مل گئی تھی مگر دس روز کے بعد جب وہ کتابیں میں پڑھ چکا تو مجھے ایک ماہ تک کتابیں دینا بند کر دی گئیں۔ اس عرصہ میں مجھے اخبار نہیں دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد مجھے کتابیں اور ایک اینگلو انڈین اخبار ملنے لگا۔ میں نے ہر چند چاہا کہ مجھے ہندوستانی اخبارات ٹریبیون، پرتاپ، "تیج"، ملاپ اپنے خرچ پر ملنے لگیں لیکن اس بنا پر نہیں دئے گئے کہ یہ اخبارات حکومت کی منظور شدہ فہرست میں شامل نہیں ہیں۔ سات ماہ تک مجھے قطعاً نہیں بتایا گیا کہ میرے خلاف کیا الزامات ہیں اور میں نے کیا جرائم کئے ہیں۔ بلکہ پولیس کے افسران نے مجھ سے صاف اور واضح طور پر کہا کہ میں نے کوئی قصور نہیں کیا۔ اور میری گرفتاری محض اس لئے عمل میں لائی گئی ہے کہ مجھ سے سوبھاش بابو کی روپوشی کے حالات معلوم ہو جائیں۔ اور فارورڈ بلاک اس کے نظام، اس کی پالیسی و پروگرام اور اس کے دوسری انقلابی پارٹیوں کے ساتھ کیا تعلقات و روابط ہیں ان سے واقفیت حاصل کی جائے۔ مجھ سے خاص طور پر فارورڈ بلاک اور بنگال کی دہشت پسند پارٹی کے متعلق پوچھا گیا

اور ہندوستانی راجاؤں مثلاً پٹیالہ، کشمیر، جام صاحب، حیدرآباد، بھوپال، رام پور کے متعلق دریافت کیا گیا۔

ہندوستانی پولیس افسران نے لاہور قلعہ میں مجھ سے نہایت قابل اعتراض طریقہ پر ۵ مہینے تک مندرجہ بالا امور کے متعلق تحقیقاتی سوالات کئے۔ انہوں نے مجھے معلق لٹکا دیا بھی دیں۔ اور نہایت غیر شریفانہ برتاؤ بھی کیا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ اگر تم نے صحیح حالات نہیں بتائے تو تمھیں ملٹری حکام کے سپرد کر دیا جائیگا۔ جو تمھیں بلا مقدمہ چلائے گولی کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا وہ نظر بندوں کے ساتھ سخت سلوک کیا جا رہا ہے جو تمہارے ساتھ سلوک کیا جا رہا ہے وہ آنیوالی سخت ایذا کا پیش خیمہ ہے۔

پھر مجھے ایک ایسے کمرے میں رکھا گیا جس کے چاروں طرف صرف لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ اور جانب مغرب کوئی دیوار نہیں تھی۔ اور مئی اور جون کے مہینہ کی شدت کی گرمی میں مجھے دن کا بہت بڑا حصہ سخت دھوپ میں گزارنا پڑتا تھا۔ جبکہ ٹمپریچر ۱۱۵ ڈگری تک پہنچ جاتا تھا۔

مجھے پاخانہ جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک ٹوٹا ہوا بوسیدہ قسم کا کموڈ میرے کمرے میں رکھ دیا تھا جو تقریباً ایک ہفتہ تک صاف نہیں ہوتا تھا جس سے کمرہ بدبو و تعفن سے بھرا رہتا تھا۔ جب یہ تمام ایذائیں جو مجھے انہوں نے ایک ایک کر کے دیں، اور اس میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی تو مسٹر ولیمز ڈپٹی انسپکٹر پولیس خود میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا تم یا تو مجھے سبھاش بابو کے پروگرام اور ان کے بنگال کے دہشت پسندوں کے تعلقات اور انگریزی راجاؤں کے متعلق تمام باتیں بتا دو۔ ورنہ جنگ کی وجہ سے ذرہ برابر رعایت نہیں کیجاوے گی اور تمہارے ساتھ تھرڈ ڈگری میتھڈ وحشیانہ سلوک کرنے پر ہم مجبور ہوں گے۔

اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اگر تین روز کے اندر اندر ہم کو جو اطلاع چاہئے وہ نہیں دو گے تو وہ قلعہ میں ایسے حالات پیدا کر دے گا جو کیمپ میں ڈالے ہوئے لڑائی کے قیدیوں کے ساتھ روا رکھے جاتے ہیں۔

تا اسیری کی حالت میں تین دن کے بعد سکورٹی قیدی کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے
ہوئے مجھے میرے خرچ پر کھانا منگانے کی اجازت بند کر دی گئی۔ تمام اخبارات روک لئے
گئے۔ کتابیں مجھ سے چھین لی گئیں۔ بجلی کا پنکھا زبردستی لے گیا۔ صبح شام گھومنا اور
پندرہ روزہ ملاقاتیں بند کر دی گئیں۔ پاخانہ کا برتن پندرہ روز میں صرف دو دفعہ
صاف کیا جاتا۔ جس کی وجہ سے میرا کمرہ سنڈاس گھر یا گندہ نالہ بن گیا تھا۔

میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے ہائیکورٹ، وائسرائے یا گورنر پنجاب کے
سامنے اپنا معاملہ رکھنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن یہ درخواست نامنظور کی گئی۔ نہ
مجھے اپنے رشتہ داروں نہ قانونی مشیروں کو لکھنے کی اجازت دی اور نہ ان سے ملنے
دیا گیا۔ میں نے اس غیر قانونی دھینگا مشتی کے خلاف احتجاج کیا۔ لیکن کوئی شنوائی
نہیں ہوئی۔ مجھے دوسری کوٹھری میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور پندرہ روز تک رات دن
شدت کی گرمی میں بند رکھا جو چاروں طرف سے بند تھی۔ سوائے ایک چھوٹے سے
دروازے اور قریب مربع نما ایک روشن دان کے۔ دروازہ ہر وقت بند رہتا تھا۔
اور میرے کمرے میں ہوا آنے کا ذریعہ وہ روشن دان تھا۔

موسم برسات آیا اور ہوا کے نہ آنے اور پاخانہ کے برتن صاف نہ ہونے کی وجہ سے
میرا کمرہ دوزخ بن گیا۔ مجھے سہولتیں سکورٹی قیدی کے قواعد و ضوابط کے ماتحت مل
سکتی تھیں۔ وہ بھی مثلاً خوراک، کثرت کرنا اخبارات و کتابیں نہیں دی گئیں۔
بجلی کا کنکشن بھی ہٹا لیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میرے گلے میں زخم ہو گئے۔ بواسیر، دماغی اور
دلی امراض پیدا ہوئے۔ اور میرا وزن بھی انتہائی کم ہو گیا۔ اب میری حالت یہ ہو گئی
کہ جو پولیس والے ڈیوٹی پر پہرے پر رکھے گئے تھے۔ وہ بھی اس کو برداشت نہ کر سکے
انہوں نے پرائیویٹ طور پر میرے رشتہ داروں کو اطلاع کر دی۔ مولانا ظفر علیخاں اور
سردار بسنت سنگھ جو مرکزی اسمبلی کے ممبر تھے ان سے میرے رشتہ دار ملے۔ اور
انہوں نے مرکزی اسمبلی میں سوالات کئے۔ ہوم ممبر نے جواب دیا کہ میرے خلاف
یہ کارروائی میرے غیر تسلی بخش رویّہ کی بنا پر کی گئی ہے۔ جب ہوم ممبر سے سوال کیا گیا

کہ کیا غیر تسلی بخش رویہ سے مراد پولیس کے سوالات کا جواب نہ دینا ہے۔ تو ہوم ممبر نے اثبات میں جواب دیا۔

اس سلوک کے پندرہ روز بعد غالباً اس وجہ سے کہ اسمبلی میں سوالات دریافت کئے گئے تھے مجھے حسب سابق صبح شام کوٹھری سے باہر ٹہلنے کی اجازت دیدی گئی۔ مجھے کتابیں اور اخبارات بھی ملنے لگے۔ لیکن اپنے خرچ پر خوراک کمبل کے پہنچنے کی اجازت نہیں ملی۔ ملاقاتیں بھی بند رہیں۔

۱۱ اگست سنہ ۴۲ء کو میں کیمبل پور جیل بھیجا گیا۔ گرفتاری سے قبل میرا وزن ۱۸۴ پونڈ تھا۔ کیمبل پور جیل میں تُلا تو ۱۴۳ پونڈ رہ گیا تھا۔

وہاں سے میں نے گورنر ہوم ممبر کو لکھا کہ سی آئی ڈی نے مجھے کیونکر غیر قانونی طریقے پر اپنا قیدی بنا کر بند رکھا۔ وکیل سے مشورہ لینے کی اجازت دیجائے تاکہ میں اس کو بتا سکوں کہ وہ مسٹر پولیس اور اس کے ماتحت افسران کے خلاف مجھے بیجا طور پر نظر بند کرنے اور اذیت پہنچانے کے سلسلے میں مقدمہ چلا سکے۔

میری چٹھیاں متعلقہ حکام تک نہیں پہنچائی گئیں۔ اور پولیس اور اس کے ماتحت افسران نے بغض و کینہ رکھتے ہوئے اپنی پوزیشن کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور مجھ پر پابندیوں کی زیادتی کر دی گئی۔ ملاقاتیں بند کر دی گئیں۔ اور خط و کتابت بھی بیوپار کے سلسلے میں بھی بند کر دی۔ اور وکیلوں سے مشورہ بھی نہیں کرنے دیا۔ جس انشورنس کمپنی سے میرا تعلق تھا اس کے ممبران پر زور ڈالا گیا کہ وہ مجھے ڈائرکٹرشپ سے ہٹا دیں اور نتیجہ کے طور پر مجھے جو معاوضہ ملتا تھا وہ بند ہو جائے۔ میرے حصص پر منافع حاصل کرنے کی بھی ممانعت کر دی۔

۲۰ مارچ سنہ ۴۳ء کو ضلع مجسٹریٹ کیمبل پور جیل میں آیا تو میں نے انکی توجہ ان تمام واقعات کی طرف دلائی اور انکو مختصر سی روئداد لکھ کر بھی دی۔ اور ان سے درخواست کی کہ اس معاملے میں قانونی کارروائی کیجائے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ میں ضابطہ کی کارروائی کرونگا۔ میں نے اپنے وکیل کو لکھا کہ وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں قانونی کارروائی کرے چونکہ یہ چٹھی سی آئی ڈی کی معرفت جانی تھی اس لئے مسٹر پولیس نے نہ صرف اسکو غیر قانونی طور پر روکا بلکہ وقتاً کیمبل پور جیل سے ہوم

پنڈت بشمبر دیال ترپاٹھی
سکریٹری آل انڈیا فارورڈ بلاک
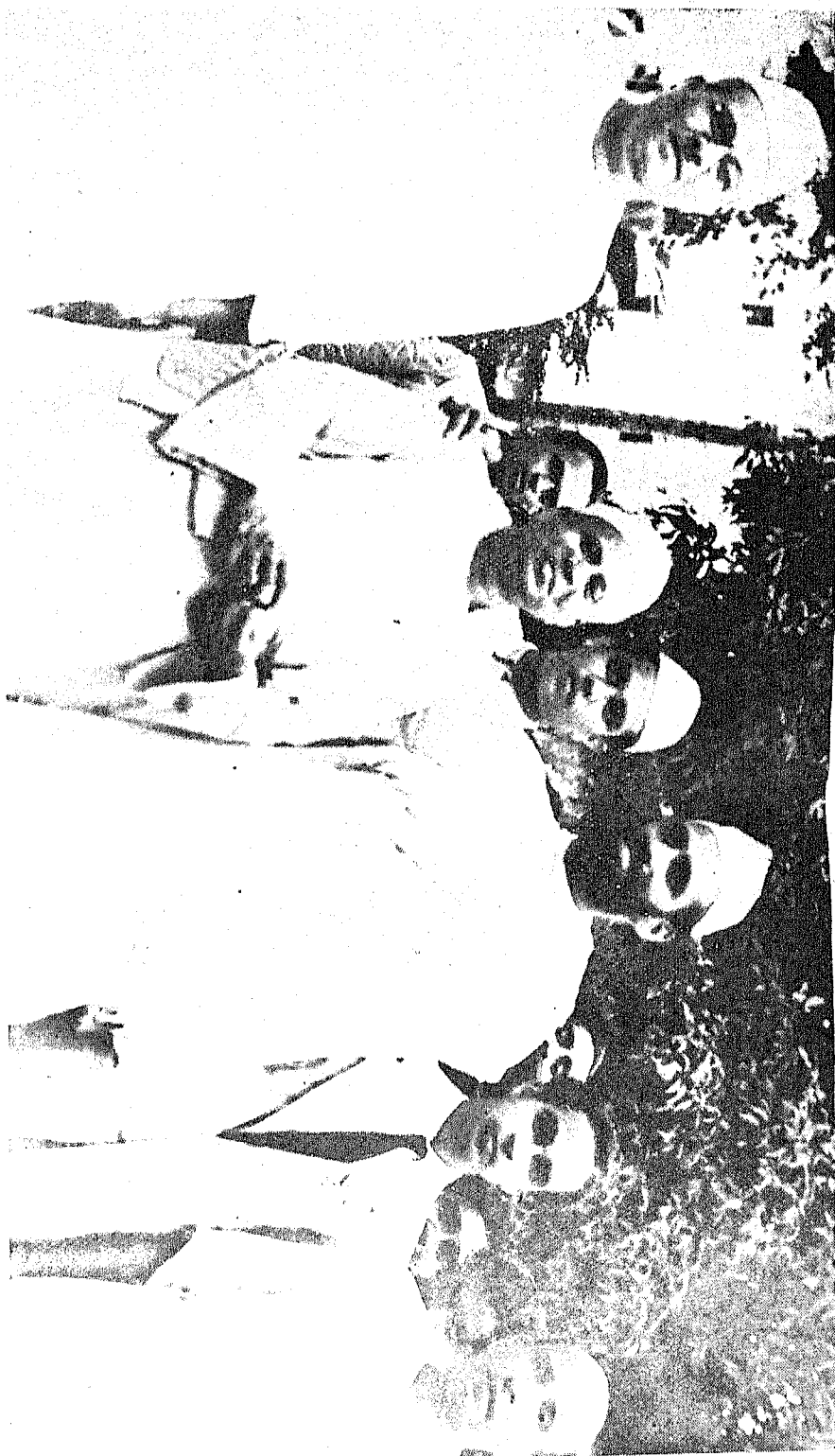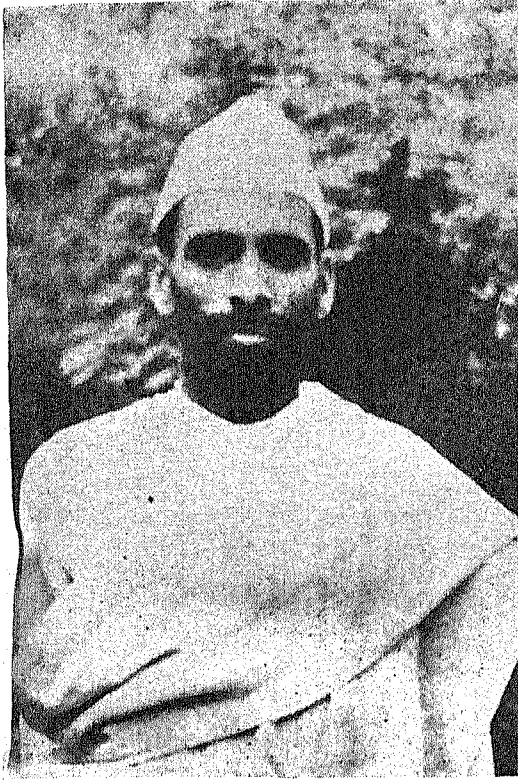
مسٹر کامتھ
جنرل سکریٹری آل انڈیا فارورڈ بلاک

مسٹر مکند لال سرکار
آفس سکریٹری آل انڈیا فارورڈ بلاک

مسٹر یاجی
نائب صدر آل انڈیا فارورڈ بلاک

جیل میں بدلدیا۔ تاکہ میں ڈسٹرکٹ جیل کیمبل پور کی حد سے باہر چلا جاؤں۔ اور اپنی درخواست پر کوئی مزید کارروائی نہ کر سکوں۔

مارچ سنہ ۴۳ء سے مارچ سنہ ۴۴ء تک دہرم شالہ جیل میں رہا۔ اور میرے ساتھ مسلسل بُرا سلوک جاری رہا۔ مجھ کو خط و کتابت کرنے کی حکومت ہند سے اجازت مل گئی تھی مگر نہیں کرنے دی گئی۔ اور میں اپنے وکیلوں تک کو خطوط نہ بھیج سکا۔ جن وکلاء کو ہائیکورٹ نے ملنے کی اجازت دیدی تھی ان سے بھی مجھ کو نہیں ملنے دیا گیا۔ میرے بچے اور نوکر سامان لاتے تھے تو ان کو تنگ کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ جب پولیس نے مجھ کو اپنی تحویل میں لیا تو مسٹر ڈیبن کے ایماء پر مجھے جسمانی تکلیف بھی پہنچائی گئی۔ میں نے ہائیکورٹ میں ہیبس کارپس کی درخواست دی۔ مسٹر ڈیبن اور ان کے ساتھیوں نے مخالفت کی لیکن ہائیکورٹ نے حکم دیا کہ مجھے ۲۴ جون سنہ ۴۴ء کو عدالت ہائیکورٹ میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ پولیس مجھ کو ہائیکورٹ میں پیش کرنے کے لئے مجبور ہوئی۔ لیکن انتقام کے طور پر انہوں نے دھرم شالہ سے لاہور واپس لانے پر بہت تنگ کیا تکلیفیں دیں۔ جب دہرم شالہ سے میں پولیس کی تحویل میں آیا تو اس وقت میں بیمار تھا۔ ڈاکٹر نے خاص طور پر پولیس سے کہا تھا کہ مجھے گرمی سے بچایا جائے۔ لیکن پولیس نے نہ مجھے پنکھا دیا۔ بلکہ ریل کے دروازے متواتر بند رکھے اور پٹھان کوٹ پہنچکر مجھ کو ایک گندی کوٹھری میں بند کر دیا۔ مجھے وہاں بارہ گھنٹے تک کھانا مانگنے پر بھی نہیں دیا گیا۔ حالانکہ ان کے پاس میرا ذاتی روپیہ کافی موجود تھا۔

پولیس نے یہ بھی کوشش کی کہ میں اپنی درخواست کے سلسلے میں کاغذات نہ دیکھ سکوں اور ہائیکورٹ نے مجھ کو اپنے وکلاء سے ملنے کی اجازت دیدی تھی۔ لیکن پولیس نے مجھ کو ملنے نہیں دیا۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل نے اس پر پولیس کو پھٹکارا۔ مجھے گٹھیا بائی کی شکایت تھی۔ دہرم شالہ میں سب سے زیادہ بارش ہونیکی وجہ سے تکلیف تھی کئی مرتبہ مجھے تبدیل کرنے کے احکامات جاری ہوئے۔ لیکن پولیس کی مخالفت کی وجہ سے مجھے منتقل نہیں کیا گیا۔

بعد میں ڈی آئی جی اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کی طرف سے یہ بھی کوشش ہوئی کہ مجھے کسی فوجداری مقدمہ میں پھنسایا جائے - اور یہ ظاہر کیا گیا کہ میں نے بلا اجازت اپنے کسی دوست سے ملاقات کی ہے لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ جیل نے یہ الزام بے بنیاد قرار دیا - پولیس سپرنٹنڈنٹ نے جیل افسران کو بھی دھمکی دی - یہ معاملہ چل رہا تھا کہ ہائیکورٹ نے مجھے رہا کرنے کے احکام جاری کر دئے -

اسی سلسلہ میں یہ بھی واضح کر دوں کہ میرا سکرٹری اور میرا ذاتی اسسٹنٹ جس کا سیاسیات سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو میری ذاتی جائداد کا انتظام کرتے تھے - ان کو بھی ڈیفنس آف انڈیا رولز میں گرفتار کر لیا گیا - ایک دو ہفتہ تک نظر بند رکھا گیا - اور دوسرا تین سال تک - ان کو صفائی کا کوئی موقعہ نہیں دیا گیا -

رہا ہونے پر میں نے حکام کے خلاف اعلانیہ طور پر الزامات لگائے اور چیلنج کیا ہے کہ اس میں سے کوئی الزام غلط ثابت ہو تو مجھ پر بخوشی مقدمہ چلایا جائے - لیکن اب تک حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی -

---

مسٹر آر، ایس، روئیکر

وہ بے حس، ونادان وناواقف وبھولا اور سیدھا سادھا مزدور جس کا فلسفہ قسمت اور خالص قسمت کا مرہون منت تھا۔ جو بھوکا مرنا، ننگا رہنا، جھونپڑیوں میں بستا، غلاظت وتعفن بھری زندگی گزارنا، جھڑکیاں اور ٹھوکریں کھانا اپنی قسمت سمجھتا تھا جس کا خدا، جبر کا آقا اور مالک بے رحم وخودغرض خون چوسنے والا طامع وحریص پونجی پتی تھا۔ جو بہیمانہ زندگی پر قناعت کرنا جانتا تھا۔ آج وہ دنیا، غلاموں کی دنیا، حریصوں اور لالچیوں کی دنیا کے لئے ایک مصیبت بنا ہوا ہے منظم ہو چکا ہے۔ سرمایہ دار کی دی ہوئی قسمت کو تدبیر سے بدلنا چاہتا ہے۔ اور اپنی محنت کے بل بوتے پر دنیا کے مزدوروں کی شاندار عمارت کی تعمیر میں مصروف ہے۔

ان میں یہ بیداری پیدا کرنے والے دنیا میں محدودے چند لوگ ہیں جن کی تمام زندگی مزدوروں کی ذہنیت وحالت بدلنے اور ان کی فلاح وبہبود اور ان میں بیداری وزندگی پیدا کرنے میں صرف ہوئی ہے۔

ان ہی محدودے چند لوگوں میں اگر مسٹر روئیکر کا شمار کیا جائے تو غلط نہ ہوگا، سی پی برار جو مزدوروں کا مرکز ہے اس میں مزدوروں کی دنیا میں انقلاب پیدا کرنے والا اگر کسی کو کہا جا سکتا ہے تو مسٹر روئیکر کو۔

یہ سی پی برار کے مزدوروں کا ناخدا ریاست کولہا پور میں ۸ جنوری ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوا۔ ان کے والد اس زمانہ میں ریاست کے اندر ایک معمولی ملازم تھے۔ لیکن دل شاہانہ پایا تھا۔ آپ کے والد کا نام سکھارام تھا آپ کو علوم وفنون کا خاص ذوق تھا۔ مسٹر روئیکر کو تعلیم دینے میں انتہائی دلچسپی لی۔ چنانچہ مسٹر روئیکر نے ۱۹۱۴ء۔۱۹۱۶ء میں پونہ کے اندر فرگیس کالج سے بی اے کیا۔ ۱۹۲۳ء میں پبلک زندگی کی ابتدا ہوئی۔ تو کانگریس میں داخل ہو گئے۔ خلوص ومحنت کا نتیجہ یہ نکلا ۱۹۲۰ء میں آپ انڈین نیشنل سوشل کانفرنس کے جنرل سکریٹری مقرر ہوئے۔ اور وٹھل بھائی پٹیل صدر بنائے گئے۔ ۱۹۲۵ء میں جبکہ لیڈروں کی ذہنیت میں انقلاب رونما ہونا شروع ہو گیا تھا اور سوراج

پارٹی کی بنیاد رکھی گئی تھی اس وقت بھی آپ سوراج پارٹی کے پروگرام اور جماعتی کاموں میں حصہ لیتے تھے اور اس کے باقاعدہ ممبر بن گئے تھے۔

۱۹۲۸ء میں سب سے پہلے آپ کی نیتا جی سوبھاش بابو سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت کلکتہ کے نظربندوں کے سلسلے میں تحریک چل رہی تھی۔ سوبھاش بابو کے ساتھ آپ نے بھی اس میں حصہ لیا۔ اور سی پی برار کا ایک طوفانی دورہ کیا۔ سری نواس آئنگر، سوبھاش بابو اور جواہر لال نہرو نے انڈی پینڈنس لیگ کی بنیاد رکھی تو آپ نے صوبہ ناگپور میں اس کا قیام کیا۔ اور اس کے جنرل سکرٹری بنائے گئے۔

۱۹۳۰ء میں ناگپور کے اندر یوتھ کانفرنس ہوئی۔ روئیکر صاحب صوبہ یوتھ لیگ کے صدر تھے۔ آپ کی پارٹی نے اس کانفرنس کا صدر سوبھاش بابو کو منتخب کیا۔ کانفرنس نے پبلک میں دھوم مچادی۔ اس طرح نیتا جی سے آپ کے تعلقات مضبوط و دوستانہ ہوتے چلے گئے۔

ریلوے ہڑتال مارچ میں سالہا سال کی محنتوں نے رنگ دکھایا۔ وہ مزدور جو خون کرنا پاپ سمجھتا تھا۔ اور خاص طور پر انگریز کی شکل دیکھ کر اوساس کا نام سُنکر کانپ جاتا تھا۔ وہ تیار ہوگیا تھا۔ بغاوت کی ابتدا کرنے اپنے مطالبات کے لئے لڑنے کے واسطے چنانچہ اس نے بے مثل ہڑتال کی۔ اوساسی ہزار مزدوروں کی جمعیت نے ثابت کردیا کہ ان میں بیداری کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اس ہڑتال میں مسٹر روئیکر کے خلاف پولیس ایکٹ کے ماتحت مقدمہ چلایا گیا۔ جس میں ان کو دو ماہ کی سزا دی گئی۔

۱۹۳۰ء میں گاندھی جی نے تحریک چلائی۔ جان نثاروں نے جیل بھرنے شروع کردئے۔ مسٹر روئیکر بھی ایک سال کی سزا لیکر جیل بھیجے گئے نو ماہ نہیں گذرے تھے۔ کہ گاندھی ارون پیکٹ کی بدولت اور اپنے ہزاروں ساتھیوں کے ہمراہ رہا ہوکر باہر آگئے۔ خود دار طبقہ نے اس سمجھوتہ کو ملک کے لئے مضر خیال کیا۔ اور گاندھی جی کے اس فعل کی سخت مذمت کی۔ اس طبقہ کے لیڈر سوبھاش بابو تھے۔ اور ان کے ہمنوا اور ساتھی مسٹر روئیکر تھے۔ یوں اور تعلقات استوار ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ ۱۹۳۲ء میں ٹریڈ یونین کانگریس کے اجلاس کا صدر نیتا جی نے آپ کو بنایا۔ اور خود نیتا جی خزانچی بنے۔

سزاؤں کی بھرمار ہوش سنبھالا تو عمر کا کوئی حصہ ایسا نہیں کٹا جو جیل کی شکل نہ دیکھی یا جیل

یاترا نصیب نہ ہوئی۔

سنہ ۱۹۳۶ء کے اندر ۱۲۴ اے بغاوت کرنے کے الزام میں دو سال اور سنہ ۱۹۳۴ء میں جنرل اسٹرائک مزدور کے سلسلے میں چھ ماہ اور سنہ ۱۹۳۵ء میں بنگال میں ٹریڈ یونین کانفرنس میں تقریر کی ۱۲۴ اے کے ماتحت ایک سال سزا ہوئی۔ سنہ ۱۹۴۱ء میں جنگ میں امداد نہ دینے کی تلقین کرنے پر چھ ماہ قید بھگتی۔

سنہ ۱۹۴۲ء میں جنگ کے کاموں میں مداخلت کرنے کے جرم میں تین سال قید محنت کاٹی۔

کانگریس ہائی کمانڈ نے اپنے اقتدار و قوت کو بچانے کے لئے نیتاجی سوبھاش بابو سے ٹکر لی۔ جس پر سوبھاش بابو نے ملک کے سامنے حالات و واقعات رکھنے کے لئے بمبئی میں فارورڈ بلاک کانفرنس کی۔ تو اس میں مسٹر روئیکر فارورڈ بلاک سنہ ۳۹ء کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر چنے گئے۔ اور تین سال گذرنے کے بعد سنہ ۱۹۴۵ء میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ سردار سردول سنگھ کی گرفتاری کے بعد اسی سال سے قائمقام صدر آل انڈیا فارورڈ بلاک کے فرائض مئی سنہ ۱۹۴۶ء تک انجام دئے۔

سنہ ۱۹۴۶ء میں آپ کی خدمات اور پُرخلوص قربانیوں کے پیش نظر ٹریڈ یونین نے آپ کو اسمبلی کا امیدوار منتخب کیا اور اپنا ٹکٹ دیا۔ آپ ٹریڈ یونین کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے کے بعد کانگریس پارٹی میں شامل ہو گئے۔

آپ آجکل سوئٹزرلینڈ میں مورل ری آرمینٹ کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔

مسٹر کامتھ

آپ ۱۳- جولائی سنہ ۱۹۰۷ء میں منگلور (مدراس) میں ایک متمول خوشحال اور معزز خاندان میں پیدا ہوئے - آپ کے والد کا نام رام کامتھ تھا جنھوں نے اپنی تمام زندگی درس وتدریس اور تعلیم وتلقین میں گزاری - آپ کے والد منگلور کے مشہور رئیس تھے - اور آپکا خاندان بھی مدراس میں چوٹی کے خاندانوں میں شمار کیا جاتا ہے -

تعلیم

سنہ ۱۹۲۳ء میں آپ نے کنرا ہائی اسکول منگلور میں میٹرک اور سنہ ۱۹۲۵ء میں گورنمنٹ کالج سے انٹرمیڈیٹ اور بی ایس سی آنرز سنہ ۱۹۲۸ء میں مدراس پریزیڈینسی کالج میں کیا -

تعلیم کے زمانے سے ہی سیاسیات میں شغف لینا شروع کر دیا تھا - چنانچہ سنہ ۱۹۲۷ء میں مدراس کالج کی ہوسٹل زندگی میں سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے لئے جھنڈا لہرایا - اور جلوس وجلسے کے انتظام میں نمایاں حصّہ لیا جس کی وجہ سے آپ کو بحیثیت پارٹی کے سرغنہ کے اور آپ کے ساتھ دس بارہ طالب علموں پر جرمانہ کر کے وارننگ دیگئی - کہ آئندہ محتاط رہیں - اور سیاسی تحریکوں میں حصہ مت لیں -

آئی سی ایس کا امتحان

آئی سی ایس کے امتحان کے لئے آپ سنہ ۱۹۲۸ء میں انگلینڈ گئے - جہاں سنہ ۱۹۲۹ء میں امتحان دیا - اور ایک سال ٹریننگ پا کر سنہ ۱۹۳۰ء میں ہندوستان واپس آئے -

ملازمت

ہندوستان میں آپ کو واردھا (سی پی) میں ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء کو اسسٹنٹ کمشنر مقرر کیا جہاں آپ دسمبر سنہ ۱۹۳۲ء تک خدمات انجام دیتے رہے - اس کے بعد اکولہ میں اپریل سنہ ۱۹۳۴ء تک ناگپور میں سنہ ۱۹۳۵ء تک اسسٹنٹ کمشنری کے فرائض ادا کئے -

یورپ کا سفر

سنہ ۱۹۳۵ء میں آپ کی خواہش ہوئی کہ آپ روس کا سفر کریں - آپ نے پاسپورٹ کی درخواست دی - جو منظور نہ ہوئی - جرمنی جانیکی اجازت مل گئی - دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء میں آپ جرمنی پہنچے - اٹلی جرمنی پولینڈ روس ناروے ڈنمارک لندن کا سفر کر کے ہندوستان واپس آئے -

روس کا پاسپورٹ جرمنی کی حکومت سے حاصل کیا۔ روس سے واپسی پر بمبئی کی پورٹ پر کسٹم آفیسر نے آپ کے اسباب و سامان کی تلاشی لی۔ اور کافی تعداد میں کتابیں ضبط کیں۔ جو دو مہینہ کے بعد واپس کر دی گئیں۔ علاوہ ایک کتاب کے جس کا نام تھا "ہینڈ بک آف مارکسزم" مصنفہ امیل برنس۔

یورپ کی سیاحت کے بعد آپ کو آتے ہی دمویں چار ماہ کے لئے اسپیشل ڈپوٹی جنگل ڈپارٹمنٹ میں مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد نرسنگ پور میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی پوسٹ ملی۔ دو مہینہ بعد ۱ سے ڈپٹی کمشنر کے بعد ناگپور میں انڈر سکریٹری بنائے گئے۔ بعد ازاں ہوشنگ آباد کی ڈپٹی کمشنری کی ایک ماہ کی مدت گذارنے کے بعد نرسنگ پور میں پرانی جگہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بنگئے۔ جبلپور میں چھ ماہ ایس ڈیو مقرر ہوئے۔ جہاں سے آپ نے ہوکر اپریل ۱۹۳۸ء میں ملازمت سے استعفیٰ دیدیا۔

استعفے کی وجوہات

باغی دماغ، محب وطن دل، آزادی کا متوالہ ذہن غلامی و محکومی کی لعنت کو کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنی مادر وطن کو جلد از جلد آزاد کرائے اور اپنی مادر وطن کے سپوتوں کی فلاح کے لئے اپنی زندگی تیاگ دے۔

مسٹر کا متھ ان ہی لوگوں میں اونچے درجے کے مالک ہیں۔ ان کے سامنے یورپ کے آزاد ملک کی آزادانہ زندگی تھی۔ روس کا زندگی دینے والا لٹریچر تھا۔ ان کے سامنے نیتا جی سبھاش بابو کے انڈیلے کی جیل کے خطوط تھے۔ ان کے سامنے سبھاش بابو کا دولت کی زندگی کو پاش پاش کرنے والا خوددارانہ آئی سی ایس کی ملازمت کو ٹھکرانے والا فیصلہ تھا وہ بھلا محکومی کی زندگی کو اس زندگی کو جو ملک کی غلامی کا باعث بنے، جو قوم کی تباہ حالی کا سبب بنے کیسے برداشت کرتے۔ انہوں نے اس ملازمت پر لات ماری۔ اور ثابت کر دیا کہ مادر وطن کی شان و لاج رکھنے والے اب بھی باوقار سپوت موجود ہیں۔ جو نام و نمود، شہرت و عزت اور سرمایہ کی پرواہ نہیں کرتے۔

چنانچہ آپ کی ملازمت کی زندگی ہی اس بات کی شاہد ہے کہ آپ نے افسران بالا کی کسی غیر معقول اور مرضی کے خلاف بات کو نہیں مانا۔ آپ سادی طبیعت کے مالک ہیں۔ سادی زندگی گذارنے کے عادی ہیں۔ اسی سادی زندگی پر یورپین افسرات نے بار بار اعتراض کیا۔ شائی لگانے ڈنر ڈریس پہننے پر اصرار کیا۔ لیکن آپ نے ایک ہی جواب دیا۔ ٹائی پہننا اس ملک میں ضروری نہیں ہے۔

سیاسی زندگی

استعفے دینے کے بعد آپ کانگریس کے باقاعدہ ممبر بن گئے اور سیاسی تحریکوں میں حصہ لینے لگے۔

سنہ ۳۸ء میں آپ کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی پارلیمنٹری کوآرڈینیشن کمیٹی کا سکریٹری مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد آپ کو نیتا جی سوبھاش بابو نے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے صدر ہونے کی حیثیت سے اپنا پرائیویٹ سکریٹری بنا لیا اور نیشنل پلاننگ کمیٹی کے کاموں کو انجام دینے کیلئے سکریٹری مقرر کیا۔ جس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو بنائے گئے۔

فارورڈ بلاک

جولائی سنہ ۳۹ء میں فارورڈ بلاک کے قیام کے بعد نیتا جی نے آپ کو اس کا آرگنائزنگ سکریٹری مقرر کیا۔

آپ ۲۔ اپریل سنہ ۴۰ء کو بمبئی کے اندر گرفتار ہوئے۔ ایک سال کی قید بھگتی۔ سنہ ۴۲ء میں پھر گرفتار ہوئے۔ لیکن ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے بہار حکومت کو مقدمہ واپس لینا پڑا۔

سنہ ۴۲ء میں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ دفعہ ۲۶ کے ماتحت ۲۲ جون کو جس دن فارورڈ بلاک خلاف قانون قرار دیا گیا تھا۔ نظر بند کر دیئے گئے۔ اس لئے کہ آپ اس وقت آل انڈیا فارورڈ بلاک کے جنرل سکریٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

ستمبر سنہ ۴۵ء میں آپ رہا ہوئے۔

ایام اسیری میں آپ کے والد ماجد نے سنہ ۴۴ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کی والدہ حیات ہیں۔

عباد خاں

عباد خاں صاحب وہ ذات گرامی ہیں جنہوں نے پشاور میں سبھاش بابو کی فراری کے زمانہ میں ان کا ساتھ دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ نیتا جی کے حالات بتایئے تو آپ نے فرمایا ہمارا جو کام کرنے کا تھا وہ ہم نے کیا۔ وہ کہنے کے لئے نہیں کیا گیا تھا نیتا جی آئیں گے اور وہ اس کو خود بیان کریں گے تو دنیا ششدر و دنگ رہ جائیگی۔

وہ جنگجو اور سرفروش خاصیت کی سرزمین جس کا پُرجلال نام پشاور ہے۔ جہاں انسان اپنے ارادوں کے سامنے جان و مال کی کوئی وقعت نہیں سمجھتے۔ جہاں جان لینا اور جان دینا معمولی سی بات سمجھی جاتی ہے۔ وہ خاک جس کی تاثیر میں اولو العزمی بہادری اور جوانمردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

او راس خاندان خوشحال خاں میں جس نے کبھی کسی کی حکومت و تسلط کو تسلیم نہیں کیا مغلیہ خاندان کے شہنشاہ جن پر قبضہ نہ جما سکے ہوں۔ اور ان کو صاف طور پر جواب دے دیا ہو کہ ہم کسی کا اقتدار برداشت نہیں کر سکتے۔ ان میں عباد خاں جیسے جاں نثار وطن اور نیتا جی کے مخلص ساتھی پیدا ہوئے۔

آپکی پیدائش کی تاریخ یکم جنوری سنہ ۱۹۰۱ء ہے۔ اور مقام پیر پائی تحصیل نوشہرہ ہے۔

یہ بیرا یہ چاند بلی بیتے غریب گھرانے میں نمودار ہوا۔ خودداری اور فراست کی دولت سے مالامال تھا۔ لیکن مفلسی کا مارا ہوا تھا۔ اولاد ہوش سنبھالتی لوکمائی کی طرف لگا دی جاتی تھی تعلیم دینا پڑھنا لکھنا سکھانا ان کے دستور میں داخل نہ تھا۔ یہ خواہش نہیں تھی کہ بچے نہ پڑھے۔ خواہشیں ہوں اور سنگڑوں تھیں لیکن مجبوریاں اور ضرورتیں ان کو کچل دیتی تھیں جس سے بچے جاہل رہتے تھے۔

خاں صاحب کے والد بھی ان مجبوریوں سے مجبور تھے۔ کام پر بٹھایا۔ خاں صاحب کا دل نہ لگا وہ تعلیم کی طرف راغب تھے چنانچہ سنہ ۱۹۰۷ء میں خود اسکول جا کے داخل ہوئے۔ اور نوشہرہ کلاں کے پرائمری اسکول جو ڈسٹرکٹ بورڈ کا تھا۔ میں فارسی کا مڈل کیا۔ ارادے بلند چڑھے تھے لیکن

ناداری نے قدم آگے نہیں بڑھانے دیا۔ تعلیم چھوڑ دی۔

جس مٹی میں تیزابیت ہوتی ہے۔ اس میں پھل یا درخت کا لگنا ناممکن ہے۔ اسی طرح پشاوری اور خوشحال خاندان کے خون میں انگریزی کی وفاداری کا سرایت کرنا محال تھا۔ بچپنے ہی سے بغاوت کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ بات بات میں غلامی کی لعنت دکھائی دینے لگی۔ چھوٹی سی عمر میں ماسٹر نے جغرافیہ کی ابتدائی باتیں بتانی شروع کیں۔ اور ہندوستان کی آمد اور درآمد کا سبق پڑھایا کہ

" ہندوستان سونے کی چڑیا ہے۔ یہاں سے خام اشیاء انگریز لیجاتے ہیں۔ اور پختہ کرکے واپس ہندوستان میں سوگنی قیمتوں پر فروخت کرتے ہیں "

اس سیدھے سادھے سبق نے آپ پر بے انتہا اثر کیا اور اس بے ایمانی اور دھوکہ کی وجہ سے آپ کو انگریزوں سے نفرت پیدا ہوگئی۔

تعلیم چھوڑنے کے بعد پیٹ بھرنے کی فکر ہوئی۔ ایک ٹھیکیدار کے پاس آٹھ روپے ماہوار کے ملازم ہوئے۔ تکلیف اور مصیبتوں کے ایام ہنستے ہوئے گذارے۔ جب کچھ مالی حالت سدھر گئی۔ اور کھانے پینے رہنے سہنے اور اوڑھنے بچھونے کا انتظام ہوگیا ۱۹۲۶ء میں شادی کی

۱۹۳۰ء میں کانگریسی ورکر ہونے کی وجہ سے چھ ماہ قید ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں نظربند کئے گئے۔ ۱۹۳۷ء میں میر امان اللہ خاں کے ایجنٹ ہونے کے الزام میں قید کرلئے گئے۔ اور لاہور شاہی قلعہ میں چھ ماہ رکھنے کے بعد رہا کردئے گئے۔

پشاور میں سوبھاش بابو کے ٹھہرنے کی تمام ذمہ داری، اتم چند اور خان عابد خاں اور کامریڈ وارث خاں پر ڈالی گئی۔ چنانچہ خان عابد خاں یکم اکتوبر ۱۹۴۰ء کو ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتار کرلئے گئے۔ ایک سال تک آپ کو حراست ضلع پشاور میں پولیس کی حراست میں رکھا گیا۔ جہاں پولیس نے آپ کو بجا تنگ کیا۔ آپ صبح و شام نظربند اٹھارہ گھنٹے دریافت کیا جاتا تھا کہ بتاؤ سوبھاش بابو پشاور کیونکر آئے؟ کہاں رہے؟ اور کس طرح گئے؟ خاطرخواہ جواب نہ ملنے پر آپ کو "ظلم گاہ مظلوماں" لاہور کے شاہی قلعہ میں بھیجا گیا۔ جہاں جبر و ظلم تین مہینہ سالم جاری رہا۔ دسمبر ۴۳ء میں لاہور جیل میں تبدیل کیا گیا۔ وہاں سے ۱۲ مئی ۴۴ء کو مظفر گڑھ جیل میں لے گئے۔ وہیں ۱۴ جنوری ۴۶ء کو رہا کردیا گیا۔ آپ نے رہا ہوتے ہی سوبھاش بابو کے

پروگرام اور فارورڈ بلاک کے کاموں میں حصّہ لینا شروع کر دیا۔ اور باقاعدہ صوبہ فارورڈ بلاک کی تنظیم شروع کر دی۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۴۶ء میں صوبہ فارورڈ بلاک کا انتخاب ہوا جس میں فارورڈ بلاک کے کارکنان نے آپ کو صدر منتخب کیا۔

آپ آجکل پشاور کنٹونمنٹ بورڈ کے ممبر بھی ہیں۔ ۱۳، ۱۴، ۱۵ ستمبر کو دہلی میں آل انڈیا فارورڈ بلاک کی ورکنگ کمیٹی میں آپ نے شرکت بھی کی۔ اس میں آپ نے "جے ہند" نعرے کے بننے کا ذکر کیا۔

آپ نے فرمایا کہ سبھاش بابو جب جرمنی پہنچے تو ان کے ساتھیوں نے جرمن لوگوں کو اردو پڑھانا شروع کر دی تھی۔ پڑھنے والے جرمن زبان کے ساتھ ہندوستانی تہذیب بھی جاننا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے سلام کرنے کے طریقے سیکھے مسلمانوں نے السلام علیکم بتایا۔ سکھ نے ست سری اکال سکھایا۔ ہندو نے رام رام رٹایا۔ اسی سکھانے کے مطابق وہ سلام، رام رام اور ست سری اکال کرتے تھے۔ جرمن جب یہ دیکھتے تھے تو ان کو تعجب ہوتا تھا ایک دوسرے سے دریافت کرتا کہ تم یہ کیسا سلام کرتے ہو۔ ہم کو تو سردار جی نے ست سری اکال بتایا ہے۔ تم رام رام کرتے ہو۔

یہ معاملہ نیتا جی سبھاش بابو کے پاس پہنچا۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ تمام ہندوستانی "جے ہند" کہا کریں۔ چنانچہ اس کے بعد ہر سپاہی "جے ہند" کہتا تھا۔

مکند لال سرکار

آپ ۳۱ دسمبر ۱۸۸۵ء میں ایسٹ بنگال کے ضلع ریسل میں پیدا ہوئے۔ غربت کی حالت میں تعلیم کا باقاعدہ سلسلہ جاری نہ رہنے کی وجہ سے نمائشی سرٹیفکیٹ حاصل نہ کر سکے۔ لیکن دنیا کے مطالعہ اور علمی ذوق نے وہ روشنی بخشی کہ آج بڑے بڑے سند یافتہ ان کی قابلیت ولیاقت کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔

ملکی خدمت کے جذبہ کا اظہار اور سیاسی زندگی کی ابتدا ۲۰ سال کی عمر یعنی ۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگالہ کی تحریک کے سلسلے میں ہوئی آپ نے کانگریس کے والنٹیرز میں اپنا نام لکھوایا۔ لیڈرانہ نہیں رضا کارانہ بہترین شباب وجوانی کی زندگی پولٹیکل کاموں اور غریبوں کی خدمت میں گزاری۔

دہشت پسندی

۱۹۰۸ء میں انتہا پسند طبقہ عروج پر تھا۔ اس میں شمولیت کی۔ اہم خدمات انجام دیں۔ لیکن اس نتیجے پر پہنچے کہ ذاتی "ٹیررزم" سے ملک کو زیادہ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ عوام کی تحریک شروع کی جائے۔ تو ملک کی عمومی بھلائی ہوسکتی ہے۔ اس تخیل کا اثر یہ ہوا۔ کہ حالات کا ساز گاری ہونے کی وجہ سے ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۸ء تک کا زمانہ سکوت وخاموشی میں گذرا لیکن تاہم ۱۹۱۴ء کی جنگ میں حکومت برطانیہ کے خلاف انڈر گراؤنڈ جدوجہد جاری کرنے سے نہیں چوکے۔

مزدور تحریک

۱۹۱۸ء میں کھل کر مزدور تحریک میں سرگرمی کیا تو حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے چند دوستوں کی مدد سے کلکتہ کے اندر امپلائز ایسوسی ایشن قائم کی۔ اسی اثنا میں ہندوستان کے مختلف حصوں میں مزدوروں کی سوسائٹیاں بن چکی تھیں۔ ان کی تنظیم ابتدائی مدارج پر پہنچ کر خاصی ترقی حاصل کر چکی تھی۔ اور مزدور منظم ہونا شروع ہوگئے تھے جس سے ۱۹۲۰ء کے ابتدائی چھ مہینوں میں دوسو کے قریب ہڑتالیں ۱۵ لاکھ مزدور کر چکے تھے۔ اور اس وقت انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس خصوصی ۴ ستمبر ۱۹۲۰ء کو لالہ لاجپت رائے کی صدارت میں ہونے والا تھا۔ تو مزدور طبقہ کے کارکنان مسٹر مکند لال، مسٹر داؤد، اور مسٹر چمن لال نے لالہ لاجپت رائے سے تبادلہ خیال کیا۔ کہ اس مبارک موقعہ پر آل انڈیا ٹریڈ یونین کا قیام کیا جائے۔ چنانچہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے استقبالیہ کمیٹی بنائی گئی۔ جس کے چیرمین لالہ لاجپت رائے۔ اور جنرل سکریٹری

دیوان چمن لال مقرر ہوئے - اور یونین کا اجلاس ۳۱ - اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء کو بمبئی کے اندر شاندار طریقہ پر منایا گیا - مزدور کارکنان کی تنظیم نے روز بروز ترقی کی - تمام ہندوستان میں اس کا چرچا ہونا شروع ہوگیا - ہر صوبہ میں ٹریڈ یونین کے قیام کے ساتھ ساتھ شاندار کانفرنس بھی ہونے لگیں - چنانچہ سنہ ۱۹۲۲ء میں بنگال ٹریڈ یونین جس کے جنرل سکرٹری مسٹر سرکار تھے ان کے زیر اہتمام صوبہ کی پہلی ٹریڈ یونین کانگریس کی کانفرنس ہوئی -

کانگریس سے دوری

اس دور میں مسٹر سرکار نے کانگریس کی تحریکوں میں حصہ نہیں لیا - طرف ابتدائی ممبر ضرور رہے - آپکا خیال تھا کانگریس پر برژوا لوگوں کا قبضہ ہے -

سزائیں

اور اس کی تحریک بھی برژوا ایجی ٹیشن کی حیثیت رکھتی ہے - اس لئے اس سے علیحدہ رہنا اور سوشلسٹ پروگرام وخیالات کا پرچار کرنا ضروری ہے - لیکن اسکے باوجود سنہ ۱۹۲۱ء میں کانگریس کی عدم تعاون کی تحریک میں گرفتار ہوئے - اور پندرہ دن کی قید کاٹی - آپ نے سنہ ۱۹۳۴ء سے سنہ ۱۹۳۷ء تک اور سنہ ۱۹۳۹ء سے سنہ ۱۹۴۶ء تک کل تیرہ برس جیل میں گذارے - پانچ برس کی مدراس آرمی انقلاب کہنے اور گورنمنٹ کا تختہ پلٹنے کے الزام میں سزا کاٹی - سنہ ۳۹ء میں ساؤتھ انڈین ریلوے کی ہڑتال کے سلسلے میں مزدوروں کو منظم کرنے کے جرم میں دس سال کی سزا کا فیصلہ سنایا - لیکن ہائیکورٹ نے اپیل کرنے پر مذکورہ الزام میں بری کر دیا - مگر دوسری دفعہ لگا کر چھ ماہ کی سزا باقی رکھی -

ذمہ داری

سنہ ۱۹۴۰ء سے قبل مزدور یونینوں کے جنرل سکرٹری وائس پریذیڈنٹ، پریذیڈنٹ مقرر ہوئے - اور ذمہ دارانہ طور سے مزدور یونین چلائیں - آپکا رجحان زیادہ تر مزدور کسان تحریک کی طرف ہے - آل انڈیا فارورڈ بلاک کے سکرٹری آپ سنہ ۱۹۴۰ء میں مقرر ہوئے -

سوبھاش بابو کے پرائیویٹ سکرٹری ہونے کی حیثیت سے مئی سنہ ۳۹ء سے مارچ سنہ ۴۰ء تک ملک کا دورہ کیا -

سرکرپس کی آمد پر آپ آل انڈیا فارورڈ بلاک کے دفتر دہلی میں تھے - فارورڈ بلاک کا مجموعہ

کے خلاف پروپیگنڈا کرنے میں مصروف تھا۔ دہلی صوبہ فارورڈ بلاک کے صدر مسٹر منودیو شاستری، وسکرٹری سردار پریتم سنگھ، مسٹر دلبر کے ہمراہ آپ کو اس موقعہ پر گرفتار کر کے ۲۵ روز کے لئے سر کرپس کی روانگی تک کیلئے نظر بند کر دیا گیا۔ تاکہ کرپس کی جدوجہد میں کوئی رکاوٹ نہ پڑ سکے۔

سنہ ۴۲ء کی تحریک میں عرصہ تک روپوش رہتے ہوئے سرگرم عمل رہے۔ لیکن ۲۱۔ مئی سنہ ۴۳ء میں گرفتار کر کے نظر بند کر دئے گئے۔ سخت بیماری کی وجہ سے ۱۲ جنوری سنہ ۴۶ء کو رہا کئے گئے۔

جرنلزم | سنہ ۱۹۲۳ء سنہ ۱۹۲۸ء تک ایمپلائز گزٹ ماہنامہ نکالا۔ گرفتاری کی وجہ سے بند ہو گیا۔

سنہ ۲۳/۲۴ء میں مہینے میں دو بار ایک دوسرا انگریزی اخبار ایک سال تک نکالا۔

سنہ ۳۷ء میں "ورکس فرنٹ" ہفتہ وار جاری کیا۔ سنہ ۴۶ء میں ابو دیدے ہفتہ وار ۳½ ماہ انگریزی کا پرچہ نکالا۔ جو کاغذ کی قلت کی نظر ہو کر بند ہو گیا۔

بشمبر دیال ترپاٹھی

آپ ۱۸۹۹ء میں قصبہ مانگر ضلع اناؤ میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد ماجد کا نام گیا پرشاد ترپاٹھی تھا۔ آپکے چار بھائی ہیں۔ سب سے بڑے پنڈت بشیشر دیال ترپاٹھی تھے جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ مہیشور دیال ترپاٹھی اور بال گنگا دھر ترپاٹھی بحیات ہیں۔

تعلیم کا شاندار ریکارڈ

میٹرک ۱۹۱۷ء میں سیتا پور اسکول میں پاس کیا اور ۲۰ء میں ہندو یونیورسٹی کی بی اے کلاس کا بائیکاٹ کیا۔ بائیکاٹ سے ختم ہونیکے بعد تین سال گذرنے پر آپ نے بی اے کیا۔ اس عرصہ میں آپنے ضلع اناؤ میں پولٹیکل کام کیا۔ ۲۶ء میں ایم اے ایل ایل بی کیا۔ درمیان میں اسٹوڈنٹ تحریکوں میں نمایاں حصہ لینے کی وجہ سے آپ اناؤ سٹوڈنٹ یونین کے سکرٹری منتخب ہوئے۔ اور صوبہ کانگریس کمیٹی کے ممبر منتخب ہوتے۔ آپ کا تعلیمی زندگی شاندار اور قابل رشک ہے ...... آپ نے ایم اے اور ایل ایل بی فسٹ کلاس کیا جس کی بنا پر پی ایچ ڈی کرنے کے لئے تین سال کے لئے وظیفہ مقرر ہوا۔ پبلک لائف کی وجہ سے آپنے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ اور وظیفہ کو ٹھکرا کر پولٹیکل کاموں میں مشغول ہوئے۔

ذمّہ داری

۳۲ء میں ستیہ گرہ کی تحریک میں یوپی صوبہ کے ڈکٹیٹر بنائے گئے ۳۵ء میں صوبہ کانگریس کمیٹی کے سکرٹری منتخب ہوتے ۳۴ء سے آجتک آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر اور صوبہ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر یا سکرٹری مقرر ہوتے رہے۔ ۲۶-۴۴ء تک اناؤ ضلع کانگریس کمیٹی کی کرسی صدارت پر فائز رہے۔

۳۹ء میں آل انڈیا فارورڈ بلاک نیتاجی نے قائم کیا تو آپ نے لبیک کہا۔ چنانچہ جہاں اور صوبوں کی ذمہ داری اور لوگوں کو دیگئی تھی وہاں آپکو صوبہ یوپی فارورڈ بلاک کی ذمہ داری سونپ کر آپکو سکرٹری بنایا گیا۔ چنانچہ اس ذمہ دارانہ عہدے پر آپ ابتک مقرر ہیں اور فارورڈ بلاک اور نیتاجی کے اصولوں کو چار چاند لگا رہے ہیں۔

کانگریس وزارت سے ٹکر

آپکی زندگی شخصیت پرستی سے بلند و بالا رہی ہے حق و صداقت کو بات کرنا

حق بات کہنا آپکا شعار رہا ہے۔ آپنے اپنی پوری زندگی کانگریس پلیٹ فارم پر گذاری۔ لیکن سنہ ۳۷ء میں یو۔پی کانگریسی وزارت قائم ہوئی تو آپنے کسانوں کی تحریک میں سرگرمی سے ساتھ حصہ لیا۔ ان کے مطالبات کانگریسی وزارت کے سامنے بیباکی سے رکھے۔ اور انکو منوانے کی زبردست کوشش کی۔ کانگریسی وزارت انکی مخالف بھی ہوگئی اور ان کے خلاف مقدمہ چلا کر انکو ایک سال کی سزا بھی دی لیکن آپ باز نہ آئے۔ رہا ہونے کے بعد آپنے پھر کسانوں کو منظم کرنا شروع کیا اور ان کی تحریک کو پر شباب بنایا۔ ایک ایک گاؤں میں پھرے ایک ایک کسان سے مصیبت و تکلیف معلوم کی۔ اور اس کے مداوے کیلئے یکم مارچ سنہ ۳۹ء کو ایک لاکھ کسانوں کا جلوس لیکر لکھنؤ اسمبلی پر مظاہرہ کیا جس سے کسانوں کی ایک مضبوط قوت بن گئی اور حکومت کو ان کے مطالبات کی طرف جھکنا پڑا۔ دوبارہ کانگریسی وزارت کے آنے کے بعد ترپاٹھی جی ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے کسانوں کی بہبودگی کے لئے اسمبلی میں قانون رکھے ہیں۔ اور انکے فائدے کیلئے قانون بنوائے ہیں۔

نیتا جی سبھاش بابو سے آپکو خاص عقیدت تھی۔ اور سبھاش بابو کو بھی آپ پر پورا اعتماد تھا۔ چنانچہ سنہ ۳۹ء میں آل انڈیا یوتھ کانفرنس جو لاہور میں ہوئی۔ اس میں نیتا جی نے آپکو صدارت کا اعزاز بخشا تھا۔ اور اس کانفرنس کا صدر مقرر کیا تھا۔

سوشل زندگی

جہاں آپکی زندگی پولٹیکل کاموں میں گذری ہے۔ وہاں آپنے سوشل کاموں میں بھی حصہ لیا ہے۔ آپنے اناؤ کے ضلع میں چار ہائی اسکول جاری کر رکھے ہیں۔ ایک کالج سبھاش نیشنل کالج کے نام سے قائم رکھا ہے۔ اسی طرح آپنے بانگرمؤ میں سبھاش نیشنل ہائی اسکول بھی کھول رکھا ہے۔ آپ آجکل آل انڈیا پیمانہ پر سبھاش انسٹیٹیوٹ آف سوشل سائنس اناؤ میں کھولنا چاہتے ہیں جس میں سوشل سائنسوں کے ساتھ نیتا جی کے مقاصد اور اونچے درجے کی تعلیم دیجائیگی۔ آپ اسمبلی (صوبجاتی) کے سنہ ۳۷ء سے ممبر ہیں۔ اور کانسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوچکے ہیں۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

آپ کی طرح آپکا خاندان بھی قربانی کا مجسمہ ہے۔ تینوں بھائی سنہ ۳۹ء سے سنہ ۴۶ء تک مسلسل جیل میں رہے ہیں۔ سنہ ۴۲ء میں آپکے صاحبزادے کی عمر ۱۲ سال کی تھی اسوقت اسپرڈ اکخانہ کو جلانے کا الزام لگا کر مقدمہ چلایا گیا جو عدم ثبوت میں خارج ہوگیا۔ آپ کے سب سے چھوٹے بھائی بال گنگا دھر اناؤ کانگریس کمیٹی کے سکرٹری یو۔پی صوبہ کانگریس کمیٹی کے ممبر اور یو۔پی صوبہ فارورڈ بلاک کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہیں۔
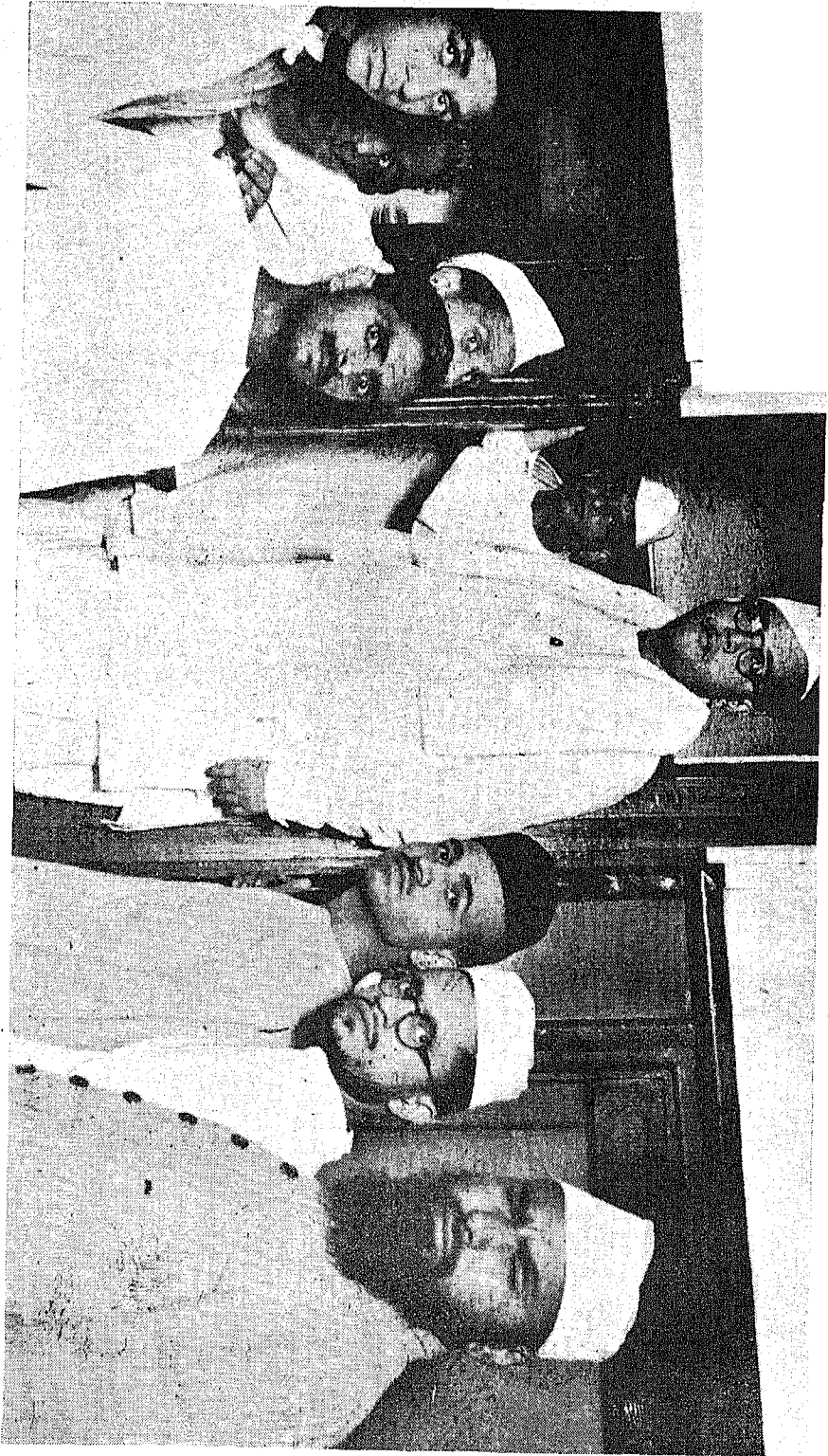
ریل کے ڈبے کے دروازے پر نیتا جی پیچھے لالہ شنکر لال کھڑے ہوئے ہیں۔ بائیں جانب مولانا سمیع اللہ (آنکھیں بند کئے ہوئے)
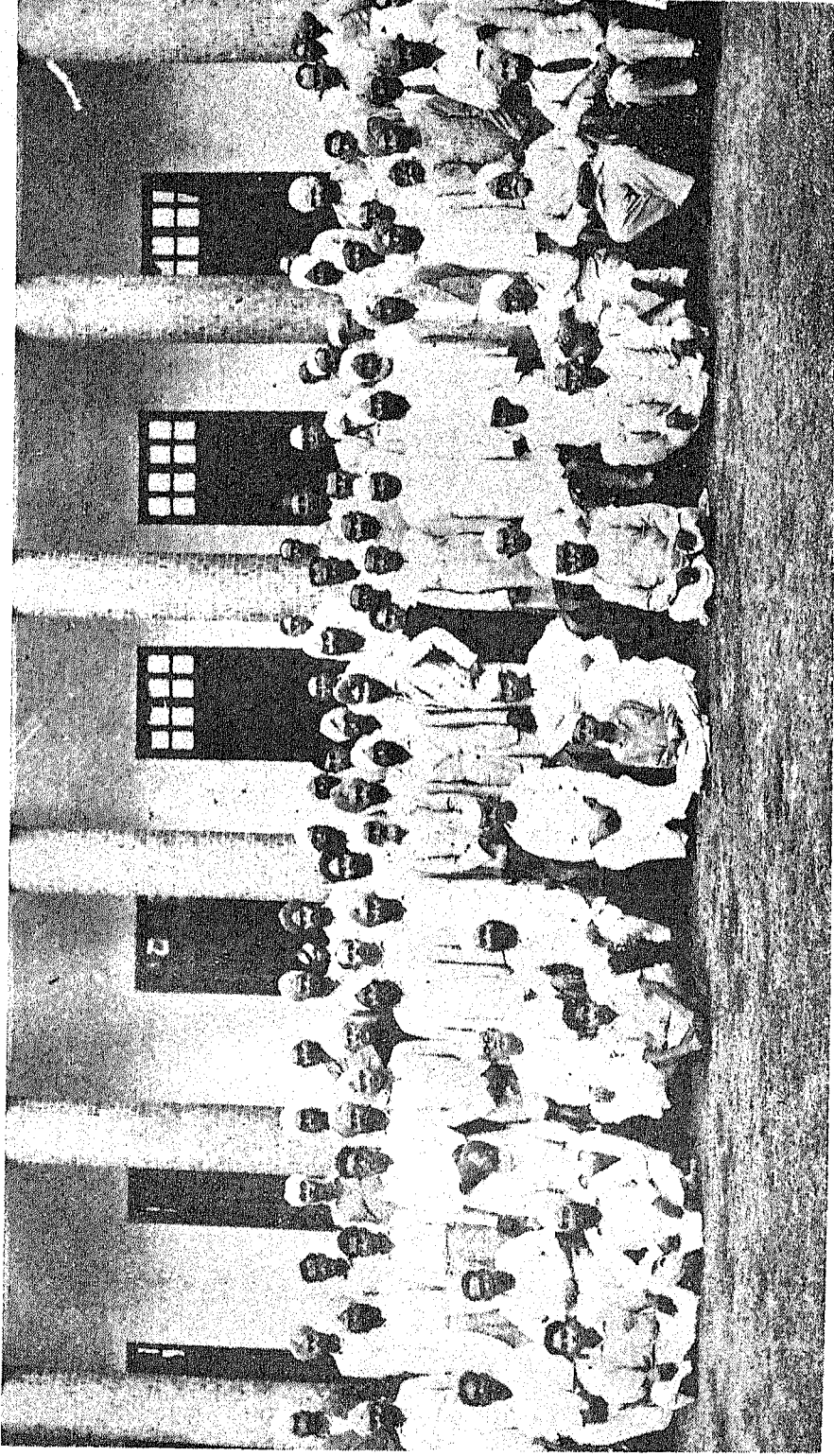
سردار سردول سنگھ کی اعزاز میں دعوت

کرسیوں پر دائیں جانب سے چوتھی کرسی پر سرتت بابو - سردار سردول سنگھ - لالہ شنکر لال - وجن بوس - لالہ جونت سہائے - اور ایک کرسی چھوڑنے کے بعد سردار نانک سنگھ

مسٹر یاجی

آپ کا پورا نام شبل بھدر یاجی ہے۔ آپ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ موضع بختیا پور ضلع پٹنہ بہار کے پجاری برہمن خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی تعلیم بختیار پور ایم ای اسکول، باریلی ہائی اسکول اور بی این کالج پٹنہ میں ہوئی۔ آپ ہمیشہ اپنی کلاس میں اول رہتے تھے اور کالج میں طلبا اور نوجوانوں کی تحریک میں سرگرم حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ عدم تعاون اور سول نافرمانی کی تحریک کے سلسلے میں آپ نے اپنی تعلیم کو خیرباد کہا۔

سیاسی زندگی

آپ نے کانگریس کی تقریباً تمام تحریکوں میں حصہ لیا۔ اور سات مرتبہ جیل گئے۔ اور نظربند رہے۔ کانگریس میں آپ نے بہت سے ذمہ دار عہدوں پر کام کیا۔ کسان سبھا کے ابتدائی دور سے آپ کا تعلق رہا ہے۔ اور بہت سی کسان تحریکیں آپ نے چلائی ہیں۔ آپ آل انڈیا کسان سبھا کے سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔ اور کانگریس سوشلسٹ پارٹی جب سے قائم ہوئی ہے۔ اس کے ممبر رہے لیکن تری پوری کانگریس کے زمانے کے بعد آپ نے اس سے استعفیٰ دے دیا۔ اور نیتاجی سبھاش چندر بوس نے جب فارورڈ بلاک کا افتتاح کیا تو آپ نے اس میں شرکت فرمائی۔ آپ ابتدا ہی سے آل انڈیا فارورڈ بلاک کی انتظامیہ کمیٹی کے ممبر ہیں۔ بہار صوبہ فارورڈ بلاک کے آپ صدر ہیں۔ اور آل انڈیا فارورڈ بلاک کے نائب صدر ہیں۔

آپ نے فارورڈ بلاک کے دیگر ساتھیوں کے ساتھ رام گڈھ میں سمجھوتہ کے خلاف کانفرنس (سنہ ۱۹۴۰ء) کی تنظیم کرنے میں بڑا حصہ لیا۔ آپ کا بہار میں مزدور تحریک سے بھی تعلق رہا ہے اور کئی مزدور یونینوں کے آپ عہدیدار بھی رہے ہیں۔

کانگریس ہائی کمانڈ کی پٹیل گردی

۹۔ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء کو ایک احتجاجی میٹنگ کے سلسلے میں جو آپ نے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے پاس شدہ پٹیل ریزولیوشن کے خلاف کی تھی۔ آپ کو کانگریس ہائی کمانڈ نے دو سال کے لئے کسی ذمہ دار عہدہ پر رہنے کی ممانعت کردی تھی۔ جس کے بعد آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں بہار کے تمام علاقوں میں

فارورڈ بلاک کی شاخیں قائم کیں۔ اور نیتا جی سوبھاش چندر بوس کے دورے ۱۹۳۹ء کو کامیاب کرنے کے لئے تقریباً تین سو میٹنگوں کا انتظام کیا جس نے باوجود کانگریسی کارکنان اور بہار کانگریسی وزارت کے مخالفت کے شاندار کامیابی حاصل کی۔

سمجھوتہ کے خلاف کانفرنس میں آزادی کے لئے جنگ کرنے کے ریزولیوشن پاس ہوجانے کے

قربانی بعد صوبہ بہار فارورڈ بلاک کے آپ پہلے ڈکٹیٹر مقرر کئے گئے۔ اور آپ نے بڑے وسیع پیمانہ پر بہار میں زوردار قومی جنگ کا آغاز کیا۔ اس سلسلے میں آپ دو سال کے لئے جیل بھیجے گئے۔

۱۹۴۱ء کے آخر میں جیل سے آنے کے بعد آپ نے تمام ہندوستان کا دورہ کیا اور جگہ جگہ فارورڈ بلاک کی بنیاد رکھی۔ حکومت ہند ان کی اس باعمل زندگی کو برداشت نہ کر سکی۔ اور مرکزی و صوبجاتی حکومت کی طرف سے آپکے نام نظربندی کے احکام جاری ہوگئے۔ آپکو اس کا علم ہوگیا تو آپ پندرہ ماہ یعنی مارچ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۳ء تک روپوش رہے۔ اور سوبھاش بابو کے پروگرام کو چلاتے رہے اسی روپوشی کے سلسلے میں کئی مرتبہ آپ نے ہندوستان کے کونے کونے کا دورہ کیا بالآخر ۱۳ مئی ۱۹۴۳ء کو بمبئی میں گرفتار کرلئے گئے اور چار ماہ تک آپکو لال قلعہ دہلی میں ان کوٹھریوں میں جنکو اندھا رسانی کی کوٹھریاں کہنا چاہئے رکھا گیا۔ جہاں فوجی افسران اور پولیس افسران نے فارورڈ بلاک کے حالات و تحریکات کے پروگرام اور سوبھاش بابو کے متعلق معلومات کرنے کے لئے سخت مظالم ڈھائے کہ آپ قریب المرگ ہوگئے تھے۔ بعد میں آپکو بمبئی کے برودہ سنٹرل جیل پونہ دیبا پور کیمپ جیل احمد نگر ناسک روڈ سنٹرل جیل ہزاری باغ سنٹرل جیل میں رکھا گیا۔ آپ بہار صوبہ اسمبلی کے سب سے نوعمر ممبر تھے۔ اور کانگریس اسمبلی پارٹی کے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۵ء تک وہپ رہے۔

مسٹر یاجی نے حسب ذیل چار کتابیں بھی لکھی ہیں۔ جو انگریزی زبان میں لکھی۔

تصنیفات (۱) فارورڈ بلاک اس کا اصول اور نظریہ (۲) ہندوستانی مزدوروں کی تحریک پر اک نظر (۳) کیا سوشلزم ہندوستان کے لئے ضروری ہے (۴) نیتا جی کی زندگی اور ان کا نظریہ۔

آپکا مارکس کی فلاسفی پر اعتقاد ہے اور آپ کا یقین ہے کہ نیتا جی سوبھاش چندر بوس مارکس اور لینن سے کہیں زیادہ فوقیت رکھتے ہیں۔

وجن بوس

۱۲- نومبر ۱۹۱۶ء میں کلکتہ کے اندر پیدا ہوئے - آپ کے والد سوبھاش بابو کے بڑے بھائی بنگال کے مشہور بیرسٹر ستیش چندر بوس ہیں جو ۱۹۴۳ء میں کلکتہ کارپوریشن کے کونسلر اور اب ایم ایل اے ہیں -

آپ نے ابتدائی تعلیم کلکتہ ڈایوسیشن کالج میں حاصل کی - ٹدل تک ساؤتھ صوبوربن اسکول کلکتہ اور شیبہ کے داؤس ملر سکول میں پڑھا - اور میٹرک میٹرولوکشن انسٹیٹیوشن میں کیا - ایف اے سیفنسر لوپر کالج کلکتہ میں اور ۱۹۳۷ء میں بی اکم کلکتہ یونیورسٹی سے ۱۹۳۹ء میں پاس کیا -

۱۹۳۰ء میں عدم تعاون کی تحریک میں بارہ تیرہ سال کی عمر میں حصہ لیا اور متواتر تین چار مرتبہ گرفتار ہوئے - کم عمری کی وجہ سے پولیس گرفتار کرکے چھوڑ دیتی تھی -

تحریکوں میں حصہ لینے کی وجہ سے آپکو ۱۹۳۱ء میں ڈاؤس اسکول کے ہیڈماسٹر نے انسپکٹر اسکول کے حکم کے ماتحت مدرسہ سے خارج کر دیا - سر علی امام صاحب کے داماد انسپکٹر اسکول کے مجبور کرنے پر ہیڈ ماسٹر نے آپ کو اسکول میں داخل کیا تھا -

آپ نے ۱۹۳۰ء سے طلبا کی تحریک میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا - دو سال تک کلکتہ یونیورسٹی کی کامرس سوسائٹی کے سکرٹری رہے - ۱۹۳۸ء میں فارورڈ بلاک میں شامل ہوئے -

سول ڈس اوبیڈینس تحریک کے سرگرم کارکن رہے اور نمایاں کام لیا - سوبھاش بابو نے فارورڈ بلاک کے ورکرز کی ایک لیگ بنائی جس کا نام آل انڈیا یوتھ لیگ رکھا - آپکو اس کا انچارج بنایا -

۲۰- اپریل ۱۹۴۱ء میں یوتھ لیگ کے جنرل سکرٹری ہونیکی حیثیت سے جنگ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہوئے آٹھ سو ساتھیوں کے ساتھ گرفتار ہوئے جس میں ڈیڑھ سال کی سخت سزا ملی -

اس کا اپیل ہوا ضمانت منظور ہوئی تو رہا ہونے سے قبل ۱۹۴۷ء کے ماتحت گرفتار کرکے ۲۹ ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت نظر بند کر دئے گئے جہاں پہلے سزا کاٹی اور سزا کاٹنے کے بعد پھر نظر بند کر دئے گئے -

اپریل ۱۹۴۲ء میں آپ کو لاہور کے قلعہ میں لایا گیا - آپ کے ساتھ بہیمانہ اور انسانیت سوز مظالم کئے گئے -

محترمہ لیلا رائے

لیلا رائے کی ہمیشہ شخصیت کے حالات کو چند سطروں میں بیان کرنا بہت مشکل کام ہے انکو وہی لوگ اچھی طرح جانتے ہیں جو ان کے قریب ہیں - اپنے ملک کی بہترین اور ناقابل تحریف روایات کے مطابق آپ اعلیٰ درجہ کی انقلابی شخصیت ہیں اور آپکے مزاج میں ایک ایسی کشش اور قوت ہے جو ہر ملنے والے کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتیں برطانوی شہنشاہیت سے نبرد آزما ہونے میں آپکو خاص ملکہ حاصل ہے - متواتر بیس سال سے سخت سے سخت مصائب و آلام کا آپنے مقابلہ کیا ہے - ان مجاہدانہ زندگی کا آپ کی صحت پر بھی کافی اثر پڑا ہے - آپنے اپنی بیش قیمت زندگی کے بارہ سال جیل خانہ میں گذارے ہیں - اور ابھی تین ماہ ہوئے آخری جیل کاٹکر باہر آئی ہیں - اور جیل سے باہر آتے ہی اسی شان و مستقل مزاجی سے مصروف عمل ہو گئیں - ایک لمحہ کے لئے بھی آرام کرنا ضروری نہیں سمجھتیں - اس عرصہ میں آپنے اپنے ساتھیوں اور دوستوں کی سیاسی زندگی میں ایک خاص جوش اور حب الوطنی کا جذبہ پیدا کر دیا ہے - آپکا طالب علمی کے زمانہ میں ذہین محنتی طلبہ میں شمار ہوتا تھا - اور ہمیشہ امتحانوں میں اونچے نمبروں سے پاس ہوتی تھیں - ۱۹۳۰ء میں آپ نے ایم اے کا امتحان پاس کیا - علاوہ ایک روشن دماغ طالب علم ہونیکے آپ میں ایسی خصوصیتیں تھیں کہ جس کی وجہ سے آپ طلباء کی لیڈر مانی جاتی تھیں - اُس زمانے کے بیتھون کالج کے طلبا تاہنوز آپکو محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - اور یاد کرتے ہیں - اور ان کا نام بطور مثل "لیلا ناگ" کے اپنے ذہن میں منقش کئے ہوئے ہیں (کیونکہ آپ ناگ خاندان کی لڑکی ہیں) اور ابتک ان کو قابل تقلید تصور کرتے ہیں اور اپنی زندگی ان کے اُصولوں پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں -

آپکے والد بنگال حکومت کے ایک اعلیٰ افسر تھے آپ انکی آنکھ کا تارا تھیں - اس لاڈلی لڑکی کے لئے آرام و نعمتیں حاصل کرنا معمولی بات تھی لیکن آرام کی زندگی آپکو منظور نہیں تھی - آپ کے ذہن اور روح میں مقدس اصول اعلیٰ معیاری خیالات گھر کر چکے تھے - آپ کے اردگرد مصیبت زدہ معصوم بیواؤں کے دردناک منظر تھے جو اپنی جہالت اور خراب و گندہ ماحول کی وجہ سے دائمی غلامی کا شکار بنی ہوئی تھیں - آپنے ارادہ کیا کہ وہ ان مصیبت زدہ ساتھیوں کی زندگی بہتر بنانیکی کوشش کریں - اور انکی زندگیوں کو شعاع آسودگی و مسرت و اطمینان سے منور کر دیں - اس سلسلے میں آپنے اپنے ملک کے سرمیہ ور دہ حضرات سے خط و کتابت کی جس میں شاعر اعظم ٹیگور بھی شامل تھے - چنانچہ یونیورسٹی سے فارغ ہوتے ہی آپ نے حقوق نسواں کی تحریک کی بنا ڈالی - اور دیپالی ایسوسی ایشن

اپنے احباب کی مدد سے ڈھاکہ میں قائم کی۔ اسوقت ڈھاکہ میں لڑکیوں کے لئے صرف ایک مدرسہ تھا۔ آپنے فوراً ایک اور اسکول کھولا۔ اور عورتوں میں کام کرنیوالوں کا ایک ایسا گروہ منظم کیا جو انکی بہبودگی کیلئے ہمہ تن مصروف ہوکر کام کرتا تھا۔ مسز رائے اس اسکول کی خود آنریری پرنسپل بنیں۔ اور اس کے چلانیکی تمام مالی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے سر لیا۔ اس اسکول میں اور اسکولوں کی طرح محض تعلیم لفظی و کتابی نہیں دیجاتی تھی بلکہ چھوٹی قسم کی دستکاریاں محتاج اور بیوہ عورتوں کے لئے بھی سکھائی جاتی تھیں۔ دیپالی ایسوسی ایشن نے اپنا دائرۂ عمل وسیع کر لیا تھا اور تھوڑے عرصہ میں تمام صوبہ کے اندر عورتوں میں کام کرنیکی ایک نہایت ممتاز تعلیمی و مجلسی ادارہ کی حیثیت قائم کر لی تھی۔ ایک ڈھاکہ میں ہی کئی پرائمری اسکول لڑکیوں کے لئے جاری ہیں جن کا شاندار کامیاب انتظام یہی ایسوسی ایشن کر رہی ہے۔ اس ایسوسی ایشن کی طرف سے سالانہ نمائشیں بھی ہوتی ہیں جن میں چھوٹی دستکاریاں محتاج عورتوں کے لئے دکھائی جاتی ہیں۔

سماجی اور تعلیمی تحریکات کے بعد سیاسی اور انقلابی ذہنیت کا پیدا ہونا قدرتی بات ہے چنانچہ محترمہ لیلا رائے بھی اس زینے سے نہ بچ سکیں۔ ڈھاکہ ہمیشہ سے انقلابی تحریکوں کا مرکز رہا ہے۔ اس لئے ایس کوئی تعجب کی بات نہیں کہ لیلا رائے بھی ان کے زمرے میں شامل ہیں۔ آپکی مستقل مزاجی اور نیک سیرت زندگی عورتوں کی پست حالی کو درست کرنے میں جب مصروف ہوئی۔ اس روز سے آجتک آپ اس ملک سے غلامی اور شہنشاہیت کے خون چوسنے والے نظام کو ختم کرنے پر کمربستہ ہوگئیں۔ اس سلسلے میں برطانوی قیدخانہ آپکی زندگی کے لئے مسلسل زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ ہندوستانی عورتوں میں غالباً آپ ہی ایک پہلی مشہور عورت ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا اتنا عرصہ بلا مقدمہ چلے جیل میں گذارا۔ آپ ۱۹۳۱ء میں پہلی مرتبہ گرفتار ہوئیں اور ۱۹۳۸ء تک بلا مقدمہ چلائے آپکو نظربند رکھا گیا اور نیتاجی سبھاش چندر بوس نے ہالویل کے سلسلے میں تحریک چلائی تو آپ پھر ۱۹۴۱ء میں نظربند کی گئیں۔ آخری مرتبہ آپ اپریل ۱۹۴۲ء میں گرفتار ہوئیں اور حال ہی میں مئی ۱۹۴۶ء میں رہا ہوئیں آپ بنگال کے نظربندوں کے رہا ہونیوالے آخری جتھے میں تھیں۔

دیپالی ایسوسی ایشن کی تحریکات کے سلسلے میں جو عورتیں کام کرنیوالی ان کے پاس آئیں بعد میں ان ہی کارکنوں کی مدد سے آپنے عورتوں میں انقلابی تحریک چلائی۔ آپکی رہنمائی میں ان لڑکیوں نے بنگال میں چھتری سنگھ کے نام سے ایک جماعت قائم کی جس کے بعد آپکی تنظیمی قابلیت کا تمام بنگال نے اعتراف کیا۔ ۱۹۲۶ء میں جب شاعر ٹیگور ڈھاکہ گئے تو لیلا رائے نے ان کا عورتوں میں لیکچر کرایا۔ شاعر نے انکے جوش عمل کو دیکھ کر کہا کہ میں نے ایسی تنظیم تمام

مشرق میں عورتوں کے اندر نہیں تھی۔ اور آپنے خواہش ظاہر کی کہ لیلا رائے ان کے شانتی نکیتن میں عورتوں کا کام سنبھالیں۔ لیکن لیلا رائے اپنے راستے سے نہیں ہٹیں۔ آپنے ۱۹۳۰ء میں نمک ستیہ گرہ کے سلسلے میں عورتوں کی ایک زبردست ریلی منظم کی تھی جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ انقلابی خیالات ہونے کی وجہ سے یہ قدرتی امر تھا۔ کہ آپ نیتاجی سوبھاش چندر بوس کی رہنمائی قبول کرکے ان کے ساتھیوں کے ساتھ کام کرتیں۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء میں جیل سے آنے کے بعد آپ نیتاجی کے خاص ساتھیوں میں شمار ہونے لگیں۔ آپ فارورڈ بلاک کی ابتدا ہی سے ممبر ہیں۔ اور اب فارورڈ بلاک کی ورکنگ کمیٹی میں ایک ممتاز جگہ کی مالک ہیں اور صوبائی کانگریس کمیٹی کی ممبر اور آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی بھی ممبر ہیں۔

صحافت کے میدان میں بھی آپنے ایک خاص شہرت حاصل کی ہے۔ ۱۹۳۱ء میں جیل جانے سے پہلے آپ نے ایک ماہنامہ جے سری جاری کیا۔ جو بنگالی زبان میں تھا۔ اور عورتوں کے حقوق کی ترجمانی کرتا تھا۔ ۱۹۳۳ء میں جیل سے آنے کے بعد اس کو دوبارہ جاری کیا۔ اس مرتبہ وہ پورا سیاسی میگزین بن گیا تھا۔ ۲۲ جون ۱۹۴۲ء کو اسے ممنوع قرار دیدیا گیا۔ اور اس کے دفتر پر مہر لگا دیگئی۔

فارورڈ بلاک بھی انہیں دنوں میں ناجائز قرار دیا گیا تھا۔ ۱۹۴۰ء میں فارورڈ بلاک کے جنم داتا نیتاجی کے گرفتار ہونے پر آپنے فارورڈ بلاک اخبار کی اڈیٹری کی ذمہ داری لے لی تھی۔ اس کو آپ اس وقت تک چلاتی رہیں جب تک حکومت نے اس کی ضمانت ضبط کرکے بند نہیں کر دیا۔ ۱۹۴۲ء میں اپنی گرفتاری سے قبل آپ نے بہت سے زوردار مضامین بعنوان ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے اخبار اسٹیٹسمین کے جواب میں نکالے جو اس نے فارورڈ بلاک کو بدنام کرنے کے لئے نکالے تھے۔ آپ ملک کی اسمبلی اور کونسلوں پر بھی نگاہ رکھتی ہیں۔ اور عورتوں کے حقوق کے مسئلہ پر جب کبھی سوال پیدا ہوتا ہے تو اس کی رہنمائی کرتی ہیں۔ نیتاجی سوبھاش چندر بوس نے ۱۹۳۸ء میں نیشنل پلاننگ کمیٹی قائم کی اس کی بھی آپ ممبر تھیں جب میں ہندوستان مستقبل کی سوسائٹی میں عورتوں کی کیا جگہ ہو۔ اس مسئلہ پر چھان بین کرنے کے لئے آپکو مقرر کیا گیا تھا۔ آپ کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کی بھی ممبر ہیں۔

آزاد ہند فوج کے کرتا دھرتا

راش بہاری بوس

راش بہاری بوس قوم و ملک کے شیدائی وجاں نثار، جابر و ظالم حکومت وسلطنت کو تباہ و غارت کرنے کے مصمم ارادے رکھنے والے، مقدس اور مبارک ہستیوں میں سے اعلیٰ و ارفع حیثیت کے مالک تھے۔ آپ غیر ملکی اقتدار کو کسی قیمت پر اور کسی صورت میں ہندوستان پہ مسلّط ہوتا دیکھ نہیں سکتے تھے آپ کی زندگی انقلابی و مجاہدانہ کارناموں سے پُر ہے۔ ہندوستان میں حکومت برطانیہ کا تختہ پلٹنے کے لئے منظم و کامیاب پروگرام کی ابتدا آپ کے دست مبارک سے ہوئی۔

دسمبر ۱۹۱۲ء میں جب ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ہارڈنگ کا جلوس چاندنی چوک سے ہزاروں فوجیوں اور پولیس وسی آئی ڈی کے پہرے و انتظام میں گذر رہا تھا۔ تو اس کو ہلاک کرنے کے لئے ایک بم پھینکا گیا۔ اس حملہ آور پارٹی کے سرغنہ راش بہاری بوس تھے۔ اور سرگرم کارکن امیر چند دہلوی۔ اودھ بہاری، بالمکند اور بسنت کمار تھے۔ جن کو مذکورہ الزام میں سزائے موت دیگئی۔ راش بہاری بوس پولیس کے قبضہ میں نہیں آسکے۔ اور مفرور ہوگئے۔

چونکہ آپ دہرہ دون کے کمرشیٹ کے ڈپارٹمنٹ میں کلرک کی حیثیت سے کام کرتے تھے دہرہ دون چلے گئے۔ اور ایک بنگالیوں کی میٹنگ کی جس میں لارڈ ہارڈنگ پر بم پھینکنے کی سخت مذمت کی جس کی وجہ سے وہاں کی سی آئی ڈی نے آپکو بنگالیوں پر سی آئی ڈی کی حیثیت سے باقاعدہ تنخواہ دار مخبر مقرر کردیا۔ کہ آپ انتہا پسند بنگالیوں کی دیکھ بھال کریں کہ وہ کیا کرتے ہیں کہاں آتے ہیں۔ کہاں جاتے ہیں۔ چنانچہ آپنے اس ملازمت کو منظور کرلیا۔ اور وہ خدمت انجام دی۔ جس کا ذکر سی آئی ڈی کے افسر نے دہلی سازش کیس میں کیا ہے

"راش بہاری نے ہمیں دھوکہ دیا بم پھینک کر وہ دہرہ دون میں سی آئی ڈی کا مخبر بنکے انقلابی تحریکوں میں حصّہ لیتا رہا"

چنانچہ سیڈیشن کمیٹی کی رپورٹ میں آپکو لارڈ ہارڈنگ پر بم پھینکنے کا ذمّہ دار ثابت کیا ہے۔ اور رولٹ رپورٹ میں تو مذکورہ مقدمہ کے فیصلے کا ذکر کرتے ہوئے راش بہاری بوس کے بارے میں لکھا ہے۔

آپ بحالت روپوشی بنارس میں مقیم تھے کروشنو گنگلی ضلع پونا کا باشندہ مرہٹی برہمن پہلے ہی ہندوستان سے باہر چلا گیا تھا۔ لیکن جب سکھ تارکان وطن ہندوستان واپس آئے۔ تو پنگلی بھی ان کے ساتھ آ گیا۔ اور انہی کی طرح انقلابی تحریکات میں حصہ لینے لگا۔ وہ پنجاب پہنچا جہاں اس نے ایک جلسہ منعقد کیا۔ جس میں انقلاب برپا کرنے سرکاری خزانہ لوٹنے اور ہندوستانی نوجوانوں میں بغاوت پھیلانے اسلحہ جمع کرنے بم بنانے اور روپیہ فراہم کرنے جیسے تمام اہم مسائل پر بحث کی گئی۔ پنگلی نے بم سازی کے ایک ماہر بنگالی کا تعارف کرانے کی اجازت چاہی جلسہ میں اس کی یہ خواہش منظور کر لی گئی۔ اور بم سازی کا ضروری سامان فراہم کرنے کے لئے مختلف اطراف میں بہت سے لوگوں کو بھیجا گیا۔ اس کام میں لدھیانے کے متعدد نوجوان شریک تھے۔

رولٹ رپورٹ مذکورہ سطور میں بم سازی کے لئے جس بنگالی کا ذکر کیا گیا ہے وہ راش بہاری بوس تھے۔ اس لئے کہ ان سطور کے بعد رپورٹ میں لکھا ہے :۔

"اس کے بعد راش بہاری بوس جو بنارس میں خانہ نشین تھا پنجاب پہنچ گیا۔ ان کے لئے امرتسر میں ایک مکان مہیا کیا گیا جس میں وہ دوسرے بنگالیوں کے ساتھ کام کرتا تھا۔ اور وہاں فروری ۱۹۱۴ء کے آغاز تک مقیم رہا اور سربرآوردہ سکھ انقلاب پسندوں کے ساتھ کام کرتا رہا۔ فروری کے شروع میں اس نے قتل عام برپا کرنے کا بندوبست کیا اور لاہور کو اس ہنگامہ کے مرکز کی حیثیت سے منتخب کیا۔ اس کے بعد وہ لاہور پہنچا اور مقررہ دن پر فوجی امداد حاصل کرنے کے لئے شمالی ہند کی مختلف چھاؤنیوں میں اپنے نمائندے بھیجے۔"

مسٹر راش بہاری بوس نے انقلاب کے لئے جو تجویز مرتب کی تھی وہ فوج کی ہی بغاوت تک محدود نہیں تھی بلکہ اس کے لئے شہری اور دیہاتی اور فوجی اشتراک عمل کو ضروری سمجھا گیا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں حکومت کی معلومات کے مطابق :۔

"اس نے بغاوت میں حصہ لینے کے لئے دیہاتیوں کی بہت سی جماعتیں بنانے کی کوشش کی۔ بم بنائے گئے۔ اسلحہ جمع کئے گئے۔ پرچم تیار کرائے گئے۔ ایک اعلانِ جنگ

لکھا گیا۔ اور ریلوں کو تباہ کرنے اور بجلی کے تاروں کو کاٹنے کے اوزار بھی فراہم کئے گئے۔

حکومت کے جاسوس نے ان تمام تیاریوں کی اطلاع حکومت کو دیدی اور پولیس نے ۱۹ فروری کو اس تحریک کے صدر مقام پر چھاپہ مار کر سات تارکان وطن کو گرفتار کرلیا۔ مسٹر راش بہاری بوس ہاتھ نہ آسکے۔ حکومت کا خیال ہے :۔

"ان لوگوں نے لاہور فیروز پور اور راولپنڈی میں یک وقت ہنگامہ برپا کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور یہ بات ظاہر تھی کہ وہ اس کارروائی کو بہت بڑے پیمانہ پر عمل میں لانا چاہتے تھے۔ یہ ہنگامہ پنجاب کے مذکورہ مقامات بنارس اور جبل پور ہی تک محدود نہ تھا۔ بنگال کے انقلاب پسند بھی اس بات کے لئے تیار تھے کہ اگر پنجاب میں سکھوں کی بغاوت عمل میں آجائے تو وہ بھی ان کی تقلید کریں"۔

غرضیکہ ان کی تمام کوششیں اس مقصد کے لئے کی جارہی تھیں اور وہ مقصد تھا ہندوستان کو انگریزی حکومت کی گرفت سے آزاد کرانا۔

آپ کی گرفتاری کے لئے بارہ ہزار روپے کے انعام کا اعلان ہوا۔ اور آپ کی تصویر سارے ہندوستان میں تقسیم کیگئی۔

۱۹۱۵ء میں آپ جاپان چلے گئے۔ سیڈیشن کمیٹی کا بیان ہے کہ :۔

"آپ جاپان اس لئے گئے کہ جرمنوں کی ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں دلچسپی پیدا کرسکیں۔ آپ نے چین سے ہندوستان میں ہتھیار بھیجنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کا پتہ حکومت کو چل گیا۔ اور انہیں ضبط کرلیا گیا۔ ہندوستانی حکومت کی مداخلت پر جاپانی گورنمنٹ نے آپکو شنگھائی سے پانچ دن کے اندر نکل جانیکا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ آٹھ سال تک روپوش رہے"۔

سیڈیشن کمیٹی کا فیصلہ تھا کہ جب کبھی آپ واپس آئیں ان پر بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے۔

راش بہاری بوس نے جاپان جا کر سب سے پہلے جو کام کیا وہ جاپان کے ہندوستانی باشندوں کو منظم کرنے کے لئے آزاد ہند لیگ کا قیام تھا۔ چنانچہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب تھے۔ باقاعدہ

آزاد ہند لیگ بن گئی تھی۔

اس وقت جبکہ ۱۵۔ فروری ۱۹۴۲ء کو سنگاپور پر جاپانی فوجوں کا قبضہ اور ہندوستانی فوج بحیثیت قیدیوں کے جاپانیوں کے قبضہ میں آئی تھا تھی آزاد ہند لیگ میں ہندوستانی فوجی لوگوں کو شامل کرنے کے لئے راش بہاری بوس نے تجویز کی۔ چنانچہ آپ کے دعوت نامہ پر ۸ مارچ سے ۳۰ مارچ ۱۹۴۲ء تک ٹوکیو میں کانفرنس ہوئی جس میں ملایا کے ہندوستانی مشن کے علاوہ ہانگ کانگ، شنگھائی اور جاپان کے ہندوستانی نمائندے بھی شامل ہوئے۔ اس کانفرنس کے چیئرمین راش بہاری بوس ہی تھے۔

اس کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مشرقی ایشیا کے ہندوستانیوں میں آزاد ہند کی تحریک چلائی جائے۔ اس تحریک کا مقصد یہ ہوگا کہ ہندوستان کو مکمل طور پر آزاد کرایا جائے۔ اور اس کو غیر ملکی غلبے اور کنٹرول و مداخلت سے پورے طور پر نجات دلائی جائے۔

یہ بھی طے کیا گیا کہ صرف آزاد ہند فوج ہندوستانیوں کی کمان میں ہندوستان کی غلامی کے خلاف فوجی کارروائی کریگی۔ اس سلسلے میں آزاد ہند لیگ جاپانیوں کا بحری وبری اور ہوائی تعاون اور امداد حاصل کریگی۔ نیز ہندوستان کا آئندہ آئین تیار کرنے کا کام صرف ہندوستانیوں کے نمائندوں پر چھوڑ دیا جائے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ جون ۱۹۴۲ء میں ایک اور کانفرنس بلائی جائے جو مشرقی ایشیا کے تمام ممالک کی پوری طرح نمائندہ ہو اور جس میں آزاد ہند کی تحریک کا افتتاح کیا جائے۔

چنانچہ ۱۵ سے ۲۳ جون ۱۹۴۲ء تک بنکاک میں مشرقی ایشیا کے ہندوستانیوں کی کانفرنس ہوئی جس میں جاپان، مانچوکو، ہانگ کانگ، برما، بورنیو، جاوا، ملایا اور سیام کے ایک سو سے زائد ڈیلی گیٹوں کے علاوہ ملایا، اور ہانگ کانگ کے ہندوستانی فوج (جنگی قیدیوں) کے نمائندے بھی موجود تھے۔ بنکاک کانفرنس میں حسب ذیل اہم فیصلے ہوئے۔

(۱) ہندوستان کی آزادی کے لئے جد وجہد کرنے کی غرض سے مشرقی ایشیا میں ہندوستانیوں کو منظم کیا جائے۔

(۲) مشرقی ایشیا کی ہندوستانی فوجوں پر ہندوستانی شہریوں سے آزاد ہند فوج بنائی جائے، اور سپاہی بھرتی کئے جائیں۔

(۳) تحریک آزادی کی پالیسی اور پروگرام انڈین نیشنل کانگریس کے اغراض ومقاصد کے مطابق

بنانے کے لئے اس پر کنٹرول کیا جائے۔ اور اس کی رہنمائی کی جائے۔

(۴) ہندوستان میں ایک آزاد جمہوری حکومت غیر فرقہ وارانہ اصول پر قائم کی جائے۔ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آزاد ہند گورنمنٹ اور فوج بنائی جائے۔

(۵) حکومت جاپان سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اس تحریک اور ہندوستان کے متعلق اپنی پالیسی کی مزید وضاحت کرے۔

(۶) آزاد ہند تحریک کا مقصد اتحاد، محبت اور قربانی ہے۔

اس کانفرنس میں مختلف ہندوستانی نیشنلسٹ جماعتیں باہم ملا دی گئیں۔ اور آزاد ہند لیگ کا ایک آئین بنایا گیا۔ اس کا ہیڈ کوارٹر سنگاپور میں قائم کیا گیا۔ لیگ کی مقامی شاخیں ملایا، برما، سیام، جاپان، ... اور کمان وغیرہ میں قائم کرنے کیلئے مسٹر راش بہاری بوس کی صدارت میں نمائندوں کی ایک کمیٹی اور ایک کونسل آف ایکشن بنائی گئی جس میں تین شہری تین فوجی ممبران تھے جن کے نام یہ ہیں۔ پی۔ کے سین۔ کپتان موہن سنگھ۔ کرنل گیلانی۔ مسٹر راگھون۔ مسٹر سین وغیرہ۔

آزاد ہند لیگ کے ممبر جملہ ممالک میں باقاعدہ بن گئے تھے۔ جن کی مجموعی تعداد سات لاکھ پچاس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

آزاد ہند لیگ کے ماتحت آزاد ہند حکومت تھی۔ آزاد ہند حکومت کے انہیں محکموں میں سے چند اہم محکموں کے نام یہ تھے:۔

(۱) مالی (۲) سپلائی (۳) فوجی بھرتی اور تربیت (۴) آڈٹ (۵) پبلسٹی (۶) مستورات (۷) تعلیم (۸) تعمیر نو (۹) صحت اور فلاح عامہ (۱۰) برما کی شاخ (۱۱) انصاف (۱۲) پولیس۔ (۱۳) رکروٹنگ (۱۴) ٹیکس

ٹیکس وصول کرنے کے لئے ایک تاجروں کی کمیٹی بنا دی گئی تھی جو ایک جائداد کی تشخیص کرتی تھی۔ اس کمیٹی نے جانچ پڑتال کرکے ہر ایک پر ٹیکس لگایا۔ یہ ٹیکس سالانہ آمدنی پر نہیں بلکہ جائداد کی حیثیت پر تجویز کیا گیا۔ نفع پر ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ پراپرٹی ٹیکس جاری کیا گیا۔

جنگ کی وجہ سے جو لوگ زخمی ہو جاتے تھے اور غربت کی وجہ سے علاج نہیں کرا سکتے تھے ان کو مدد دینا بھی آزاد ہند لیگ کے کام میں داخل تھا۔ چنانچہ ان کے لئے ایک ڈاکٹری کی

جماعت تھی جس کے فنڈ سے زخمی لوگوں کی مدد کی جاتی تھی - ان کو کھانا کھلایا جاتا تھا - اور دوائی پلائی جاتی تھی - ملایا میں سب سے بڑا ریلیف فنڈ کیمپ دوالالاں میں تھا -

کسی وقت اس کیمپ میں روزانہ کی اوسط ایک ہزار مرد اور عورتوں کی ہو جاتی تھی - اس کیمپ کا ماہانہ خرچ تقریباً ۷۵ ہزار ڈالر تھا - برما میں لیگ کی طرف سے کئی مفت ہسپتال چلائے جاتے تھے - تھائی لینڈ میں ہندوستانیوں کے لئے لیگ کی طرف سے ایک ہسپتال بنوایا گیا تھا - اس ہسپتال کو امریکہ اور برطانیہ کے ہوائی جہازوں نے بم برسا کر مسمار کر دیا تھا -

ہندوستانیوں کے رہنے کے لئے مکانوں کی کمی تھی - اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ملایا میں ایک مقام تجویز کیا گیا - جہاں آزاد ہند لیگ نے تقریباً دو تین ہزار ایکڑ جنگل صاف کرا کے ہندوستانیوں کے رہنے کے لئے مکان بنوائے - جن میں ان کو رکھا گیا -

لیگ کی جانب سے ہندوستانی لڑکے لڑکیوں کی تعلیم کے لئے اسکول کھولے گئے - تین سال میں تعلیم کے سلسلے میں جو کام وہاں کیا گیا وہ کافی سالوں میں نہیں ہوا تھا - اسکولوں میں ہندوستانی زبان ہندوستانی قوم کی تاریخ ہندوستانی لیڈروں کے حالات و سوانح عمریاں مثلاً گاندھی، نہرو، سی آر داس - ہندوستانی موسیقی قومی گیت - ڈرائنگ - اخلاقی ٹریننگ - کھیل صابن سازی - ہندوستان کا جغرافیہ - مطالعہ قدرت - دستکاری، نقاشی، حفظانِ صحت، باغ لگانا، اخلاقی تربیت - جسمانی تربیت اور کھیل - سیاہی سازی اور کپڑے کا کام - گراموفون سائیکل اور گھڑی کی مرمت کرنا وغیرہ سب سکھایا اور پڑھایا جاتا تھا - نیز ابتدائی نظام کی ترتیب اور درستی کے پروگرام شامل تھے -

صرف بارہ برس کے بڑے بچے لئے جاتے تھے - لڑکے اور لڑکیاں تعلیم پاتے تھے - شام کو دو گھنٹے بالغوں کو تعلیم دی جاتی تھی - شروع میں ایک ڈالر فیس لی جاتی تھی لیکن بعد میں بند کر دی گئی تھی -

صرف برما میں آزاد ہند لیگ نے ۶۵ ہندوستانی اسکول کھول رکھے تھے - آزاد ہند لیگ کے انتظام کے ماتحت ایک آزاد ہند بینک تھا - جو ایک مسلم کروڑپتی کے سرمایہ سے جاری کیا گیا - صرف رنگون میں اس کی تین شاخیں تھیں - اور ریاست شاہ تنکی میں ایک اور برانچ تھی - وہ بنک کاروباری طریقے پر کام کرتا تھا - پبلک وہاں روپیہ جمع کراتی تھی - آزاد ہند فوج حکومت کا روپیہ وہاں جمع ہوتا تھا - گورنمنٹ آزاد ہند چیک جاری کرتی تھی اور بینک انہیں ادا کرتا تھا -

سنہ ۴۴ء تک عارضی حکومت ہند کی رقم ۱۵۳۵۳۱۴۴ ڈالر بنک میں موجود تھا۔ بنک سے قبل ڈالر کی قیمت ایک روپے سے زائد نہیں ہوتے ہوتے ایک وقت میں بنک کے اندر ½ ۱ کروڑ ڈالر یعنے ¼ ۱۳ کروڑ روپیہ آزاد ہند حکومت کی رقم جمع ہوگئی تھی۔ آزاد ہند حکومت کا یہ روپیہ بنک میں فنانس منسٹر کے نام سے جمع ہوتا تھا۔ بنک اس وقت چل رہا تھا جب جاپانی حکومت رنگون سے چلی گئی۔ وہ برطانوی حکومت کے آنے کے بعد بھی جاری رہا۔ افراتفری اور بے چینی کی حالت میں بنک لوگوں کی خوراک اور کپڑے کی امداد کرتا تھا۔ جب برما کی گورنمنٹ کے پاس فوج کو تنخواہ دینے کے لئے روپیہ نہیں رہا۔ تو بنک نے اس سے پانچ لاکھ روپیہ قرض دیا۔ جب حکومت برطانیہ نے اس بنک پر قبضہ کیا تو اس کے پاس نقد ۳۵ لاکھ روپیہ تھا۔ لوگوں کے ڈپوزٹ اس نے واپس کر دیئے تھے کسی کا کچھ دینا اس کے ذمہ باقی نہ تھا۔

آزاد ہند لیگ نے دو اخبار ہندوستانی زبان میں جاری کئے تھے۔ ایک روزانہ دوسرا ہفتہ وار ہفتہ وار کا نام "جے ہند" تھا۔ اور روزانہ کا نام "پورن سوراجیہ" تھا۔ ایک اخبار کے ایڈیٹر مسٹر رام سنگھ راول تھے۔ آپ انہیں ایام میں آزاد ہند لیگ کے سکرٹری تھے۔ اور سنہ ۴۴ء میں راش بہاری بوس کے سکرٹری مقرر ہوئے۔ اس کے بعد بنکاک کے آزاد ہند حکومت کے سب سکرٹری اور ریڈیو کے انچارج بنے جس پر دو گھنٹے ہندوستان کے لئے براڈ کاسٹ کرتے تھے آپ کے اخبار پر جاپانی حکومت نے سنسر بٹھانا چاہا تھا۔ آپ نے اس پر پابند رہنے سے انکار کیا۔

آزاد ہند لیگ کا ایک بلیٹن بھی نکلتا تھا۔ آزاد ہند لیگ سے متعلقہ چار براڈ کاسٹنگ اسٹیشن تھے۔ ان پر کسی اور کا کنٹرول نہ تھا۔ جاپانی اس میں کوئی دخل نہیں دے سکتے تھے۔ نیشنل آرمی کے افسران آزادانہ تحریریں لکھتے تھے اور براڈ کاسٹ کرتے تھے۔

آزاد ہند لیگ کی پالیسی خالص ہندوستانی مفاد کے ماتحت تھی۔ راش بہاری بوس پکے سچے قوم و ملک کے پروانے تھے۔ ان کے سامنے جب کبھی جاپان کی جانب سے زیادتی ہوئی تو انہوں نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی۔ اور اس کا مداوا کیا۔ چنانچہ آزاد ہند لیگ کی ابتدائی موقعہ پر بنکاک کانفرنس میں ہی کونسل آف ایکشن نے جاپانی حکومت کے سامنے حسب ذیل مطالبات پیش کئے تھے :-

" جاپانی حکومت اس امر کا وعدہ کرے کہ وہ ہندوستانی سرزمین کی سلامتی کی حفاظت کریگی - اور ہندوستان کی ایسی مکمل آزادی کے حاصل کرنے میں مدد دیگی - جو ہر قسم کے غیر ملکی سیاسی فوجی اور اقتصادی مداخلت کے اثر اور کنٹرول سے آزاد ہوگی -

جاپانیوں کو چاہیے کہ وہ کسی ہندوستانی کے ساتھ دشمن کے آدمی والا سلوک روا نہ رکھیں - اور نہ ہی ہماری ملکیت دشمن کی جائداد کے طور پر ضبط کی جائے "

اور صاف طور پر واضح کر دیا تھا :-

" آزاد ہند فوج ہندوستان میں رہنے والے دلیسیوں کے برخلاف اور دوسرے ہندوستان کی آزادی کے حصول اور اس کی حفاظت کے لئے استعمال کی جائیگی - ماسوا ان دو کاموں کے وہ کسی مقصد کے لئے استعمال نہیں کیجائیگی "-

جاپانی حکومت نے ان مطالبوں کا تفصیلی جواب تو نہیں دیا البتہ یہ یقین دلایا کہ :-

" جاپان ہندوستان کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا "

اس جواب سے مجلس عمل مطمئن نہیں تھی - وہ صاف صاف جواب چاہتی تھی -

اسی اثنا میں پنانگ کے سوراج بھون جہاں ملایا کے تمام حصّوں سے ہندوستانی نوجوان قومی خدمت انجام دینے کے فرائض سیکھنے کے لئے کافی تعداد میں جمع ہوئے تھے اور جن کی تربیت کی بنیاد وطن پرستی پر رکھی گئی تھی - وہاں ایک رات یہ واقعہ پیش آیا کہ چند جاپانی فوجی افسر کیکن کے سرکاری آدمیوں کے ساتھ گئے - عام لڑکوں کو جمع کرکے ان میں چند ہوشیار اور ہونہار لڑکوں کو منتخب کیا اور لاریوں پر بٹھا کر لے گئے اور ان کو ایک ڈونگی کشتی کے ذریعہ ہندوستان بھیجدیا - تاکہ وہ جاپانی فوج کے واسطے جاسوسوں کی خدمت انجام دیں -

راش بہاری بوس نے جاپانیوں کی ان دراز دستیوں کی کھلم کھلا مذمت کی انہوں نے کیکن کے افسروں پر صاف طور سے واضح کر دیا کہ ان کا بھون جاپانیوں کے لئے جاسوس مہیا کرنے کا کارخانہ نہیں ہے - جاپانی فوج کسی ہندوستانی کو اس کی مرضی کے خلاف کام کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی اور جبتک مجلس عمل اجازت نہ دے وہ خود کسی ہندوستانی کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دینگے -

مسز لیلا رائے
ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا فارورڈ بلاک

مسز لیلا رائے کا بمبئی میں استقبال

دائیں جانب گردھر ٹھکر۔ ارتبندو بوس دو اصحاب کے بعد مولانا اشرف الدین چودھری۔ مسز لیلا رائے۔ مسٹر یاجی اور پشت پر مسٹر باٹلی والا
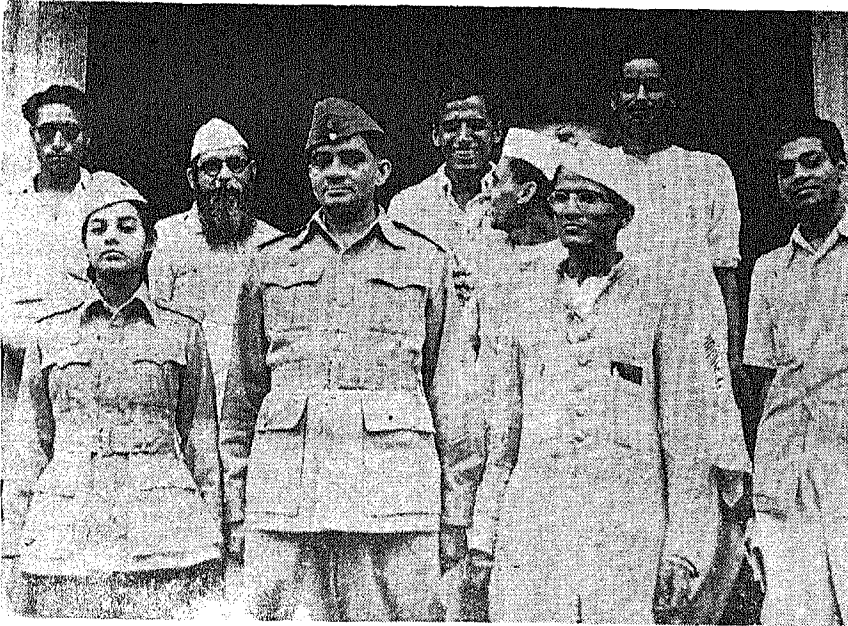
دائیں جانب دوسرے نمبر پر انصار ہروانی (یو۔پی) ان کے بعد کرنل بھوسلے اور ان کی صاحبزادی۔ دائیں جانب کی پشت پر بے تحاشا ہنسنے والے مسٹر گردھر ٹھکر۔ اس کے بعد مسٹر پرمانند

اسی طرح نومبر ۱۹۴۲ء میں جاپانیوں نے آزاد ہند فوج کو حکم دیا کہ وہ برما جانے کے لئے تیار رہیں ۔ مجلس عمل اس پر بہت چیں بجبیں ہوئی ۔ اور کھلم کھلا احتجاج کیا ۔ اور انہوں نے ایک ہندوستانی کو بھی جہاز کے ذریعہ برما لے جانے کی اجازت نہیں دی ۔ جس سے جاپانیوں کے چٹا گانگ اور بنگال پر ایک بڑے حملہ کی تجاویز پر پانی پھر گیا ۔

جاپان کا خفیہ پولیس کا محکمہ کیکن آزاد ہند فوج کے افسران کو پریشان کرنے کے درپے تھا ۔ اس نے ایک چٹھی آزاد ہند فوج کے ایک مفرور کی جیب سے برآمد کی ۔ جو کرنل گل کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بتائی جاتی ہے ۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ میری تنخواہ و ملازمت کا روپیہ میری بیوی کو دیدیا جائے ۔

اس چٹھی کی بنا پر مسٹر گل پر جاسوسی کا الزام لگا کر جاپانی حکومت نے ان کو گرفتار کر لیا ۔

یہ گرفتاری مجلس عاملہ سے دریافت و رضامندی کے بغیر کی گئی تھی ۔ اس لئے مجلس عاملہ نے صدائے احتجاج بلند کی ۔ اور کیکن کی مداخلت کے برخلاف تمام مجلس عاملہ کے ممبر مستعفی ہو گئے ۔ راش بہاری بوس نے ٹوکیو جانے کی اجازت مانگی تاکہ وہ اس جمود کے متعلق ٹوجو سے خود بات چیت کریں ۔

بات چیت ہوئی جس میں تحفظات کا مطالبہ کیا تھا ۔ وہ جاپانیوں نے قبول نہیں کئے ۔ مگر انہوں نے ایک عارضی سمجھوتہ کی شرائط مان لیں ۔

اسی اثنا میں سوبھاش بابو جاپان تشریف لے آئے ۔

چنانچہ ۴۔ جولائی ۱۹۴۳ء کو آپ نے صدارت سے استعفیٰ دے کر سوبھاش بابو کیلئے جگہ خالی کر دی ۔ سوبھاش بابو آزاد ہند لیگ کے صدر مقرر ہوئے ۔

راش بہاری بوس نے جاپانی زبان میں پانچ کتابیں ہندوستان پر لکھیں اور ڈاکٹر سندر لینڈ کی کتاب ہندوستان غلامی کی زنجیروں میں جاپانی زبان میں ترجمہ کیا ۔

آپ جاپانی زبان میں آزاد ہند لیگ سے قبل ایک رسالہ نکالتے تھے ۔ جس میں ہندوستان کے متعلق اطلاعات اور تاریخی مضامین شائع کئے جاتے تھے ۔ آپ نے جاپانیوں میں ہندوستان

کی آزادی سے مسئلہ پر ایک زبردست پروپیگنڈا کیا - اور کافی لیکچر بھی دئے -

آپ کی وفات جولائی ۱۹۴۴ء میں لڑکپن کے اندر ہوئی -

آپ آزاد ہند کے بھی مشیر اعلیٰ تھے - اور سوبھاش بابو آپ کی بزرگوں کی طرح عزت کرتے تھے - اور ان کا نام عزت و محبت سے لیتے تھے - جب تک آپ زندہ رہے ہر اہم معاملہ میں آپ سے مشورہ لیتے رہے -

---

جنرل موہن سنگھ

آپ ضلع سیالکوٹ تحصیل ڈسکہ گاؤں اُگوکے میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمری میں آپ کے سر سے والدین کا سایہ اُٹھ گیا۔ تربیت و تعلیم کا کل بار نانا پر پڑا۔

صوبہ اور طبیعت کی مناسبت سے ابتدائی تعلیم پانے کے بعد پنجاب کی چودھویں رجمنٹ میں داخل ہوئے۔ بہادری اور اولوالعزمی کے طفیل ترقی کی اُبھرے اور بہت جلد کپتان بنا دیئے گئے۔ آپ کی ذہانت و فراست اور قابلیت و لیاقت کا ہر شخص معترف تھا۔ خاص طور پر فوجی افسران آپ کی قدر کرتے تھے۔ لفٹنٹ کا امتحان آپ نے دہرہ دون میں دیا۔

خودداری کا بچپنا

آپ بچپنے سے ہی خوددار نڈر اور بے خوف تھے۔ آپ کا دل و دماغ کسی شخصیت سے مرعوب نہ ہوتا تھا۔ یہ فوجی ضرور تھے لیکن انسانی مساوات کے سخت حامی۔

چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اُنہوں نے اپنے گھر پر اپنے دوستوں کو مدعو کر رکھا تھا۔ آپس میں تبادلہ خیالات اور تفریحی گفتگو جاری تھی کہ ان کی کمپنی کا سکنڈ اِن کمانڈر ان کے کمرے میں گھس آیا آپ کو اس کی یہ حرکت بیحد ناپسند ہوئی۔ چنانچہ آپ نے اس کو سختی کے ساتھ اپنے کمرے سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اور بلا اجازت اندر آنے پر ڈانٹا۔

اسی طرح طالب علمی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ان کے کوارٹر کے ساتھ والے کوارٹر میں کچھ گورے رہتے تھے۔ وہ رات کے بڑے حصہ تک مکروہ کریہ اور لخراش آوازوں سے گاگا کر اور غیر مہذب اور مخرب اخلاق ریکارڈ بجا کر قریب والوں کی نیند حرام کرتے تھے۔ جنرل موصوف نے کئی مرتبہ ان کو منع کیا۔ مگر وہ اپنی شرارت سے باز نہ آئے۔ آخر اُنہوں نے بھی گانا اور ہارمونیم بجانا سیکھا۔ اور عین اسوقت جبکہ دوپہر کے وقت ان ظالموں کے سونے کا وقت ہوتا اپنی ٹولی کو لے کر بلند آواز سے گانا شروع کر دیتے۔ جس سے ان کی نیند اُچاٹ ہوتی۔ اور وہ کبھی نہ سو سکتے۔

اس جواب سے مجبور ہو کر آخر ان طالب علموں نے رات کو ریکارڈ بجانا اور چیخنا چلانا بند کر دیا۔

ڈیرہ دون سے ٹریننگ پانے کے بعد آپ سکندر آباد گئے۔ یہاں سے آپ کو رنگون اور وہاں سے ملایا بھیجا گیا۔

آزاد ہند فوج میں شمولیت

۸۔ دسمبر ۱۹۴۱ء کا مبارک دن ہے۔ کہ جاپان جنگ کا اعلان کرتا ہے۔ اس وقت جنرل موہن سنگھ پنجاب رجمنٹ کی ایک کمپنی کے کمانڈر کی حیثیت سے جاپان کی فوج سے مقابلہ کرکے ان کے نرغہ میں پھنس جاتا ہے اپنی زندگی کو موت کے منہ میں دیکھتا ہے۔ تو اس کے دل میں آزادی وطن کا مبارک تخیل ذہن نشین ہوتا ہے۔ وہ اپنے ساتھی محمد اکرم کے سامنے اس تخیل کو پیش کرتا ہے۔

"کتوں کی موت مرنے اور انگریزوں کی جنگ لڑنے کی بجائے کیوں نہ ہندوستان کے کاز کے لئے زندگی وقف کیجائے"۔

وہ اس کی ہمنوائی کرتا ہے جس پر جنرل موصوف اپنی فوج کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ صلح کا سفید جھنڈا نصب کرے اور جاپانی افسروں کے پاس پیغامبر بھیجدے کہ ان کی کمپنی ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار ہے۔

اس پیغام کے پہنچنے کی دیر تھی کہ خوشی و برضا صلح ہوگئی جس سے کمپنی کے حریت پسند جوانوں میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔

اس کے بعد پھر کیا تھا دن رات کی محنت و جدوجہد اور کاوشوں سے آزاد ہند فوج کو حسب ذیل شکل میں منظم کرنے میں کامیاب ہوئے۔

آزاد فیلڈ فورس گروپ

یہ فوج چھ بٹالین سپاہیوں پر مشتمل تھی:-

(ا) انفنٹری بٹالین۔ اس میں ۱/۱۴ پنجاب رجمنٹ کے افراد شامل تھے۔

(ب) انفنٹری بٹالین۔ اس میں ۵/۱۴ ڈوگرہ رجمنٹ کے افراد شامل تھے۔

(پ) " " اس میں پہلی اور ۲/۱۸ گڑھوال رجمنٹ کے سپاہی تھے۔

(ت) بیٹری آف ہاؤڈرز اس میں انڈین آرٹلری کے سپاہی تھے۔
(ٹ) سگنیلنگ کمپنی۔ انڈین سگنل کورز کے سپاہی
(ث) اے، ایف۔ ڈی بٹالین۔ یہ ارمرڈ کورز کے سپاہیوں پر مشتمل تھی۔
(۲) گاندھی گوریلا بریگیڈ۔
(۳) آزاد گوریلا بریگیڈ۔
(۴) نہرو گوریلا بریگیڈ۔
(۵) ایس ایس گروپ (پروپیگنڈے کے لئے)
(۶) گروپ (محکمہ سراغرسانی)
(۷) ری انفورسمنٹ گروپ (محکمہ کمک)

آپ نے ہندوستانی فوجوں کو ٹریننگ وغیرہ کے لئے تمام احکام ہندوستانی زبان میں جاری کرنے اور تمام فوجی قواعد اور مشق کی اصطلاحوں کو ہندوستانی لباس پہنایا۔

معین و ساتھی پہلی آزاد ہند فوج میں جن افسروں نے جنرل موصوف کے حکم پر خاص جدوجہد کی اور اولوالعزمی دکھائی ان میں کرنل حبیب الرحمٰن، کپتان شاہنواز، کرنل محمود نسلے، کرنل الیس، این حسین، میجر گلزار سنگھ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جاپان سے چشمک عین اسوقت جبکہ آزاد ہند فوج شباب پر پہنچ گئی تھی۔ اور اس کے سپاہیوں کو برما کے محاذ پر بھیجنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ آزاد ہند فوج کے لیڈروں اور جاپانی حاکموں میں ایک مہیب تعطل پیدا ہو گیا۔ ہندوستانیوں کے حامی اور محبوب جاپانی کمانڈر فوجی ہاما کو تبدیل کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ پر مل آرڈا کو ردرا کو دیدیگئی۔ تو اس نے ہر ممکن کوشش کی کہ جنرل موہن سنگھ کے اقتدار کو ختم کر کے آزاد ہند فوج کو جاپانیوں کی کٹھ پتلی بنا دیا جائے۔

جنرل موہن سنگھ جاپانیوں کی اس ذلیل خواہش کو تاڑ گئے۔ انہوں نے اعلانیہ اس کی مخالفت کی۔ اور جاپانیوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ جاپانی جنرل کو بھی انہوں نے ڈانٹا۔ جنرل موصوف کا یہ بھی اصرار تھا کہ اعلیٰ ہندوستانی افسروں کو جاپانی سلام کریں۔ بھلا جاپانی یہ کس طرح برداشت کرتے۔ جاپانی افسروں نے جنرل موصوف کے خلاف احتجاج کرنے

شائع کر دئے ہیں پر مجبور ہو کے جنرل موہن سنگھ نے یہ اعلان کیا۔

"اگر جاپانیوں نے اپنی ہٹ دھرمی نہ چھوڑی اور ہندوستانی سپاہیوں کے متعلق اپنے
بُرے ارادوں کو ترک نہ کیا تو ہم اپنی بندوقوں سے جاپانیوں پر پل پڑینگے۔ جن کو لیکر
ہم انگریز حاکموں کو ہندوستان کی سرزمین سے بھگانا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے
ہم تیاری کر رہے ہیں۔

ادھر برما اور ملایا کی آزاد ہند لیگ کی جانب سے جنرل موہن سنگھ کے پاس شکایات پہنچنے
لگیں کہ جاپانیوں کی خفیہ پولیس بیکار ہی لیکن ان کی ہر کوشش کو فیل کرنا چاہتی ہے۔ اور ہر معاملے
میں من مانی کرنا چاہتی ہے۔

ادھر خود جنرل موہن سنگھ کو معلوم ہوا کہ ان کی اور اس کے ساتھیوں کی نقل و حرکت پر سخت
نگرانی کی جا رہی ہے۔ اور سراغرساں متعین کر دئے گئے ہیں اور برما میں آزاد ہند لیگ اور انڈین
اسکول کو جاپانی اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق چلا رہے ہیں اور جنرل موہن سنگھ کے دست راست
مسٹر پی براشند کو برطانوی جاسوس کہا جا رہا ہے اور ہر جگہ ہندوستانیوں کے خلاف جاپانی افسر توہین
آمیز کلمات کہہ رہے ہیں۔

اسی پر بس نہیں کیا گیا بلکہ ملایا میں انہوں نے مسٹر راگھون کے چیانگ اسکول کو یہ کہہ کر جبراً
بند کر دیا کہ یہاں جاپانیوں کے خلاف سوشلسٹ جاسوس تیار کئے جا رہے ہیں۔

جاپانیوں نے مسٹر راگھون کے لڑکوں کو اغوا کر لیا۔ اور انہیں ان کی اور ان کے والدین
کی مرضی کے خلاف ہندوستان میں بھیجکر جاپانیوں کے لئے ففتھ کالم بنانے کا کام سونپ دیا۔
جاپانیوں کی ان روزافزوں زیادتیوں سے جنرل موہن سنگھ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور انہوں نے
طے کر لیا کہ انگریز سے ٹکر لینے سے قبل جاپان سے ٹکر لینی پڑیگی۔

گرفتاری و نظربندی

جبکہ آزاد ہند فوج کو جاپانی فوج برما کے محاذ پر ہندوستان کی سرحد
کے نواحی مورچوں پر لیجانے کے لئے سنگاپور کی بندرگاہ پر کھڑے تھے
اسوقت تک کیلئے جنرل موہن سنگھ نے ان کو محاذ پر جانے کے لئے اور اس شرط کے ساتھ روک دیا جبتک
حکومت جاپان آزاد ہند فوج کو مکمل آزادی اور خود مختاری دینے کا اعلان نہ کر دے۔

چند دن کے بعد اسی مضمون کا جنرل موہن سنگھ نے حکومت جاپان کو ایک تحریری الٹی میٹم دیدیا۔ اور ساتھ میں ایک مراسلہ بھیجا جس میں حکومت جاپان کے مشکوک اور مخدوش رویہ کی سخت ترین مذمت کرتے ہوئے جاپانیوں کو بھیڑیے اور درندے تک لکھدیا تھا۔ اس خط نے جاپانیوں کو اور چراغ پا کردیا تھا۔ چنانچہ جاپانیوں نے جنرل موہن سنگھ کے الٹی میٹم کے اہم نکات کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کردیا۔ اس پر جنرل موہن سنگھ نے آزاد ہند فوج کو توڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لئے ۸۔دسمبر ۴۲ء کی تاریخ مقرر ہوئی۔

اِدھر آزاد ہند فوج کو توڑنے کا کام جاری تھا اور اُدھر جاپانیوں نے جنرل موہن سنگھ کو گرفتار کرکے بذریعہ ہوائی سماٹرا کے مشہور شہر مدان کے ایک بنگلے میں نظر بند کردیا۔ جہاں اُنہوں نے دوسری آزاد ہند فوج کی تشکیل کو دیکھا۔

راش بہاری بوس اور موہن سنگھ

جنرل موہن سنگھ کی گرفتاری کے بارے میں بعض تنگ نظر اور ناعاقبت اندیش لوگوں کا کہنا ہے کہ راش بہاری بوس کے کہنے اور سازش سے جنرل موہن سنگھ کی گرفتاری ہوئی۔ اور پارٹی بازی کے جذبہ سے مجبور ہو کر جاپان سے سازباز کرکے جنرل موہن سنگھ کو گرفتار کرایا گیا۔

یہ خیال مہمل اور بالکل بے بنیاد ہے۔ جو شخص اپنے گھربار عیش و آرام آل و اولاد دوست و احباب کو چھوڑ کر ملک کی خدمت کے لئے دربدر پھر رہا ہو۔ اور جس نے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں تن من پوری زندگی تباہ کردی ہو۔ جو غلامی کا دشمن اور حریت کا متوالہ و شیدائی ہو۔ وہ اپنے جان نثار و مخلص ساتھی کے ساتھ غیر وطن میں ایسا کریگا۔ کہ دشمن اس کی جان کا لیوا ہوجائے۔ یہ ناممکن اور بعید از قیاس ہے۔

ہندوستان کے بعض صوبوں کی غلاظت بھری تنگ فضا میں بعض کم ظرف لوگوں سے یہ اُمید کیجا سکتی ہے۔ لیکن محترم راش بہاری بوس اور جنرل موہن سنگھ سے یہ توقع نہیں کیجا سکتی کہ وہ باہمی اختلافات میں ایسی مذموم حرکتیں کرنے لگیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ جنرل موہن سنگھ اور راش بہاری بوس میں پالیسی کے اعتبار سے اختلاف تھا۔ بوس بابو چاہتے تھے کہ جاپانیوں سے لڑائی کی ملہ اختیار نہ کیجائے۔ اور اختلافی چیزوں کو

نظر انداز کرتے ہوئے اپنی تنظیم کو مضبوط تر بنایا جائے۔ تاکہ ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں کامیابی کی جھلک نظر آنے لگے۔ لیکن جنرل موہن سنگھ صحیح معنی میں جنگجو طبیعت کے مالک تھے۔ ابتدائی گفتگو پر وہ جاپان سے نبرد آزما ہونا چاہتے تھے۔

دونوں کی نیت بخیر تھی۔ کوئی بھی ایک دوسرے کا دشمن نہ تھا یہی چاہتا تھا کہ ہندوستان کا بھلا ہو اور دشمن کمزور ہو۔ ایسے مخلص انسانوں پر آسانی کے ساتھ خود غرضی کا الزام لگانا درست نہیں ہے۔

رہائی | جب ستمبر کے وسط میں اتحادی فوجیں سماٹرا پر اتریں تو جنرل موہن سنگھ نے اپنے آپکو اتحادی سپاہیوں کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۲۰ ستمبر کو آپ نے اتحادی حکام کو مطلع کر دیا کہ وہ موہن سنگھ ہیں۔ آپ گرفتار کر لئے گئے اور حکومتِ ہند کے حکم پر انہیں بذریعہ ہوائی جہاز دہلی لاکر دہلی کے لال قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ وہاں سے انہیں کابل لائنز (دہلی چھاؤنی) میں بھیج دیا گیا۔ جہاں گاندھی جی، سردار پٹیل پنڈت جواہر لال نہرو نے آپسے ملاقات کی۔

جنرل موہن سنگھ کو عوام کے زبردست ایجی ٹیشن پر دیگر افسروں کے ساتھ ۴ مئی ۱۹۴۶ء کی دوپہر کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا گیا۔

ملک نے آپکا شاندار استقبال کیا۔ آپ نے آزاد ہند فوج کی قائمی کے حالات پر جو روشنی ڈالی وہ یہ تھی:۔

"سنگاپور میں میری پلٹن فرنٹ لائن پر تھی۔ تین دن تک ہم جاپانیوں کے خلاف لڑتے رہے۔ لیکن چوتھے روز جاپانیوں نے ہمارے مورچوں کو توڑ دیا۔ اور اس روز میں کئی بار موت کے منہ سے بچا۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ آخر ہم کس لئے لڑ رہے ہیں۔ انگریز ہمارے دشمن ہیں انہوں نے ہمیں غلام بنا رکھا ہے۔ جاپانی بھی انگریزوں کے دشمن ہیں۔ اور ہمیں ان کے ساتھ مشترکہ کاز بنا کر انگریزوں کے خلاف لڑنا چاہئے۔ میں نے اپنی فوج میں کپتان محمد اکرم سے مشورہ لیا۔ اور کچھ سپاہیوں سے بھی انہوں نے میری تائید کی۔ چنانچہ جنگل میں اپنے مورچوں سے ہٹ کر میں نے جاپان کے جنرل اسٹاف کو جو ہم سے بائیس میل دور تھا پیغام بھیجا اگلے روز ایک جاپانی افسر اور ایک ہندوستانی سردار پریتم سنگھ میرے پاس بھیجے گئے

سردار پریتم کی کار پر کانگریس کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی ۔ خیر وہ مجھے جاپان کے جنرل اسٹاف کے ہیڈ کوارٹرز میں لے گئے ۔ وہاں پر شرائط پر بحث ہوتی رہی ۔ کہ کن شرائط پر ہم جاپانیوں کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں ۔ میں نے ہندوستانی فوج کا نام آزاد ہند فوج رکھنے پر اصرار کیا ۔ شرائط طے ہونے پر ہم جاپانیوں کے ساتھ ملکر انگریزوں کے خلاف لڑ سکے ۔ اس کے بعد ٹوکیو میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں میرے ساتھ کرنل گل بھی شامل ہو گئے تھے لیکن وہاں جاپانیوں کے رویہ کے بارے میں ہمارے دل میں شکوک پیدا ہو گئے ۔ وہ اس وقت فتح کے نشہ میں سرشار تھے ۔ اور ہماری تمام شرائط ماننے پر تیار نہیں تھے ۔ اس لئے ہم میں اختلاف پیدا ہو گیا ۔ ہم نے جو ایگزیکٹو کونسل بنائی ہوئی تھی ۔ اس سے ہم نے استعفے دیدئے ۔ لیکن مسٹر راش بہاری بوس نے استعفیٰ نہ دیا ۔ چنانچہ ۸ ۔ دسمبر ۱۹۴۲ء کو پہلے جاپانیوں نے کرنل گل کو گرفتار کر لیا ۔ اور بعد میں ۲۹ دسمبر ۱۹۴۲ء میں مجھے نظر بند کر دیا ۔ اس طرح سے پہلی آزاد ہند فوج ٹوٹ گئی ۔ بعد میں نیتا جی سوبھاش بابو نے جو آزاد ہند فوج بنائی اسے پہلی آزاد ہند فوج کی کڑی سمجھنا چاہیئے ۔"

آپ نے کہا :۔

"یہ بات صاف کرنا ضروری ہے ۔ کہ جو لوگ پہلی آزاد ہند فوج اور دوسری آزاد ہند فوج میں تغیر و تبدل پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلی آزاد ہند فوج ایک مرحلہ تھا ۔ دوسری آزاد ہند فوج دوسرا مرحلہ اور آجکل یہ تیسرے مرحلہ سے گزر رہی ہے ۔ آزاد ہند فوج ایک تھی ۔۔ ایک ہے ۔۔ اور ایک رہے گی ۔۔ ہندوستان کی آزادی کے حصول کے لئے آزاد ہند فوج کے سپاہی اور افسر ہراول دستوں کا کام کرینگے ۔"

کرنل حبیب الرحمٰن

کرنل حبیب الرحمٰن موضع منتیجری تحصیل کھیبر ضلع میرپور صوبہ جموں کے مشہور جیب راجپوت خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ میجر جنرل سردار بہادر راجہ فرمان علی خاں۔ خان بہادر راجہ محمد افضل خاں۔ سابق ہوم منسٹر ریاست جموں و کشمیر و حال کمشنر ملتان، راجہ عبدالرحمٰن خاں قائم مقام چیف منسٹر ریاست الور۔ راجہ محمد سرور خاں وزیر وزارت جموں۔ کیپٹن فضل الرحمٰن ریکروٹنگ آفیسر۔ میجر ڈاکٹر محمد شریف خاں ایم بی بی، ایس، پی۔ ایچ (ایڈنبرا) اسی خاندان سے ہیں۔ ان برگزیدہ اصحاب کے علاوہ آپ کے بہت سے دوسرے رشتہ دار بھی ریاست اور برطانوی ہند میں ممتاز سول و ملٹری عہدوں پر متمکن ہیں۔

کرنل حبیب الرحمٰن سال ۱۹۱۶ء کے دسمبر میں پیدا ہوئے اور اس لحاظ سے آپ کی عمر اس وقت تقریباً ساڑھے بتیس سال ہے۔ لیکن اس چھوٹی سی عمر کے دوران میں بھی آپ نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں اور ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں آپ نے جو شاندار حصہ لیا ہے۔ اس سے ہر ہندوستانی اپنا سر فخر کے ساتھ بلند کر سکتا ہے۔ "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" کے مصداق آپ اپنی ابتدائی تعلیم کے زمانے سے ہی خاص ذہانت اور قابلیت کے مالک رہے ہیں۔ پانچویں جماعت آپ نے اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں پاس کی۔ ہر جماعت میں ہمیشہ اوّل رہے۔

اس کے بعد مڈل اور انٹرنس کے امتحانات گورنمنٹ رنبیر ہائی اسکول جموں سے پاس کئے یہاں بھی ہر جماعت میں اعلیٰ انعامات حاصل کر کے نام پیدا کیا۔

چار سال پرنس آف ویلز کالج جموں میں تعلیم حاصل کی اور ایک کامیاب طالب علم کے طور پر مشہور رہے۔ سال ۱۹۳۳ء جبکہ ابھی آپ کی عمر بمشکل ۲۰ سال کی تھی آپ انڈین ملٹری اکاڈیمی ڈیرہ دون میں داخلے کے مقابلہ کے امتحان میں شامل ہوئے۔ ان دنوں تمام ہندوستان سے پندرہ امیدوار لئے جاتے تھے۔

چنانچہ آپ مقابلہ میں شاندار طور پر کامیاب رہے۔ اور ڈھائی سال تک اکاڈمی میں ٹریننگ پاتے رہے۔ اس کے بعد آپ صوبہ شمال مغربی سرحد میں انفنٹری یونٹ کے ساتھ وابستہ رہے۔ اور ایک سال

کے اختتام پر صوبہ سرحد میں ہی ۱۴ پنجاب رجمنٹ میں سکنڈ لفٹننٹ کے طور پر آپ کا تقرر عمل میں لایا گیا۔

سال سنہ ۱۹۴۰ء میں آپ پٹن سے لاہور رجمنٹ کے ساتھ گئے۔ اور پھر لاہور سے رجمنٹ کے ساتھ ہی سکندرآباد چلے گئے۔ جہاں ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۱ء میں رجمنٹ کو سمندر پار میدان جنگ کی طرف کوچ کرنا پڑا۔ اور آپ ملایا میں بریگیڈ انٹیلیجنس آفیسر کے طور پر جنگی خدمات انجام دیتے رہے۔ دسمبر ۱۹۴۱ء میں مشرقی ایشیا میں یعنی جاپان کے ساتھ جنگ چھڑنے سے دو ماہ پہلے آپ اپنی رجمنٹ میں ایڈجوٹنٹ مقرر ہوئے۔ ملایا میں جس قابلیت تدبر، جوانمردی اور شجاعت کے ساتھ آپ دشمنوں (جاپانیوں) کے خلاف لڑے وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔

ایک دفعہ ایک ایسا نازک موقعہ آیا جب جاپانی آپ کی بٹالین پر غالب آگئے۔ اور معہ اپنے دستہ کے اپنی بڑی فوج سے کٹ گئے۔ آپ کے اسسٹنٹ کرنل ڈھلون اور بعض برطانوی آفیسر نیز دوسرے جنگی بہادر لوگ تھے۔ جن کی تعداد دو ڈھائی سو تھی۔ یہ واقعہ شمالی ملایا کے مشہور شہر الورسٹار کے نزدیک واقعہ جگہ کوآلہ کیڈر کا ہے۔ آپ نے ہمت تدبر اور حکمت عملی سے کام لیکر مقامی لوگوں کا تعاون حاصل کر لیا۔ اور ان کی امداد سے سمندر کے کنارے پہنچکر کشتیوں میں سوار ہو گئے۔ اسی وقت جاپانی فوج بھی وہاں آگئی۔ لیکن ان کی کوئی پیش نہ گئی۔ اور آپ اپنے آدمیوں کو لے کر پھرتی سے نکل گئے۔ اور جاپانی منہ دیکھتے رہ گئے۔ دوسرے دن جب آپ مشہور جزیرہ پینانگ کے نزدیک پہنچے۔ تو وہاں برطانوی فوج نے جب آپ کے آدمیوں کو دور سے کشتیوں میں سوار دیکھا۔ تو انہیں پہلے آپ پر دشمن ہونے کا گمان ہوا لیکن جلد ہی غلط فہمی دور ہو گئی۔ اور آپ اپنی بڑی فوج سے جا ملے۔

اسی طرح کی بہادری اور جانفشانی کا ایک اور واقعہ ہے کہ کوالمپور کے مقام پر دشمن کی زیادہ فوج نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ اس وقت آپ ایک کمپنی کے کمانڈر تھے۔ رات کے دو بجے دشمن نے حملہ بول دیا۔ اور آپ کی کمپنی بالکل گھیرے میں آگئی۔ کوئی کمک آپ تک نہیں پہنچ سکی۔ لیکن کمپنی آپ کی لیڈرشپ میں دشمن کے متواتر حملوں کا بڑی جوانمردی کے ساتھ تنہا مقابلہ کرتی رہی۔ ایک بہت سے جاپانیوں کو قتل کر دیا گیا۔ دوسرے دن بعد دوپہر آپ کے جونیئر آفیسروں نے آپ کو صلاح دی کہ حالات سخت خطرناک بن چکے ہیں۔ کسی راشن یا امداد کی امید نہ تھی۔ موقعہ نہایت نازک تھا۔ آپ نے قطعی فیصلہ کیا

سر خواہ کچھ ہو ہتھیار ہرگز نہ ڈالے جائیں گے۔ یا دشمن کو ختم کر دینگے۔ یا خود بھی وہیں ڈھیر ہو جائیں گے
چنانچہ آپ نے ایسے فوجی طریقے اختیار کئے اور کمال حکمت عملی سے انتظام کیا جس سے کمپنی کے تمام
کے تمام اشخاص سنگینوں سے حملہ کرکے دشمن کی صفوں کو ایک طرف سے چیرتے ہوئے آگے بڑھ گئے
اور اس طرح کمپنی کو دشمن کے گھیرے سے صاف بچا لیا۔ اس کے بعد آپ کے آدمیوں کو جنگل اور دشمن
کے زیر قبضہ علاقے سے پچاس راؤنڈ میل تک جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر مسافت طے کرنی پڑی۔ اور پھر آپ
منزل مقصود پر صحیح سلامت پہنچ گئے۔

سنگاپور کی شکست کے بعد

ماہ فروری ۱۹۴۲ء میں سنگاپور کی شکست اور اس کے بعد کے حالات سے اور جو کچھ اس دوران میں ہندوستانیوں پر گزری
اس سے ہندوستانی پبلک اب بے خبر نہیں۔ سنگاپور کی شکست کے بعد برطانوی فوج ہندوستانیوں
کو اکیلے چھوڑ کر چلی گئی۔ اور آپ اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ اسی سال ماہ جون میں مشرقی
ایشیا کے بے حال ہندوستانی بنکاک میں جمع ہوئے۔ کرنل حبیب الرحمٰن نے ہندوستانی فوج
کے برگزیدہ نمائندہ کی حیثیت سے بنکاک کانفرنس میں شرکت کی اور وہاں جنرل موہن سنگھ کی رہنمائی میں
آزاد ہند فوج کی بنیاد رکھی گئی۔ کرنل صاحب آزاد ہند فوج کے سپریم ہیڈکوارٹرز کی ایڈمنسٹریشن برانچ کے
انچارج مقرر کئے گئے۔ اس حیثیت میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ کو برما بھیجا گیا تاکہ وہاں کے
حالات کا مشاہدہ کرکے اپنی رپورٹ پیش کریں۔ برما میں آپ نے دلسوز واقعات دیکھے۔ ہندوستانیوں کی
حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ جس کا اظہار الفاظ میں دشوار ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک جامع رپورٹ تیار
کرکے سنگاپور میں واپسی پر پیش کر دی۔ جب وقت آزاد ہند فوج کی ہراول پارٹی نے برما کی طرف کوچ کیا۔
تو آپ ہی اس کے کمانڈر تھے۔ یہاں بھی آپ کی فوجی خدمات آسانی سے فراموش نہیں کی جاسکتیں جب
پہلی آزاد فوج توڑ دی گئی۔ تو آزاد ہند فوج کی از سر نو تنظیم کی گئی۔

اس سلسلے میں بڑے فخر کی بات یہ ہے کہ آپ آفیسر ٹریننگ اسکول کے کمانڈر مقرر کئے گئے
در اصل اس اسکول کے آپ ایک طرح سے بانی مبانی تھے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ آپ کے پاس
اس وقت نہ تو سامان کے خرید کرنے کے لئے اتنا روپیہ تھا۔ نہ کوئی آرمی مینول اور دوسری کتابیں تیار
تھیں۔ اور نہ کوئی دوسرا ضروری سامان ہی موجود تھا۔ آپ کے پاس اسٹاف بھی نہایت ناکافی تھا مگر

رکاوٹوں کے باوجود آپ نے سینکڑوں آفیسروں کو تعلیم دی۔ اور ان میں اپنے وطن کی خدمت کے لئے نئی روح پھونکدی۔ بعد میں انہی افسروں نے جنہوں نے آپ کی نگرانی میں ٹریننگ حاصل کی تھی میدان کارزار میں بڑے بڑے کام انجام دئے اور بڑے دشوار مرحلوں پر ثابت قدم رہے۔ نیتا جی آپ کے اس کام سے بڑے مطمئن اور خوش ہوئے۔ چنانچہ آپ عارضی حکومت آزاد ہند میں منسٹر ہوئے اور اس کی جنگی کونسل کے ممبر بھی۔ اس حیثیت میں آپ کو اپریل ۱۹۴۴ء میں ہیڈ کوارٹر سپریم کمانڈ میں پہلے بطور اسسٹنٹ اور اس کے بعد ڈپٹی چیف آف دی اسٹاف مقرر ہوئے میجر جنرل ہو نسلے نیتا جی کے ساتھ برما چلے گئے تھے۔ اس لئے آپ چیف آف اسٹاف کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ ۱۵۔ اگست ۱۹۴۵ء کو جاپان نے ہتھیار ڈالدئے تھے ۱۶۔ اگست کو نیتا جی جاپانی افسروں کے ساتھ ہوائی جہاز میں جاپان کیطرف چلدئے جیساکہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس ہوائی جہاز میں صرف دو ہی ہندوستانی سوار تھے ایک نیتا جی بھاش چندر بوس۔ اور دوسرے کرنل حبیب الرحمٰن۔

جب یہ ہوائی جہاز ۱۸ اگست کو کو کاٹی ہوکا (فارموسا) ہوائی اڈہ پر پہنچا تو جیساکہ بیان کیا جاتا ہے اس اڑان میں ہوائی جہاز کے پیٹرول کو آگ لگ گئی نیتا جی کے کپڑے جل گئے۔ اس کو بجھانے کی کوشش میں کرنل حبیب الرحمان کے چہرے کے دائیں طرف اور ہاتھ جھلس گئے۔ اس کے بعد صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ نیتا جی کے ساتھ کیا ہوا۔ کرنل حبیب الرحمان سے کئی بار سوال کیا گیا لیکن آپ نے کوئی قطعی جواب دینے سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی آپکی طرح چاہتا ہوں کہ نیتا جی زندہ ہوں۔

۱۹ نومبر کو آپ کو ٹوکیو سے دہلی کے لال قلعہ میں لایا گیا اور قیدی بناکر رکھا گیا۔ جہاں آپنے نیتا جی کا پیغام آزاد ہند فوج کے افسران پنڈت نہرو اور دوسرے ڈیفنس کمیٹی کے ممبروں کو سنایا۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۴۶ء کو گاندھی جی نے کابل لائنز دہلی چھاؤنی میں آپسے ملاقات کی۔ ان ہردو مقامات میں سردار پٹیل پنڈت نہرو، خان عبدالغفار خاں سے آپکو ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ۲۲۔ اپریل ۱۹۴۶ء کو کابل لائنز سے معہ اپنے چھ ساتھیوں کے رہا ہوئے۔

آپ کے ایک صاحبزادے ہیں جنکی عمر پانچ سال ہے اور نعیم اختر نام ہے آجکل آپ آزاد ہند فوج کی ریلیف کمیٹی کے کام میں مصروف ہیں۔ ریلیف کمیٹی کے ممبر اور کشمیر کے انچارج بنائے گئے ہیں۔ ذمہ دار چھ آدمیوں کے بورڈ میں ایک آپ بھی ممبر ہیں۔

(مطبوعہ جمال برقی پریس جامع مسجد دہلی)

ڈاکٹر لکشمی سوامی ناتھن

سوبھاش بابو نے ہندوستان کی مشہور باغی اور ہردلعزیز ہیروئن رانی جھانسی کے نام پر فوج کی رجمنٹ کا نام رکھا اور اس کا انچارج ۲۲ سالہ ڈاکٹر لکشمی سوامی ناتھن ایک ایسی لڑکی کو بنایا جس نے عیش و آرام کی فضا میں جنم لیا تھا۔ اور جو اپنا ازدواجی رشتہ ٹوٹنے کے بعد مدراس سے اپنا گھر چھوڑ کر دور دراز مقام سنگاپور چلی گئی۔ اور شاید اس لئے کہ قدرت کو اس کے ہاتھوں ہندوستانی عورتوں کی ایک جماعت کو فوجی دستہ کی صورت میں منظم کرانا تھا۔

آپ کے والد آپ کی کمسنی کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے، وہ مدراس کے ایک مشہور بیرسٹر تھے۔ ان کی قانونی پیشہ سے کثیر آمدنی تھی۔ ان کی ماں شریمتی امو ملا بائی تہذیب کی ایک بہترین پیداوار ہیں۔ مدراس میں ان کا محل نما ایک شاندار مکان ہے۔ جہاں اکثر آرٹسٹوں، شاعروں، مصوروں، وطن پرستوں اور ماہرین موسیقی وغیرہ کی بڑی آؤ بھگت ہوتی تھی۔ اس گھر کا دسترخوان بھی بہت وسیع تھا۔ ہر انوار کو مدراسی سوسائٹی کے منتخب لوگوں کو چائے اور ڈنر کی دعوت دی جاتی تھی۔

مس لکشمی نے اس ماحول میں پرورش پائی اور سماجی طرز زندگی کی ماہر ہو گئی۔ وہ اکثر "فاسٹ" موٹر کار پر مدراس کے ساحلوں کی سیر کرتی تھی، اور کبھی کبھی اڈیار میں جے کرشنا مورتی کا تھیوسافیکل لیکچر سننے بھی جاتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی دوست مسز رانی مجمدار تھی جو خود بھی ایک باغی کی حیثیت رکھتی تھی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ شمالی ہندوستان میں لکشمی اور اس کی ماں سفر کر رہی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ مسٹر جے کرشنا مورتی ایک فرسٹ کلاس میں بیٹھے پریشان سے نظر آ رہے ہیں۔ مس لکشمی نے راستہ میں ایک اسٹیشن پر ان کو یہ طعنہ دیا کہ آپ جب ایک عالمگیر معلم کی حیثیت سے ہیں تو فرسٹ کلاس میں کیوں سفر کر رہے ہیں۔ مسٹر کرشنا مورتی نے فوراً جواب دیا میں آپ سے اپنی جگہ بدلنے کو تیار ہوں۔ آپ میری جگہ پر آ جائیں میں آپ کی جگہ پر چلا جاؤں گا۔ الغرض مس لکشمی نہیں آزادانہ حالات میں سفر کرتے ہوئے، کھیلتے کودتے ہوئے تربیت پاتی

رہی۔ اس نے تمام امتحانات آسانی سے پاس کرلئے اور بعد میں انٹرمیڈیٹ بھی پاس کرلیا۔ اب وہ ایک غیر معمولی حسین عورت میں تبدیل ہوگئی تھی۔ اور بہت سے دولت مند لوگ اس سے شادی کرنے کے خواہش مند تھے لیکن لکشمی نے اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔ اور مدراس میڈیکل کالج میں داخل ہوگئی۔

پھر بھی فطرت اپنے تقاضے سے باز نہ آئی اور لکشمی کے نازک دل میں رومان نے جگہ بنانی شروع کی۔ یہاں تک کہ اس کی دوستی بنگلور کے ایک نوجوان برہمن جو بہترین ماہر پرواز تھا اور مدراس فلائنگ کلب میں انسٹرکٹر بھی تھا سے ہوگئی۔ مس لکشمی اور وہ اکثر ہوائی جہازوں پر اڑتے رہے اور آخر دونوں نے شادی کرلی۔ مدراس میں یہ شادی بڑی سنسنی کا باعث ہوئی تھی، اور اس جوڑے کو بے شمار تحفے پیش کئے گئے تھے۔

لیکن بعد میں یہ شادی ناکامیاب ثابت ہوئی اور لکشمی نے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرلی جس وقت مس لکشمی میڈیکل کالج میں تعلیم پاتی تھیں اس وقت بھی وہ اپنی معزز ماں کے بناتے ہوئے سودیشی بازار میں ایک فروخت کنندہ لڑکی کا کام کرتی تھی۔ اپنی طبی تعلیم کے دوران میں مس لکشمی انگلستان گئیں۔ اور وہاں تین ماہ تک مقیم رہیں۔

مدراس میڈیکل کالج میں گریجویٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد لکشمی نے خانگی زندگی سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اور اپنا گھر بار چھوڑ کر سنگاپور چلی گئی۔ جہاں اس نے طبی پریکٹس شروع کی۔ یہ واقعہ سنہ ۳۴ء میں ہوا۔ وہاں کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ بجز اس کے کہ وہ "لڈیس کلب" کی ایک مشہور ممبر تھی۔ جس میں بہت سی عورتیں شامل تھیں۔

لکشمی ایک دلیر محب وطن اور وہ جب مدراس میں تھیں تو کانگریس کیطرف طبعی میلان رکھتی تھیں۔ پنڈت نہرو بھی ان کے ہاں مقیم ہوتے تھے اور ان کی حب الوطنی سے متاثر تھے۔

بہرحال سنہ ۴۲ء میں لکشمی سنگاپور میں مقیم تھیں۔ جب جاپانیوں نے ملایا برما پر حملہ اور قبضہ کیا تو لکشمی کا کوئی حال معلوم نہ ہوا۔ اس لئے سنگاپور چھوڑنے سے انکار کردیا تھا اور بعض لوگوں کا خیال تھا کہ وہ جاپانیوں کے ہاتھ میں قید ہے۔

لیکن بعد میں ریڈیو پر سنگاپور سے یہ خبر آئی کہ جاپان میں ایک عارضی آزاد ہند حکومت بن گئی ہے

اور مس لکشمی بھی اس حکومت کے ارکان میں سے تھیں۔

فوجی عورتوں کا کام

اس بہادر عورت کے کارنامے آزاد ہند فوج کو چار چاند لگانے میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ جب رانی جھانسی کی رجمنٹ کی تنظیم ہوگئی تو اس وقت جاپانیوں نے اس بات پر اعتراض کیا کہ عورتیں بھی مردوں کی طرح میدان جنگ میں جاکر لڑیں۔ لیکن سوبھاش بابو نے پراثر لہجے میں کہا وہ کیسے عورتوں کو کم درجہ دے سکتے تھے وہ عورت کو مردوں سے کسی حالت میں کم نہیں سمجھتے تھے وہ آزادی کے اندر اتنا ہی اعلیٰ مقام دلوانا چاہتے تھے جتنا مردوں کو۔

سوبھاش بابو نے ان کو اپنے ہمراہ لیا۔ لیکن میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہیں دی۔ کمانڈر لکشمی نے بڑی ضد کی لیکن سوبھاش بابو نے جواب دیا نہیں بہن تمہیں اور بڑی لڑائیاں لڑنی ہیں۔ زخمیوں کے زخم تمہیں آواز دے رہے ہیں چنانچہ ان کو مدد کرنے کے لئے ہسپتال بھیج دیا گیا۔

جنگ میں حصہ لینے کی بیتابی

کچھ دن تک وہ خاموشی کے ساتھ خدمت انجام دیتی رہیں آنیوالے زخمی لوگ میدان جنگ کے دلچسپ واقعات سناتے تھے۔ مقابلے کے نقشے کھینچتے تھے، آزادی کی باتیں خون کے دھبے ان چیزوں نے ان کے دلوں پر بہت اثر کیا وہ میدان میں جانے کے لئے بیتاب ہوجاتی تھیں، لیکن کیسے جا سکتی تھیں۔ نیتا سوبھاش کا حکم نہ تھا۔ آخر سب ملکر کمانڈر لکشمی کے پاس گئیں، کہا ہم نہیں رکیں گے۔ ہمیں میدان جنگ میں ہی جانا ہے، ہماری روح قربانی کی دیوی پر مٹنے کے لئے بیتاب ہے۔ ہم یہاں نہیں رکیں گے۔ اگر ہم کو خدمت گذار ہی بنانا تھا تو ہمیں اسلحہ جات کے چلانے سے کیوں واقف کیا گیا۔ ہماری زندگی اسی کام کے لئے ہے۔

لکشمی نے چند لمحے غور کیا اس کے بعد ایک خط سوبھاش بابو کے نام بھیجا:۔

"ہم نے مکمل اور تسلی بخش تربیت حاصل کی ہے۔ لیکن اب ہمیں محاذ جنگ پر جانے کی اجازت نہیں دیجاتی ہم محض اب نرسوں کی ایک کور بنکر رہ گئی ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے۔ آپ نے ہمیں اس جانباز رانی جھانسی کا نام دیا۔ جب آپ نے ہمارا پہلا تربیتی کیمپ سائیونان میں کھولا تو آپنے ہمیں یقین دلایا تھا کہ ہم بھی اس رانی کی طرح میدان کارزار میں جاکر لڑ سکتی ہیں دوسرے آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ فوجوں میں ہماری موجودگی سے دشمن کے حوصلے پست ہوجائینگے
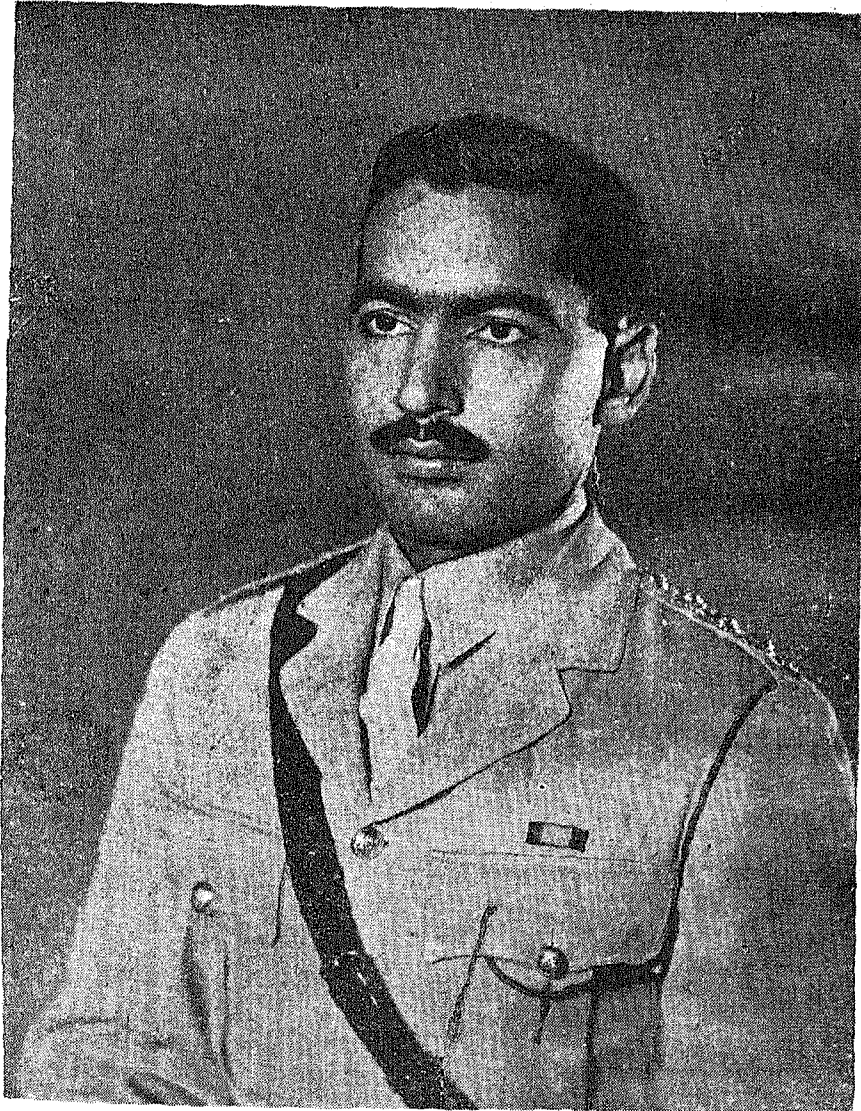
کرنل حبیب الرحمٰن

میجر کرنل
عزیز احمد خاں کیانی
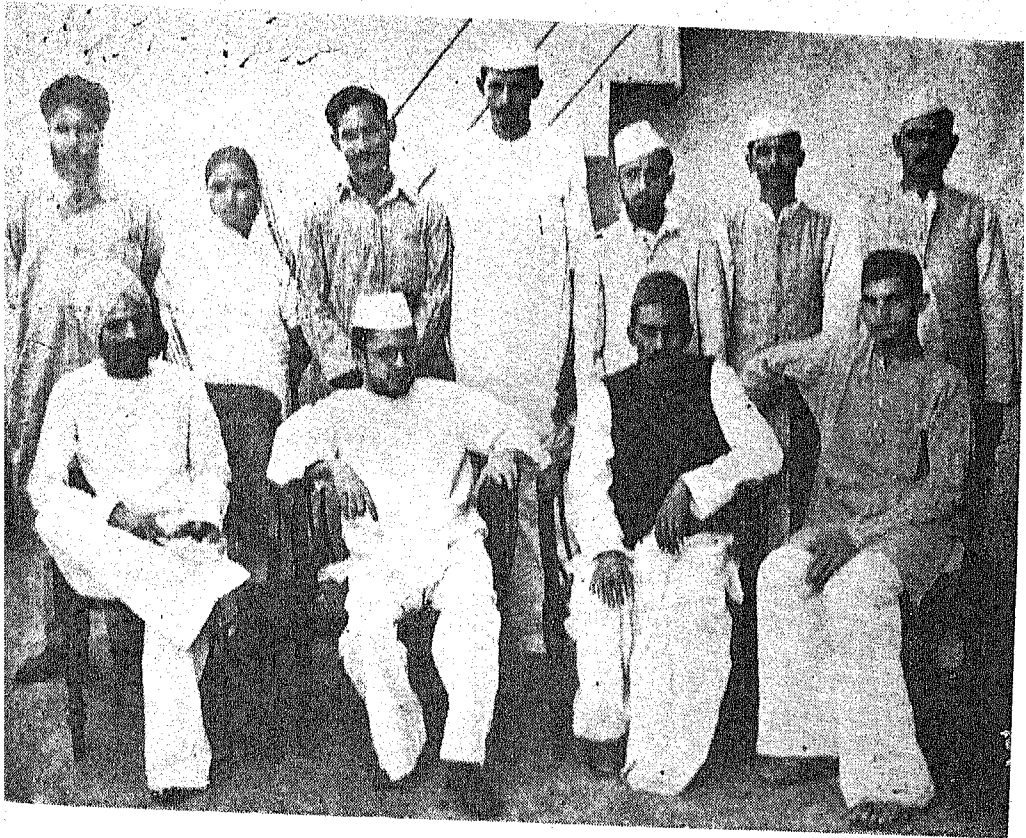
جنرل موہن سنگھ

سنہ ۱۹۴۰ء کی صوبہ فارورڈ بلاک دہلی کی ورکنگ کمیٹی
دائیں جانب سے کرسی پر سردار پریتم سنگھ سکریٹری۔ آمداد صابری صدر، حکم سنگھ جنرل سکرٹری۔ دائیں جانب سے استاد سردار نرنجن سنگھ۔ اتری د
تیسرے بالک رام۔ خورشید احمد کاظمی۔ ہرسروپ شرما۔ گوپال پرشاد۔

کرنل حبیب الرحمن

میجر کرنل
عزیز احمد خاں کیانی
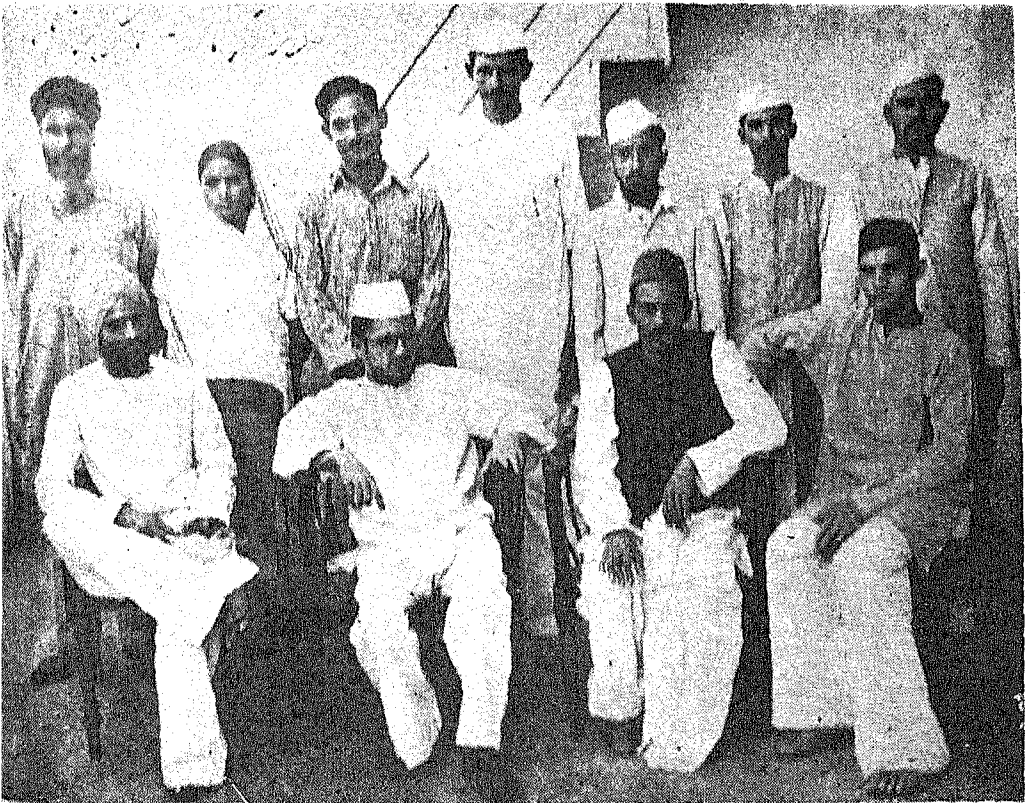
جنرل موہن سنگھ

سنہ ۱۹۴۰ء کی صوبہ فارورڈ بلاک دہلی کی ورکنگ کمیٹی

دائیں جانب سے کرسی پر سردار پریتم سنگھ سکریٹری۔ آزاد صابری صدر۔ حکم سنگھ جنرل سکرٹری۔ دائیں جانب سے استاد سردار نرنجن سنگھ۔ امرتی دیوی
تیسرے سے مالک رام۔ خورشید احمد کاظمی۔ ہر سروپ شرما۔ گوپال پرشاد۔

اور برطانوی فوج سے بہت سے ہندوستانی سپاہی ہماری صفوں میں آکر شامل ہو جائیں گے۔ ہم آپ سے درخواست کرتی ہیں۔ کہ جنگی محاذ پر ہمارے بھیجے جانے کے فوری احکام جاری کئے جائیں۔

ہم نے درخواست پر اپنے خون سے دستخط کئے ہیں تاکہ آپ پر روشن ہو جائے کہ ہم نے بھارت ماتا کی آزادی کے حصول کے لئے اپنی جانیں دینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔

نیتا جی آپ ہمیں آزما کر دیکھ لیں ہم اپنے فرض ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرینگے۔

اُمید ہے کہ جواب جلد آئیگا۔ ہمیں نیتا جی پر پُورا پُورا یقین ہے کہ وہ ہمارے دل نہیں توڑیں گے۔"

یہ خط پانچ عورتوں نے اپنی انگلیوں کو چیر کر اس کے خون سے لکھ کر بھیجا۔ ان عورتوں میں دو گجراتی، دو بنگالی اور ایک دکھنی تھیں۔

چنانچہ سوبھاش بابو نے ان کو میدان جنگ میں لڑنے کی اجازت دی انہوں نے گوریلا جنگ میں حصہ لیا۔ لڑائی کے مورچوں میں ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

کارنامے

اس رجمنٹ کی عورتیں ایک مرتبہ مولمین کے نزدیک میدان جنگ میں متواتر سولہ گھنٹے اتحادی سپاہیوں کے خلاف لڑتی رہیں۔ اور ان میں سے کافی زخمی بھی ہوئیں۔ گو اتحادی فوجیں بھاری اسلحہ مشین گنوں اور توپوں سے لڑ رہی تھیں لیکن ان عورتوں نے بندوقوں اور کارتوسوں سے ہی اتحادی فوجوں کی پیش قدمی روک دی۔ آخر کار رانی جھانسی رجمنٹ کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ لیکن مولمین کے نزدیک جس بہادری سے ان عورتوں نے مقابلہ کیا سب نے اسکی تعریف کی۔

رانی جھانسی رجمنٹ کی ایک سپاہی عورت میدان جنگ کا ایک منظر پیش کرتی ہے۔

" ۲۱ مئی ۱۹۴۴ء

محاذ پر جو کچھ مجھ پر بیتی اس کے متعلق میں نے کچھ کبھی نہیں لکھا حقیقت یہ ہے کہ میرے سر اور ہاتھ کو کچھ چوٹیں آئی تھیں۔ وہ ابتک مزاحم حال رہیں۔ وہ دن بڑے ہیجان آور تھے میں اُن کو یاد کرنے کی کوشش کرونگی۔

جب ہم محاذ پر پہنچے تو وہاں اوضاعِ زندگی واقعی کٹھن تھے۔ خوراک، کپڑے اور بارود کی کمی تھی۔ لیکن ہم نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی۔

یہ محاذ ایک بڑا بھاری جنگل تھا جس میں بہت سی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور کم آبادیاں تھیں جس گاؤں کو ہم نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا تھا وہاں کے رہنے والوں نے کبھی جنگجو عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ اُن کے لئے ہم نمائش کا سامان بن گئے۔ جیسے جیسے خبر پھیلتی گئی مرد اور عورتیں دُور دُور سے ہمیں دیکھنے آئے۔ ہمارے گشتی دستے دشمن کے سپاہیوں کو قید کر لائے اُن سے پتہ چلا کہ یہ خبر ہماری مخالف فوج تک پہنچ چکی ہے۔

اس گاؤں میں کافی دیر سستا لینے کے بعد آخر کار ہمیں حملہ کے لئے تیار ہونے کا حکم ملا۔ کیونکہ کافی دُور جانا تھا۔ اس لئے ہم نے صبح تین بجے کوچ کیا۔ صبح سویرے بڑا اندھیرا تھا اور ہمارے پاس روشنی کا کوئی سامان نہ تھا۔ ہمیں ہدایت کی گئی تھی کہ ہم جلدی جلدی چلیں۔ اور نعروں اور بغیر ضرورت کے شور و غل سے دریغ کریں۔

چلتے چلتے بڑی دُور نکل گئے آخر کار ہم ایک پہاڑی پر پہنچے جہاں پر ہمیں مورچہ بندی کرنے کا حکم دیا گیا۔ کوئی ایک میل یا کچھ زیادہ کی دُوری پر برطانوی فوج غیر مقبوضہ علاقہ سے دُور نظر آتی تھی۔ اُن کو اس بات کی توقع نہ تھی کہ ہم نے ایک پہاڑی پر مورچہ لگا رکھا تھا وہ سیدھے ہماری وادی میں بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ ہم گولی چلانے کے اشارے کے منتظر تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موقع ہمارے ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے۔ آخر کار ہمیں حکم ملا۔ اس وقت مجھے کچھ ایسا معلوم ہوا کہ گویا ہم اپنی صنف کو بھی بھول گئے۔ ہم ایک خود کار آلے کی طرح گولیاں چلاتے جا رہی تھیں۔ ابھی گولیاں بھرتیں ابھی چلاتیں اس طرح ایک لامتناہی سلسلہ بندھا رہا جس کے بعد ہمیں حکم ملا کہ سنگینیں تان لو اور ٹوٹ پڑو۔

میں آگے بڑھی اور پہاڑی کے نشیب کے ساتھ ساتھ بھاگنا شروع کیا۔ ایک عورت جو میرے آگے دوڑی جا رہی تھی گر پڑی۔ میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی۔ اور اس کا ہاتھ میرے پاؤں کے نیچے آ گیا۔ میری زبان سے جے ہند کے نعرے بڑے زور سے نکل رہے تھے۔

اور میں پہاڑی کے دامن کی طرف بڑی تیزی سے قدم بڑھا رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام ارد گرد کی پہاڑیاں پر ہمارے سپاہی گھنے جنگلوں میں چھپے ہوئے تھے ہمارے آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ جے ہند آزاد ہند زندہ باد کے پر زور نعروں سے فضا گونج اٹھی یکایک مجھے ایک ضرب آنے کا احساس ہوا۔ میرے پاؤں لڑکھڑا گئے میں گر پڑی اور بیہوش ہو گئی۔ بعد میں جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ مجھے چار پائی پر اٹھا کر محاذ کے پچھلی طرف لے جا رہے تھے۔ لیکن میں نے دانتوں کو بند کر رکھا تھا کہ کہیں میری چیخ نہ نکل جائے۔ میرا سر درد کے مارے چکرا رہا تھا۔ لیکن میرے غرور کے سامنے میرے درد کی کوئی وقعت نہ تھی

میں نے آنکھیں بند کر لیں اٹھانے والوں نے مجھے ایسے ہچکولے دئے کہ ایک وقت تو مجھے خیال آیا کہ بڑے بے رحم ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو مجھے اٹھائے ہوئے ایک مدت گذر چکی۔ تب کہیں جا کر مجھے نیچے اتارا گیا۔ اس جگہ ایک فیلڈ ہسپتال تھا جہاں مجھے داخل کر دیا گیا۔ اب تو میرے زخم اچھے ہو گئے ہیں اور میں چل پھر سکتی ہوں۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ سنگینوں سے ہمارے حملہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ دشمن نے ہتھیار ڈال دئے۔ گو ہمارے بہت سے آدمی کام آئے لیکن ہم نے ایک بڑی اہم فتح حاصل کی۔ ہم واقعی ہندوستان اور برما کی سرحد پر لڑ رہے تھے اور اس روز کی کامیابی سے ہم نے یہ سرحد پار کر لی تھی۔

اس زنانہ رجمنٹ میں ہندوستانی عورتیں شہری آبادیوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس فوج کے مختلف دستے ہندوستانی فوج سے زیادہ ہم آہنگ تھے۔ اور کوئی صوبائی یا زبانی فرقہ وارانہ امتیاز باقی نہیں رکھا گیا تھا۔ تنخواہ اور الاؤنس بھی ہندوستانی فوجوں سے مختلف نہ تھا۔ اس فوج کے بدترین نکتہ چینوں نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ اس کا ڈسپلن اور اخلاقی حالت بہت بلند تھی اسکی بہت سی عورتیں ریڈ کراس شاخ میں بھرتی ہونے لگیں۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں عورتوں کے لئے سنگاپور میں ایک کیمپ جاری کر دیا گیا اور اس کے بعد ایک اور کیمپ رنگون میں بھی کھل گیا۔

رانی جھانسی بریگیڈ کی تعداد رانی آف جھانسی بریگیڈ میں بارہ سو ہندوستانی عورتیں شامل

تھیں ان کو صف اول میں رکھا جاتا تھا۔ جہاں وہ پروپیگنڈہ کرتی تھیں۔ نرسنگ کے علاوہ جاپانی فوجوں کو ورغلاتی تھیں۔

رانی جھانسی بریگیڈ کی وردی

جھانسی بریگیڈ کی وردی جن کو عورتیں پہنتی تھیں پوری بنیٹ خاکی قمیص، ترچھی ٹوپیاں اور ربڑ کے بوٹ پر مشتمل تھی۔

شکست

جب سوبھاش بابو برما چھوڑ کر سیام چلے گئے۔ تو کیپٹن لکشمی رنگون میں رہیں۔ جہاں انہیں گرفتار کر کے مولمین پہنچا دیا گیا۔ وہاں سے انہیں کلیوا لے جا کر نظر بند کر دیا گیا۔ جہاں آپ مادر وطن کے دیدار کے لئے انتہائی بے چین رہتی تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کو رہا کر دیا گیا۔ اور کلیوا سے ہندوستان بھیج دیا گیا۔ لیکن رنگون میں جانے کی آپ پر پابندی عائد کر دی گئی۔ اس جبریہ پابندی کے بعد آپ کلکتہ اپنی والدہ ماجدہ کی قدمبوسی کے لئے پہنچیں۔ اس کے بعد ملک کا دورہ کیا۔ جہاں آپ کا شاندار و بے نظیر استقبال ہوا۔

میجر جنرل عزیز احمد خاں کیانی

آپ پنجابی ہیں ضلع راولپنڈی کے ایک مشہور فوجی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ آزاد ہند فوج میں شامل ہونے سے ۱/۱۴ پنجاب رجمنٹ میں میجر تھے۔ سنگاپور ملایا کی لڑائی میں (جاپان کے خلاف) آپنے خوب جوہر دکھائے لیکن جلد ہی حالات بدلنے پر آپکو اور آپکے ساتھیوں کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ آپ ماہ جون میں جو بنکاک کانفرنس آزاد ہند فوج بنانے کے لئے ہوئی اسمیں فوجی نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ جنرل موہن سنگھ کی قیادت میں آزاد ہند فوج بنائی گئی۔ آپ پہلی فوج میں چیف آف دی جنرل اسٹاف مقرر ہوئے۔ لیکن آزاد ہند فوج اسوقت برائے نام تھی۔ آپنے آزاد ہند فوج کو عروج پر پہنچانے کے لئے زبردست حصہ لیا۔ پہلی آزاد ہند فوج ٹوٹ گئی۔

دوسری آزاد ہند فوج کو بنانے میں بھی آپنے بہت بڑا پارٹ ادا کیا۔ ملایا سنگاپور میں نیتاجی کی آمد سے پہلے آپ آرمی کمانڈر تھے۔ دوسری آزاد ہند فوج کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ تو آپکو آزاد ہند فوج کے پہلے ڈویژن کی کمانڈ دیگئی۔ آپکے ڈویژن میں تین بریگیڈ تھے۔ کرنل شاہنواز۔ کرنل گلزار سنگھ۔ کرنل عنایت کیانی بریگیڈ کے کمانڈر تھے۔

نیتاجی نے آکر آزاد ہند حکومت بنائی تو آپ اس حکومت کے ایک منسٹر بھی بنائے گئے۔ اور وار کونسل کے ممبر اور وار سکرٹری بھی مقرر ہوئے۔ فروری ۴۴ء میں سپریم کمانڈر کی طرف سے حکم موصول ہونے پر آپ اپنے ڈویژن کے ہمراہ جنگ آزادی لڑنے کے لئے برما روانہ ہوگئے محاذ جنگ پر شاندار کارنامے انجام دیئے۔ ان شاندار خدمات کی بنا پر آپکو میجر جنرل کا رینک دیا گیا۔ جب ماہ اگست ۴۵ء میں نیتاجی بوس اور کرنل حبیب الرحمان چیف آف دی اسٹاف آخری بار ٹوکیو روانہ ہوئے تو آزاد ہند فوج کے تمام دستوں کا چارج آپ کو دیگئے۔

جب برطانیہ نے سنگاپور پر قبضہ کیا تو اس وقت سنگاپور میں سب سے بڑے آفیسر میجر جنرل کیانی ہی تھے۔ کیونکہ نیتاجی اور چیف آف اسٹاف کرنل حبیب الرحمن تو ٹوکیو روانہ ہوگئے تھے۔ اسوقت مجبوراً آپکو ہتھیار ڈالنے پڑے پھر آپکو جیل میں قید کر دیا گیا۔ اور سخت تکلیف دیگئی۔ میں جب آزاد ہند فوج کے مقدمات شروع ہوئے تو آپکو ہندوستان لایا گیا اور لال قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ بعد میں اپریل ۴۶ء میں آپکو کابل لائنز دہلی چھاؤنی سے رہا کیا گیا۔

کرنل احسان قادر

آپ پنجاب کے مشہور و معروف خاندان کے ایک عالی ہمت عالی حوصلہ فرد ہیں۔ آپ کے والد ماجد سر عبد القادر ملک کے مشہور ادیب اور ادب کو زندہ جاوید کرنے والی مایہ ناز ہستی ہیں۔ آپکے ساتھی مصر غم علامہ راشد الخیری جیسے بے نظیر ادیب تھے۔ جن کے ساتھ آپ نے دار السلطنت دہلی میں مخزن رسالہ ماہوار جاری کیا جس میں عالمانہ و محققانہ اور تاریخی مستند اور ٹھوس مضامین چھپے جو آج شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور مخزن کا فائل ادبی معلومات کا خزانہ سمجھا جاتا ہے۔ سر عبد القادر کی ذات ایک یادگار حیثیت کی مالک ہے۔ اور ان کو اردو کا محسن اعظم کہا جاتا ہے۔ آپ ادبی خدمات کی بنا پر سکرٹری آف اسٹیٹ کے ممبر بنائے گئے۔

آپ اپنی ذاتی قابلیت و لیاقت کے بل بوتے پر سر کے خطاب کے مستحق تھے۔ آپ کو خوشامد و چاپلوسی چھو تک نہیں گئی ہے۔

شاعر ہند علامہ اقبال مرحوم آپ کی علمیت اور عملی زندگی کے قائل تھے۔ کن اولو العزم ارادوں اور ہمت اور خلوص کے سر عبد القادر مالک تھے۔ وہ علامہ اقبال کے خطاب جو بنام سر عبد القادر ہے سے ظاہر ہوتا ہے۔

اٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا افقِ خاور پر
بزم میں شعلہ نوائی سے اجالا کر دیں

ایک فریاد ہے مانندِ سپند اپنی بساط
اسی ہنگامے سے محفل تہ و بالا کر دیں

اہلِ محفل کو دکھا دیں اثرِ صیقلِ عشق
سنگِ امروز کو آئینۂ فردا کر دیں

جلوۂ یوسفِ گم گشتہ دکھا کر ان کو
تپش آمادہ تر از خونِ زلیخا کر دیں

اس چمن کو سبق آئینِ نمو کا دیکر
قطرۂ شبنمِ بے مایہ کو دریا کر دیں

رختِ جاں بتکدۂ چیں سے اٹھا لیں اپنا
سب کو محوِ رخِ سعدیٰ و سلیمیٰ کر دیں

دیکھ یثرب میں ہوا ناقۂ لیلیٰ بیکار
قیس کو آرزوئے نو سے شناسا کر دیں

بادۂ دیرینہ ہو اور گرم ہو ایسا کہ گداز
جگرِ شیشہ و پیمانہ و مینا کر دیں

گرم رکھتا تھا ہمیں سردیٔ مغرب میں جو داغ ——— چیر کر سینہ اسے وقفِ تماشا کر دیں
شمع کی طرح جئیں بزمِ گہِ عالم میں ——— خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

ہر چہ در دل گذرد وقفِ زباں دارد شمع
سوختن نیست خیالے کہ نہاں دارد شمع

کرنل موصوف لدھیانہ میں ۱۰ ستمبر ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ قابل ولائق باپ کے صحیح جانشین ہیں۔ آپ نے ۱۹۲۸ء میں میٹرک سودیشن اسکول لاہور میں پاس کر کے ۳۲ء میں بی۔اے کی سند گورنمنٹ کالج لاہور سے حاصل کی۔

کرنل صاحب کے چار بھائی ہیں۔ ایک لفٹننٹ کرنل ہیں جن کا نام الطاف قادر ہے۔ دوسرے بیرسٹر منظور قادر تیسرے ریاض قادر صاحب جرنلزم میں اپنی زندگی گذار رہے ہیں۔

کرنل موصوف نے دہرہ دون کے کالج میں فوجی ٹریننگ پائی۔ اور ۳۴ء میں سکنڈ لفٹنٹ کا امتحان پاس کیا۔

آپ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۱ء تک انگریزی فوج میں ملایا کے اندر خدمات انجام دیتے رہے اس کے بعد جنرل موہن سنگھ کے ساتھ شامل ہوئے۔ اور سنگاپور کے ختم ہونے سے پہلے جنرل موہن سنگھ کے پروگرام کے مطابق سائیگاؤں پہنچے۔ جہاں آپ نے سائیگاؤں میں آزاد ہند ریڈیو قائم کیا۔ اور اس کے ڈائرکٹر قرار دئے گئے۔ آپ ۳ فروری ۴۲ء سے دسمبر ۴۲ء تک یہاں رہے۔ اور ہندوستانی فوجیوں کے متعلق پیغامات پہنچاتے رہے جنکو ہزاروں ہندوستانی بڑے ذوق وشوق سے سنتے تھے حکومت ہند نے اس دلچسپی کو ختم کرنے کے لئے سائیگاؤں ریڈیو کو سننا ممنوع قرار دیدیا تھا۔ اور وہ ریڈیو کی آواز ختم کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

کرنل موصوف کی یہ ذمہ داری پہلی آزاد ہند فوج تک رہی۔ آزاد ہند فوج کی کشمکش کے زمانے میں کرنل صاحب ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آزاد ہند کو منتشر نہیں ہونے دیا بلکہ کرنل بھونسلے کرنل کیانی اور لوکنا تھن کے ساتھ آزاد ہند فوج کو دوبارہ تشکیل کیا۔

دوسری آزاد ہند فوج میں راش بہاری بوس نے آپ کو ملٹری سکرٹری مقرر کیا۔ کچھ دن بعد سول والنٹیرز کا محکمہ قائم کر کے آپ کو اس کا انچارج بنایا۔ یہ والنٹیر شہری مشرقی ایشیا کے لوگ تھے۔

جن کی تعداد ۳۰ ہزار تک پہنچ گئی تھی - بعض لوگ اس بات کے مخالف تھے کہ شہریوں کو فوجی ٹریننگ دیجائے - لیکن ایسا نہیں کیا گیا - اور ان کو ٹریننگ دیگئی - سبھاش بابو کی تشریف آوری کے بعد برما میں آپ کو "دنو ہر آدم شکتی" کا انچارج بنایا گیا -

جب آزاد ہند فوج نے فتوحات شروع کیں تو مفتوحہ علاقوں پر جنرل چٹر جی گورنر مقرر ہوئے ان مقامات کے انتظامات کرنے کے لئے آزاد ہند دل بنایا گیا جس کے پہلے کمانڈر کرنل احسان قادر مقرر کئے گئے - آزاد ہند دل ایک ملٹری قسم کی کور تھی - فوجی رینکس کے مقابلہ پر اس کو سول رینکس دیئے گئے تھے - فوجی رنکوں کے نام سیناپتی، دل پتی، ہتھیار وغیرہ قسم کے تھے - ان کا بیج علیحدہ تھا جس پر لال قلعہ اور قومی جھنڈے کا نشان تھا -

سبھاش بابو نے کرنل احسان قادر کو فرقہ وارانہ مسائل کے حل کرنے والی کمیٹی کا کنوینر مقرر کیا تھا - جس میں آپ نے بے انتہا دلچسپی لی - اور ایسے معقول و مناسب پروگرام مرتب کئے جو ہندو مسلمان، سکھ، عیسائی سب کے لئے قابل قبول ہوتے تھے - ہندو مسلم اتحاد کی جو نادر مثال آزاد ہند فوج میں قائم ہوئی اس کی کامیابی کا سہرہ کرنل موصوف کے سر ہی ڈالا جا سکتا ہے -

آپ کو نیتا جی سے انتہائی انسیت اور محبت ہے - جب کرنل حبیب الرحمان نے دہلی کے لال قلعہ میں نیتا جی کے انتقال کے متعلق اپنے خیال کا اظہار کیا تو آپ اس خبر سے بہت متاثر ہوئے اور دماغ پر کافی اثر پڑا - اور بیمار پڑ گئے - ان کا یقین ہے کہ نیتا جی زندہ ہیں - اور نیتا جی جیسی مقدس ہستی مر نہیں سکتی -

جاپان کے زوال کے بعد آپ کو گرفتار کرکے دہلی کے لال قلعہ میں لایا گیا - بیماری کی وجہ سے لاہور مینٹل ہسپتال میں تبدیل کر دیا گیا - جہاں سے آپکی رہائی ۲۶ - اپریل ۱۹۴۶ء کو ہوئی -

آپ آجکل آزاد ہند فوج کے رلیف فنڈ کے لئے کوشاں ہیں - اور خاص طور پر آپ ہندو مسلم اتحاد کے لئے معقول قابل عمل اسکیم بنانے کی فکر میں ہیں -

کرنل عنایت اللہ حسن

کرنل عنایت اللہ حسن ہندوستان کی آرمی آف لبریشن کے نہایت ذمہ دار اور اونچے عہدہ کے افسران میں رہے ہیں - ان کی عمر ستائیس سال ہے وہ جسمانی طور پر مضبوط طویل اور خوش رو نوجوان ہیں - ان کی ابتک کی ترقی بہت اچھی رہی ہے -

۲۸ - اپریل ۱۹۱۹ء کو لائل پور (پنجاب) میں پیدا ہوئے - انہوں نے پرنس آف ویلز رائل انڈین ملٹری کالج دہرہ دون نیز بعد میں انڈین ملٹری اکیڈیمی دہرہ دون میں تعلیم پائی - وہ بیس سال کے ہی ہونگے جب انہیں یکم جنوری ۳۹ء کو ایک کپتان پر بھیجا گیا - انہیں ۱/۱۴ پنجاب رجمنٹ بٹول میں بھرتی کر لیا گیا -

وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ۴۱ء میں ملایا گئے اور ۱۵ فروری ۴۲ء میں جب برطانیہ نے ہتھیار ڈال دیئے تھے یہ ایک جنگی قیدی بنا لیئے گئے - جب آزاد ہند فوج بنائی گئی تو انہوں نے اپنے آپکو بطور ایک والنٹیر کے پیش کیا - اور مئی ۴۲ء میں وہ باقاعدہ اس کے ممبر بن گئے - تب ہی سے وہ ایک بڑے محب وطن کی طرح کام کرنے لگے -

ڈائرکٹر آزاد ہند ریڈیو

کرنل عنایت اللہ حسن شروع سے ہی صحافت میں دلچسپی رکھتے تھے اس لئے انہوں نے جنرل موہن سنگھ سے درخواست کی کہ وہ انہیں آزاد ہند ریڈیو سینگاپور پر لگا دیں - وہاں انہوں نے یکم جون ۴۲ء سے کام کیا وہ اس ریڈیو اسٹیشن سے فوج کے متعلق اور دیگر مضامین پر اظہار خیال کیا کرتے تھے - غالباً آپ نے کرنل احسان قادر کے بعد یہ خدمت اپنے ذمہ لی - انہوں نے متعدد ریڈیو ڈرامے بھی لکھے جنہیں نہایت کامیابی کے ساتھ براڈکاسٹ کیا گیا - ہندوستان کے مفاد کے لئے ان کا پروگرام اتنا اچھوتا اور کامیاب ہوا کرتا تھا - کہ آل انڈیا ریڈیو کو ننگ آکر ایک خاص پروگرام اس کی تردید کے لئے جاری کرنا پڑا -

دوسری بات جس کی طرف ہماری توجہ مبذول ہونی چاہئے وہ یہ ہے کہ جب تک وہ فری انڈیا ریڈیو کے ڈائرکٹر رہے انہیں جاپانیوں کو ریڈیو پالیسی پر اثر انداز ہونے سے روکنا پڑا اور ان کے ماتحت ریڈیو کی ایک آزادانہ پالیسی برقرار رہی - حقیقتاً یہی ایک ایسا ریڈیو تھا جو کہ جنگ کے دور میں بھی بلا سنسر کی مداخلت

سکے براڈ کاسٹ کر رہا تھا۔

جولائی ۱۹۴۳ء میں نیتا جی سوبھاش چندر بوس وارد ہوئے وہ آنے والے حملہ کے لئے تمام فوجی افسروں کی امداد چاہتے تھے۔

نتیجے کے طور پر کرنل حسن کو بھی نیتا جی نے سنگاپور بلوا بھیجا۔ وہاں ۱۹۴۳ء میں انہیں آزاد ہند فوج کے ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ کا انچارج بنا دیا گیا۔ وہاں ان کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ مشرقی ایشیا سے حاصل ہونے والی نئی فوج کو تعلیم دیں۔ انہوں نے حیرت انگیز خوش اسلوبی کے ساتھ کام کیا۔

ان کی شہادت واقعات خود ہی دے رہے ہیں انہوں نے تمام مشرقی ایشیا کے ٹریننگ کیمپوں کو منظم کیا اور جنگ کے اختتام تک مشرقی ایشیا میں تقریباً ۲۰ ہزار آدمیوں کو فوجی تربیت دی۔

جون ۱۹۴۴ء میں انہیں ان فرائض کے علاوہ جنرل اسٹاف ہیڈ کوارٹر کا مہتمم بنایا گیا۔ اور اس طرح پر نئی فوجوں کو تربیت دینے کی ذمہ داری ان پر آ گئی۔

انہوں نے تقریباً چار ہزار نئے اور چھوٹے افسروں کو تعلیم دی۔

رانی آف جھانسی رجمنٹ کی ابتدا

رانی آف جھانسی رجمنٹ اس کی تعلیم و تربیت میں بھی ان کا بہت کچھ ہاتھ تھا۔ ان شاندار کارگزاریوں کے علاوہ انہوں نے شہریوں کو بھی آزاد اسکول سنگاپور میں تعلیم دی ان کا مقصد تمام ہندوستان کی شہری آبادی جو کہ ایشیائے مشرق میں رہتی تھی اس کو فوجی تربیت دینا تھا تاکہ اگر موقع پڑے تو وہ جاپانیوں کے خلاف اپنا خاطر خواہ تحفظ کر سکیں۔

بالک سینا

کرنل حسن نے بالک سینا کو بھی ٹریننگ دینا شروع کیا تھا آزاد ہند کے نوجوانوں کی اس جماعت کا مدعا یہ تھا کہ بچوں میں غلامی کے عنصر سرایت ہی نہ ہونے دیں اس مقصد کے حصول کے لئے ایک ہفتہ وار اخبار بالک ہند جاری کیا گیا۔

آزاد ہند فوج کے اس روشن خیال نوجوان اور اعلیٰ افسر کو گذشتہ سال جب برطانیوں نے وہاں قبضہ کر لیا تو سنگاپور سے ہندوستان لے آئے اس وقت سے اب تک انہیں کابل اٹک کی چہار دیواری میں قید رکھا گیا بعد میں رہا کر دیا گیا۔

کرنل کسلی وال

کرنل آر کسلی وال - ایم ڈی (لکھنؤ) ایم آر ایس پی (لندن) ڈی ٹی ایم اینڈ ایچ (آر سی پی اینڈ ایس) ایک نہایت قابل ڈاکٹر ہیں۔ آپ کی عمر ۹ ۳ سال ہے۔ ہندوستان واپس آنے پر انہیں کنگ جارج ہسپتال میں آنریری طبیب مقرر کیا گیا تھا۔ بعد ازاں میڈیکل کالج کے ٹیچنگ اسٹاف (جماعت معلمین) میں لے لئے گئے جہاں پر انہوں نے متعدد حلقوں پر کام کیا۔ انہوں نے تشخیص الامراض وغیرہ مضامین پر لیکچر دئے۔ یوپی گورنمنٹ اسسٹنٹ صوبائی پیتھولوجسٹ۔ فورنیسک میڈیسن کے ریڈر اور لکھنؤ یونیورسٹی کے ڈپارٹمنٹ آف جورس پروڈنس کے میڈر (از سنہ ۳۳ء میں انہوں نے لکھنؤ سے ایم ڈی کی ڈگری حاصل کی سنہ ۳۹ء میں انہوں نے آئی ایم سی میں داخلہ کیا ۳۹ء سے سنہ ۴۲ء تک انہوں نے یوپی بنگال اور آسام کے متعدد ملٹری ہسپتالوں میں کام کیا انہیں انڈین آرمی میں میڈیسن اور پیتھولوجی کا خاص ماہر مانا جاتا تھا۔ سنہ ۴۲ء میں انہیں ایکٹیو سروس کے سلسلہ میں کئی جگہ بھیجا گیا وہ جس ہسپتال میں کام کرتے تھے وہاں سے سنہ ۴۲ء میں وہ ملایا گئے سنگاپور کے ہتھیار ڈالنے کے کچھ ہی پہلے وہ کمبائنڈ جنرل ہسپتال کے کمانڈنگ آفیسر ہو گئے اور لیفٹیننٹ کرنل کے درجہ تک پہنچ گئے۔ جنگی قیدی بن جانے پر وہ بہت سی طبی شعبوں میں آفیسر کمانڈنگ بنے رہے۔

سنہ ۱۹۴۲ء میں جب آزاد ہند فوج کی بنیاد رکھی گئی تو انہوں نے خود کو اپنے وطن کی خدمت کے لئے والنٹیر مقرر کیا تھا۔ آزاد ہند فوج میں کرنل کسلی وال کا کام بہت شاندار رہا ہے۔ سب سے پہلے وہ آزاد ہند فوج کے ایک ہسپتال میں آفیسر کمانڈنگ بنائے گئے۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت نیتا جی کا حکم پا کر رنگون چلے گئے۔ وہاں اپنے ہسپتال کے کام کے علاوہ انہوں نے ہسپتالوں کے پروگرام کو منظم کیا اس کے بعد انہیں دوبارہ سنگاپور میں بلا بھیجا گیا اور سپریم ہیڈ کوارٹرز میں آزاد ہند فوج کا اے ڈی ایم ایس مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد وہ آزاد ہند فوج کے ڈی ڈی ایم ایس (ڈپٹی ڈائرکٹر میڈیکل سروس) ہو گئے اور کرنل کے درجہ تک پہنچے اس کے علاوہ آپ ڈائرکٹر آف میڈیکل ٹریننگ مقرر ہوئے۔ انہوں نے ایک میڈیکل اسکول کھولا ۱۸ مہینوں میں ۱۲۵ میڈیکل اسسٹنٹ اور ۴۰ نرسوں کو تربیت دی۔ انہوں نے طبی مسائل پر متعدد پمفلٹ شائع کئے آپ آزاد ہند فوج کے طبی ممبر بھی تھے انہوں نے دو دفعہ الیکشن بورڈ کے موقع پر صدارت کی۔

میجر جنرل شاہ نواز

عمر تیس سال کے قریب ہے۔ راولپنڈی کے ایک فوجی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے ساٹھ سے زیادہ رشتہ دار فوج میں ملازم ہیں۔ جن میں کئی اچھے اور بڑے عہدوں پر مامور ہیں۔ ان کے بڑے بھائی فوج میں پنشن یافتہ ہیں کپتان شاہنواز کو فوجی تعلیم کے زمانہ ہی میں اعلیٰ قابلیت کا افسر مانا گیا تھا۔ ان کی بہادری کا ریکارڈ بہت شاندار ہے۔

آپ شادی شدہ ہیں ان کا ایک بچہ ہے جسے یہ ایک سال کا چھوڑ کر گئے تھے اب اس کی عمر پانچ سال ہے۔ ان کے چچا پنجاب اسمبلی کے ممبر ہیں۔ ملایا کی لڑائی میں کپتان شاہنواز کو اعلیٰ افسروں کی خاص سفارش پر پنجاب رجمنٹ میں کپتان کے عہدے پر فائز کر کے بھیجا گیا تھا۔ جہاں آپ جنرل موہن سنگھ کی آزاد ہند فوج میں شامل ہوئے۔ آزاد ہند فوج میں کپتان شاہنواز کو یکم ستمبر ۱۹۴۲ء میں سکنڈ لفٹننٹ کا عہدہ دیا گیا۔ اس کے بعد لفٹننٹ کرنل بنایا گیا۔ ۳۰ نومبر کو یک گروپ تبدیل کر کے آزاد ہند فوج ہیڈ کوارٹر کے ٹریننگ اسکول میں لگایا گیا اور ۱۷۔ اپریل کے حکم کے مطابق کپتان شاہنواز خاں کو چیف آف جنرل اسٹاف مقرر کیا گیا۔ اور فروری ۱۹۴۴ء میں آزاد ہند فوج کے اندر کرنل کے درجہ تک ترقی دی گئی۔

کرنل شاہ نواز آزاد ہند فوج میں انتہائی ہر دلعزیز تھے۔ آپ کی ہر دلعزیزی کی وجہ خدمت خلق کا جذبہ تھا۔ وہ غریب سپاہی کا ساتھ دینا اس کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک موٹے اور توانا پنجابی سپاہی کے سینے میں گولی لگ گئی۔ اسپتال وہاں سے دس میل کے فاصلہ پر تھا کرنل شاہ نواز نے اسے اپنے ہاتھوں پر لٹا کر ہسپتال پہنچا دیا۔

شاہ نواز ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے آزاد ہند فوج کی تنظیم کرنے میں زبان او قلم اور ہر ممکن کوشش سے کام کیا۔ صبح و شام فوجیوں کے کیمپ میں جاتے تھے اور فوج میں بھرتی ہونے کیلئے لیکچر دیتے تھے۔ جن کا لب لباب یہ ہوتا تھا۔

"اگر تم آزاد ہند فوج میں شامل نہ ہوئے تو جاپان لڑائی میں ہماری مدد نہیں کریگا۔ اور آزاد ہند فوج ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اور صرف ہندوستان

کے لئے جنگ کرکے اس کو غلامی سے نجات دلائے گی - وہ جاپان کے ساتھ ملکر لڑائی لڑیگی اگر جاپانیوں کی طرف سے بے ایمانی شرارت اور وعدہ خلافی ہوئی تو آزاد ہند فوج جاپانیوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے گی - آزاد ہند فوج کی ایک غرض ہے کہ وہ ہندوستان سے انگریزوں کو باہر نکال دے - ہندوستانیوں کو مادر وطن کی آزادی کے لئے فوج میں بھرتی ہونا ہے - گرو گوبند سنگھ نے صرف پانچ پیاروں کا مطالبہ کیا تھا - مجھے گروجی کے پانچ پیاروں جیسے سپاہیوں کی ضرورت ہے - جو بے دریغ اپنے آپ کو والنٹیر رہنے کے لئے پیش کریں - اور قومی جھنڈے کو تھام سکیں -

نیشنل آرمی ہندوستان کو آزادی دلانے کے لئے قائم ہوئی ہے - ہم صرف برطانیہ بلکہ اس کے خلاف جنگ کریں گے جو آزادی کی راہ میں رکاوٹ ڈالیں گے - میں ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں جس نے سلطنت برطانیہ کی شاندار خدمات انجام دی ہیں - جس طرح حضرت امام حسینؓ نے حق و صداقت کے لئے جنگ کرنیکا فیصلہ کیا تھا - اسی طرح میں نے بھی ہندوستان کی آزادی کی خاطر جان قربان کرنے کا عزم کرلیا ہے - آزادی حاصل کرنی اور اس کے لئے جنگ کرنا ہر ہندوستانی کا فرض ہے -

بوس بریگیڈ سب سے پہلے جنگ کے مورچہ پر جائے گا - اس کے جوان سب سے اعلیٰ جوان ہیں جو جان ہتھیلی پر رکھ کر جائیں گے - کیونکہ لڑائی میں موت بھی ہوسکتی ہے اور جو موت اور تکلیف سے ڈرتا ہے وہ پیچھے رہ سکتا ہے - کیونکہ ہم کو آزادی کی لڑائی لڑنی ہے - اس لئے ہم کو بزدلوں کی ضرورت نہیں ہے - صرف بہادر عالی حوصلہ لوگوں کی ضرورت ہے - جاپان ہمارے ساتھ مدد کرنے جارہا ہے ایسا نہ ہو کہ ہمارا کوئی آدمی بزدلی کا ثبوت دے - اور ہم جاپانیوں میں بدنام ہوں جس سے ہماری قوم کی بدنامی ہو - جب ہم ہندوستان جائینگے تو وہاں کے بڑوں کو ماں باپ سمجھنا اور چھوٹوں کو بہن بھائی سمجھنا - اگر کوئی اس کے خلاف عمل کرے گا تو گولی سے اڑا دیا جائے گا - جب ہندوستان انگریزوں سے آزاد ہوجائیگا اس وقت جاپانی ہندوستان پر قبضہ کرینگے تو ہم ان کے خلاف بھی لڑینگے - کوئی جاپانی تمہیں ایک تھپڑ لگائے تو تم اس کے تھپڑ لگاؤ - کیونکہ ہماری آزاد ہند گورنمنٹ

کسی کے ماتحت نہیں ہے۔ ہم بھی ان کے برابر ہیں اگر جاپانی سپاہی تمہارے سامنے
ہندوستان میں کسی عورت یا مرد کی بے عزتی کریں تو پہلے تم اُسے زبان سے منع کرو۔
اگر نہ مانے تو اُسے گولی سے اڑا دو۔ ہماری لڑائی ہندوستان کی آزادی اور ہندوستان
کی عزت کی حفاظت کے لئے نا کہ جاپانیوں کے فائدے کے لئے"۔

اس محنت و جانفشانی کے بعد نیتا جی شاہنواز کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھنے لگے تھے۔
جب آزاد ہند فوج کے ان تمام دستوں کی کمان ان کے حوالہ کر دی گئی، جنہیں ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے
مامور کیا گیا تھا تو سبھاش بابو نے شاہنواز کو مقرر کرنے وقت ان الفاظ میں حکم دیا تھا:۔

"آزاد ہند فوج عارضی حکومت آزاد ہند کے حکم پر آپ آزادی ہندوستان کی آخری
جنگ شروع کرنے والی ہے میں حملہ آور فوج کی کمان جنرل شاہ نواز کے ہاتھوں میں
سونپتا ہوں۔ جنرل شاہ نواز کی حب الوطنی ان کی قوت ارادی اور جنگی یا لیسی کو خراج
تحسین ادا کرنے کا بہترین طریق کار یہی ہے"۔ (سبھاش چندر بوس)

نیتا جی نے شاہ نواز کو حملہ کرنے کے متعلق دو مزید ساتھی منتخب کرنے کا اختیار دے دیا تھا
شاہ نواز نے کرنل سہگل اور لفٹننٹ ڈھلون کو منتخب کیا۔ کرنل سہگل نہرو بریگیڈ کے کمانڈر تھے۔
اور لفٹننٹ ڈھلون آزاد بریگیڈ کے انگریزوں کے برما کے محاذ پر حملہ کرنے اور ہندوستان کی سرحد
کے اندر سب سے پہلے داخل ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔ آپ نے امپھل اور منی پور کے محاذ پر
انگریزی فوجوں کا زبردست مقابلہ کیا اور ہر جگہ انگریزی سپاہ کو شکست دی۔ آپ نے ہندوستان کی
سرزمین پر قدم رکھتے ہی خاک وطن کو چوما اور دہلی چلو کا نعرہ بلند کیا۔

ان کامیابیوں کے بعد کیا حالات پیدا ہوئے کہ فتح شکست میں بدل گئی وہ آپ شاہ نواز کی
ڈائری کے اوراق میں پڑھئے:۔

۷۔ جولائی ۱۹۴۴ء کی ڈائری

"کیپٹن وارکلم لینے چلا گیا۔ آدمیوں کو راشن نہیں ملا۔ ہمارے گڈھوالی بھوک کے مر رہے
ہیں۔ میں اور رام سروپ بھکاری کے پاس پہنچے۔ کیپٹن کو ان کے راشن کے متعلق
کچھ کرنے کا حکم دیا گیا۔ مگر وہ کچھ بھی کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے میں نہیں سمجھتا کہ پچھلے

آدمیوں کو بھوک سے جان بوجھ کر مارنے کے ارادے کے پیچھے کیا مقصد کام کر رہا ہے۔ نتیجہ ظاہر تھا۔"

۱۸ جولائی کا اندراج ہے :-

" بھوک کی وجہ سے آدمی بے تحاشا مر رہے ہیں ۔ اور خودکشی کر رہے ہیں ۔ اور جاپانی امداد نہیں دے رہے ہیں۔"

مجبوراً مندرجہ ذیل تجویز پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے

" پارس بوما سے کیپٹن وادی واپس آگیا ہے ۔ رد عمل ۔ دوسری امداد کا کوئی انتظام نہیں وہ نہیں کر سکتا ۔ اس لئے یہ تجویز کی کہ ہمارے آدمیوں کو خودکشی کر لینی چاہیئے ۔

۴ ۔ اپریل ۱۹۴۵ء کو سہگل نے رپورٹ دی کہ بہت سے آدمی مفرور ہو گئے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ کافی آدمی ہوں گے ۔

۵ ۔ اپریل ۱۹۴۵ء کو انگریزی ٹینکوں اور لاریوں نے ماگوے کی پوزیشنوں کو توڑ پھوڑ دیا اور منظم مقابلہ نہیں ہو سکتا ۔

۴ ۔ مئی ۱۹۴۵ء کو تمام دن بارش ہوتی رہی ۔ جاپانیوں نے ہمیں اس وقت جبکہ ہمارے قدم پورے طور پر لغزش کھا رہے ہیں مکمل طور پر چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں ۔ اور ہمارے متعلق کسی قسم کی پرواہ نہیں کرتے ۔

۱۳ ۔ مئی ۱۹۴۵ء کو انگریزی فوجوں کے متعلق مکمل اطلاعات سے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم چاروں طرف سے گھر گئے ہیں ۔ اور بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے ۔ سات بجے صبح گاؤں کو چھوڑ کر جنگل کی طرف مارچ شروع کر دیا ہے ۔ جہاں میں نے اپنے آدمیوں کو حقائق سے آگاہ کیا ۔ اکثریت نے قید ہو جانے کا فیصلہ کیا ۔ لیکن تین ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ۔ اور میں برما کے جنگلوں میں اور زیادہ ٹھہرا رہنے کی پالیسی پر عمل کرونگا ۔

۱۴ ۔ مئی ۱۹۴۵ء کو جنگی قیدی بننے والی پارٹی کے انچارج میجر جاگیر دادا ے بی ہونگے جو دس بجے چلی جائے گی ۔ میری پارٹی جس میں ڈھلون اور میجر ہرورس اور ۸۰ آدمی شامل

ہیں یہاں ٹھہریں گے تاکہ دیکھ سکیں کہ مستقبل میں ہماری قسمت کیا دکھاتی ہے ۴ بجے شام پیگو کے مغرب میں سات میل کے فاصلہ پر واقعہ ایک گاؤں سے جیل کرلو کا گاؤں میں پہونچے ۔ جو پیگو سے ۱۶ میل دور مغرب میں واقع ہے ۔ یہاں بہت سے جاپانی موجود ہیں ۔ جو ایک قلعہ میں محصور رہیں ۔ گاؤں کے تمام باشندے بہت زیادہ انگریزوں کے حامی ہیں ۔ ہماری طاقت صرف ۴۹ آدمیوں پر مشتمل ہے ۔

۱۷ مئی کا آخری اندراج ۱۶، ۱۷ مئی کے تقریباً درمیانی رات سیتاپن رلک گاؤں میں داخلہ بہت زیادہ سخت گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی ۔ جو ۴/۲ پنجاب رجمنٹ کے سپاہیوں نے ایک قطار ۱۵ گز دور رکھی گولیاں چلائیں ۔ ہمارا سولیین رہنما گولی سے مرگیا ۔ ہرا یکیں گم ہوگیا ۔ جنگل میں رات گزارنے کے بعد صبح ۸ بجے ہم ۴/۲ پنجاب رجمنٹ کے آدمیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے ۔ اور یہیں پیگو ڈویژنل ہیڈکوارٹر بٹالین ہیڈکوارٹر میں اور پھر جیل میں پہنچا دیا گیا ۔"

جاپان کے زوال کے بعد آپ کو گرفتار کرکے لال قلعہ دہلی میں لائے ۔ جہاں ۵ دسمبر کو فوجی عدالت میں آپ کے خلاف مقدمہ پیش ہوا ۔ حکومت کی طرف سے آپ کے خلاف ملک معظم کی حکومت کے خلاف سرگرم جنگ کرنے اور قتل کے الزامات لگائے گئے ۔

عدالت میں ان کے مقدمہ کی پیروی پنڈت جواہر لال نہرو، سر تیج بہادر سپرو، ڈاکٹر کاٹجو، مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی وغیرہ نے کی ۔ جس دن مقدمہ شروع ہوا ۔ ملک بھر میں ہڑتال اور مظاہرے ہوئے ۔ کلکتہ اور بمبئی میں پولیس نے مظاہرہ کرنے والوں پر گولی چلائی ۔ لاہور، لکھنؤ، آگرہ، امرتسر اور احمدآباد میں مظاہرہ کرنے والوں پر لاٹھی چارج کئے گئے ۔ مگر ملک ان کی رہائی کے مطالبہ پر سختی سے اڑا رہا ۔

مقدمہ کی کارروائی ۳۱ دسمبر کو ختم ہوئی ۔ کورٹ مارشل کے جج ایڈووکیٹ نے ان کے جذبہ حب الوطنی کی تعریف کی ۔ اور عدالت سے اپیل کی کہ ان کو کم سے کم سزا دی جائے ۔ فوجی عدالت نے انکو سزائے عمر قید مقرر کی ۔ اور اس سزا کی منظوری اور نظر ثانی کے لئے ہندوستان کے کمانڈر انچیف سر کلاڈ آکنلیک کے پاس بھیجدی ۔ جنہوں نے ان کو ۳ جنوری کو رہا کرنے کا حکم دیا ۔

خدا کا نام لیکر یہ مقدس عہد کرتی ہوں کہ ہندوستان کو اور اپنے چالیس کروڑ ہموطنوں کو
آزاد کراؤں گی۔ میجر ڈاکٹر لکشمی سوامی ناتھن

مسٹر گردھر ٹھکر
جنرل سکریٹری فارورڈ بلاک بمبئی

محترمہ مسز شیرا
ممبر ورکنگ کمیٹی صوبہ فارورڈ بلاک بمبئی

مسٹر پرمانند
سکریٹری فارورڈ بلاک بمبئی

پنڈت ہرسروپ شرما
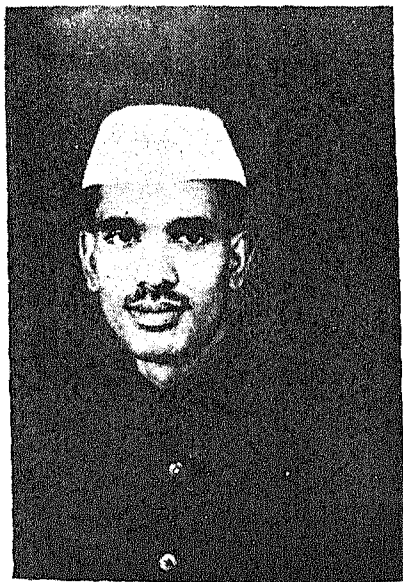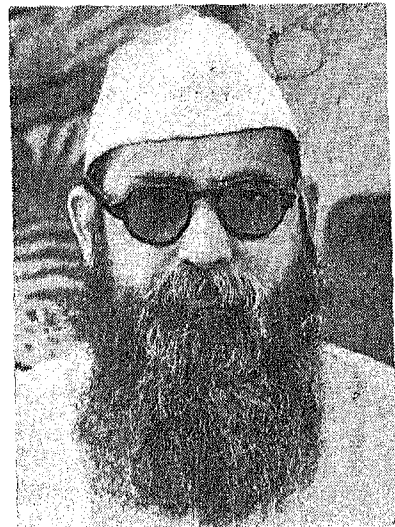
ضمیمہ

جہاں نیتاجی کے پرانے اور ہم عمل ساتھیوں کے تذکرے قلمبند کئے گئے ہیں وہاں یہ بھی ضروری سمجھا گیا کہ ان فارورڈ بلاک کے سرگرم کارکنوں اور شیدائیوں کے بھی حالات لکھے جائیں جنہوں نے ملکی آزادی کے خاطر اپنی زندگیاں ملک و قوم پر تجیں اور جو سبھاش بابو کے ہمنوا ہیں اور اپنے اپنے صوبوں میں فارورڈ بلاک کا نام روشن کر رہے ہیں۔

اس نظریہ کے پیش نظر تمام صوبوں کے فارورڈ بلاک کے ذمہ دار لوگوں کے حالات کے حصول کے لئے کوشش کی گئی جس طرح سبھاش بابو کے اہم اور خاص الخاص ساتھی میاں اکبر شاہ ایڈوکیٹ (سرحد) سرت چندر بوس مشہور انتہا پسند مسٹر انصار ہروانی مسٹر رام گتی گنگولی کرنل بھوسلے، میجر جنرل لوکناتھن کے حالات افسوس ہم کو ابتک دستیاب نہ ہوسکے۔ اسی طرح ہم کو صوبوں کے ساتھیوں کے حالات سے فی الحال محروم رہنا پڑا ہے۔

کچھ صوبوں کے ساتھیوں کے جو حالات تیار ہوچکے ہیں وہ شائع کئے جا رہے ہیں۔ کتاب مطبع میں جاچکی ہے اس لئے انتظار کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا گیا۔ دوسرے ایڈیشن میں بقایا حالات شائع کئے جائیں گے جو بہت ہی جلد شائع ہوگا۔

امداد صابری

سبدھ چندرائے

آپ ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے آپکے والد کا نام کھگیش چندر رائے ہے آپنے ڈھاکہ اور کلکتہ یونیورسٹی سے قانون اور پولیٹیکل سائنس کی تعلیم حاصل کی اور بی اے کی ڈگری لی آزادی ہند کی تحریک میں آپ نے بارہ برس کی عمر سے حصہ لینا شروع کردیا تھا اور اسی عمر میں ۱۹۳۰ء کے درمیان قانون اصلاحات کے ماتحت گرفتار ہوکے سزایاب ہوئے تھے۔ آپنے طلبا کی تحریک میں ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۲ء تک حصہ لیا۔ اور ڈھاکہ ڈسٹرکٹ سٹوڈنٹ فیڈریشن کے جنرل سکرٹری ۱۹۴۱ء میں منتخب کئے گئے اور ۱۹۴۲ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی کے صدر بنائے گئے ۱۹۳۹ء سے طالب علمی کی زندگی کے بعد آپ نے کانگریس اور فارورڈ بلاک کے سیاسی کاموں میں حصہ لینا شروع کیا ۱۹۴۲ء میں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت پابند کئے گئے جولائی ۱۹۴۱-۴۲ء میں گرفتار ہوئے اور چھ ماہ کی سزا ملی سزا کاٹنے کے بعد آپ کو سکورٹی قیدی بنادیا گیا آپ آجکل آسام فارورڈ بلاک صوبہ کے صدر ہیں۔

گردھر ٹھکر

آپ ۱۸ء میں پیدا ہوئے ۱۹۳۲ء میں اورلی ہائی اسکول کو عدم تعاون کی تحریک میں خیرباد کہا۔ اور ملکی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے پیٹ پالنے کے لئے ۱۹۳۳ء میں بمبئی آگئے اور ۲۵ روپے ماہوار کے ملازم ہوئے۔ ملازمت نے آنکھیں کھولدیں اور آقائی اور نا برابری کے پردے اٹھا دئے معلوم ہوا کہ غریب کس طرح ستائے جاتے ہیں۔ اور پونجی پتی کس طرح حکومت کرتا ہے نوکری کو لات ماری اپنا دھندہ کیا

تو ۳۸ء کے وزارت کے دور میں دہشدہ شاہین ان کے مظالم کے خلاف جلوس نکالا جس پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور مسٹر دھر کو جلوس کا کرتا دھرتا ٹھہرا کر گرفتار کر لیا۔ اور چھ ماہ کیس چلانے کے بعد سزا دی گئی۔

آپ ۱۹۳۹ء میں تری پوری کانگریس میں سوشلسٹوں کی نامعقول پالیسی کو دیکھ کر فارورڈ بلاک میں داخل ہوئے۔ بمبئی میں جب فارورڈ بلاک بنا تو آپ ڈسٹرکٹ فارورڈ بلاک بمبئی کے سکریٹری بنا دیے گئے اور ۲۷ اپریل ۴۳ء کو فارورڈ بلاک صوبہ بمبئی کے زیر اہتمام قومی ہفتہ کے منانے پر گرفتار ہوئے اور سزا ہوئی۔ مزدوروں میں ہردلعزیز ہونے کی وجہ سے آپ مئی ۴۲ء میں صوبہ فارورڈ بلاک کے جنرل سکریٹری مقرر ہوئے۔

۴ مئی ۴۲ء کو نیتاجی نام کا پمفلٹ شائع کیا پولیس نے گرفتار کر کے مقدمہ چلایا۔ ثبوت نہ ہونے پر رہا ہوئے۔ بمبئی پولیس الہ آباد کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے وارنٹ پر آپ کو گرفتار کر کے الہ آباد لے گئی۔ وہاں آپ کو نو ماہ قید سخت کی سزا ہوئی۔ رہا ہونے کے بعد رائے بریلی اور احمد آباد میں مسٹر یاجی کے ساتھ انڈر گراؤنڈ ورک کیا۔ آپکو ۱۳ مئی ۴۳ء کو مسٹر یاجی کے ساتھ حکومت ہند نے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر لیا۔ یکم ستمبر ۴۵ء کو آپ رہا ہوئے۔ آپ آل انڈیا فارورڈ بلاک کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہیں۔

چندر کانت ٹھکر

آپ ۱۱ جون ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے اور ہائی پوائنٹ ہائی اسکول میں میٹرک کیا اور کرلیہ کالج ٹیکنالوجی جاپان (کریو) میں بی ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے راش بہاری بوس کی قدم بوسی کی۔ اور ان کی ہدایات کے مطابق ان کے ساتھ کام کیا۔ جاپان کی ڈرامہ بنانے والی کمپنیاں حکومت برطانیہ کے خلاف ڈرامے بنانے میں مصروف تھیں آپ نے بطور ایڈیٹر ان کے ساتھ کام کیا۔ ۴۰ء میں ہندوستان واپس آئے ۴۲ء میں فارورڈ بلاک کے ممبر تھے۔ دسمبر ۴۲ء میں سرحد کو پار کرتے وقت منگڈو اراکان فرنٹ (برما) گرفتار کر لیے گئے۔ منگڈو میں جنگ کی وجہ سے جیل ٹوٹ چکی تھی۔ پولیس تھانہ کی پہلی منزل پر ایک لکڑی کا بڑا پنجرہ بنا رکھا تھا جس میں تین آدمی آ سکتے تھے۔ اس پنجرے میں آپ کو پانچ روز رکھنے کے بعد چٹاگانگ جیل میں پٹھان ملٹری کی حفاظت میں ۲۵ دن رکھا۔ اس کے بعد لال قلعہ دہلی میں لائے گئے اور ۲۸ جون کو رہا کر دیا۔

بمبئی کی پولیس عرصہ سے آپکو گرفتار کرنا چاہتی تھی لیکن پتہ نہ ملنے کی وجہ سے کامیاب نہ ہوتی تھی۔ فروری ۴۴ء میں اسکو موقع ملا چنانچہ گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ اور یکم ستمبر ۴۵ء کو رہا کیا۔ آپ بمبئی صوبہ فارورڈ بلاک کے سرگرم کارکن ہیں۔

مسٹر پریانند

آپ صوبہ سندھ کے باشندے ہیں۔ آپکا بمبئی کے سندھی تاجروں میں کافی اثر ہے۔ آپکا طفولیت کا زمانہ چین و آرام سے نہیں گذرا۔ آپ نے ہوش سنبھالا تو کانگریس کے کاموں میں حصہ لینے لگے گذر اوقات کس طرح کرتے کانگریس سے پچاس روپیہ ماہوار ملنے لگے۔ صبح و شام آپ کانگریس کے اصولوں کا پرچار کرتے تھے۔ [illegible] کا پیغام سناتے تھے۔ جو عہدہ دار فرماتے اس کو بسر و چشم منظور کرتے تھے۔ لیکن بقول آپکے آپکے کاموں

کی کوئی عزت و قعت نہیں ہوتی تھی۔ کسی درجہ میں شمار نہیں کیا جاتا تھا۔ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ یہ پچاس روپے کا مستحق نہیں ہے۔ اور یوں ہی قوم کی روٹیاں توڑ رہا ہے۔

آپ پر اس سلوک کا بہت بُرا اثر پڑا۔ آپنے تہیہ کر لیا کہ آپ اس زندگی کو خیر باد کہہ دینگے۔ قومی چندہ کی ایک پائی نہیں لینگے۔ چنانچہ آپنے اپنا کاروبار شروع کیا۔ دن دونی رات چوگنی ترقی کی آپکا آجکل بمبئی کے اچھے رئیسوں میں شمار ہوتا ہے۔

آپکی عمر تقریباً ۴۵ سال ہے۔ صاحب اولاد ہیں۔ نیتاجی کے حالات و واقعات سُنکر آپ میں ایک انقلاب رونما ہو چکا ہے نیتاجی کے دیوانے ہیں بمبئی صوبہ فارورڈ بلاک کے سکریٹری ہیں۔ تقریباً آپ اور مسٹر جوہڑہ آل انڈیا فارورڈ بلاک اور صوبہ فارورڈ بلاک کا بار برداشت کرتے ہیں۔ آپ ۳۲ء میں جیل بھی جا چکے ہیں۔ اور جیل یاترا کر چکے ہیں۔

محترمہ شیرا آپکا تعلق بمبئی کے پارسی خاندان سے ہے۔ آپکی تیسری پشت بمبئی میں ایران سے آئی۔ ہندوستان کے علاوہ آپکا خاندان عدن، جاپان وغیرہ میں بھی پھیلا ہوا ہے۔ آپ کے والد کا نام اڈل جی ہے۔ ریلوے میں میل ڈرائیوری کی خدمت انجام دیتے تھے پہلے نوساری میں قیام کیا۔ بعد میں بمبئی میں رہنے لگے۔

شیرا کھوسادل میں ۱۲ ستمبر ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئی۔ والد کا سایہ ان کے سر سے چھ سال کی عمر سے اُٹھ گیا تھا۔ غریب ماں نے پارسی چیرٹی سے معصوم بچی کا انتظام کرایا۔ ابتدائی تعلیم آپنے سر جے جے اسکول سے حاصل کی۔ امتحانات کے نتیجے شاندار ہوتے تھے۔ اس لئے سکالرشپ کی مستحق سمجھی گئیں۔ میٹرک بمبئی ماسٹر ٹیوٹوریل ہائی اسکول سے پاس کیا۔ ذمہ داری کا دور آیا ۱۴ سال کی عمر سے ٹیوشنیں لینی شروع کیں۔ اور ذاتی اخراجات کی خود کفیل بنیں۔ بی کام ۳۹ء میں کیا اس کے بعد غالباً ۳۶ء میں ایم پی کام کے لئے تیاری شروع کی۔ اور مزدور کی زندگی کے فلسفہ پر ایک کتاب لکھی جس پر آپکو ایم کام کی ڈگری ۴۳ء میں ملی۔ فارورڈ بلاک سے آپکا تعلق ۳۹ء میں ہوا۔ اس زمانہ میں بمبئی کے اندر فارورڈ بلاک کی پہلی کانفرنس ہوئی۔ جس میں آپ نے بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔

آپکو مزدور تحریک سے بیحد دلچسپی ہے۔ اور لیبر یونین کی جنرل سکریٹری ہیں۔ بمبئی صوبہ فارورڈ بلاک کی ممبر اور وارڈ ۱ بمبئی فارورڈ بلاک کی جنرل سکریٹری ہیں۔ اس قومی مصروفیت کے ساتھ آپ پی ایچ ڈی کے امتحان کی تیاری میں مصروف ہیں۔

مسٹر جوہڑہ آپکا نام دہرم ویر ہے۔ اور آپکے والد کا نام رام ناتھ جوہڑہ ہے۔ آپ ۱۴۔ اگست ۱۶ء میں لائل پور میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لائل پور میں میٹرک ۳۴ء میں کیا اور انٹر میں تعلیم چھوڑ کر ٹرانسپورٹ کنٹرکٹری کا کام سنبھالا کاروبار کرنے کے لئے آپ کے والد ۴۲ء میں بمبئی میں آ گئے آپ نے یہاں کاروباری دلچسپیوں کے ساتھ پولٹیکل زندگی بھی شروع کر دی۔ مزدوروں میں کام کیا چنانچہ آپ بمبئی موٹر لاری آنرز ایسوسی ایشن کے بانیوں میں سے ہیں۔

آپ ہی کی ہمت تھی کہ آپ نے ۲۵ ستمبر ۳۵ء کو لالہ شنکر لال اور سرت چندر بوس کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے انکی موجودگی میں آئی این اے ریلیف کمیٹی کی بنیاد رکھی - آپ ہی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ایک سو ایک روپے پہلی رقم دیکر فنڈ کی بسم اللہ کرائی - اور پھر خود ڈیڑھ سو ایک روپیہ دیا اور ۴ ہزار روپے کے قریب ریلیف کے پروپیگنڈے پر خرچ کیا - آپ ہی اس کمیٹی کے خزانچی تھے - چنانچہ آپ کی معرفت ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ اور کل سوا تین لاکھ روپیہ ریلیف فنڈ کا جمع ہوا -

لالہ شنکر لال سے آپکے ۴۱ء سے تعلقات ہیں - مئی ۴۶ء میں آپ باقاعدہ فارورڈ بلاک کے ممبر بنے - اور صوبہ فارورڈ بلاک کے ممبر منتخب ہوئے - آپکی ہی کوششوں سے آل انڈیا فارورڈ بلاک کا مرکزی دفتر قائم ہوا - آپ ایک سچے پکے مخلص اور جاں نثار وطن پرست ہیں - لیڈری سے دور قربانی کے لئے ہر وقت تیار اور کمربستہ رہتے ہیں - انتہائی ملنسار اور دوست نواز شخصیت ہیں -

دھن راج شرما

آپ پیلیچی گاؤں پٹنہ بہار میں ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے - آپ کے والد کا نام کامتی پرشاد ہے - ۱۹۱۸ء میں آپ نے کالجیٹ اسکول پٹنہ سے میٹرک کیا - نومبر ۱۹۲۰ء میں عدم تعاون کی تحریک کے ماتحت کالج چھوڑا - مارچ ۲۱ء میں ایک سال قید کی سزا ہوئی اور دوسری سزا ۲۲ء میں خلاف قانون تقریر کرنے کے الزام میں ہوئی - ۳۰ء میں ایک سال ضمانت پر رہے - اس کے بعد ۳۲ء میں ڈھائی سال کی قید ہوئی -

۳۹ء میں کسان تحریک میں حصہ لیا - ان کی شکایتوں کو دور کرانے کی کوشش کی - اس وقت کانگریسی وزارت میں دربھنگہ راج نے کسانوں پر بیحد مظالم ڈھا رکھے تھے - جس سے کسانوں میں آگ لگی ہوئی تھی - شرما جی نے اس تحریک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی - حکومت انتقام پر اتر آئی - گرفتاریاں شروع کر دیں - کسان باز آنے والے نہ تھے - انہوں نے شرما جی کی کمانڈ میں اپنے سات سو سپوت جیل بھیجدئے اور فتح حاصل کی -

شرما جی ۴۰ء میں رام گڈھ کی سمجھوتہ کانفرنس کے بعد نظر بند کر دئے گئے اور چار سال کے بعد ۴۴ء میں رہا کئے گئے -

۲۳ء سے آپ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر ہیں - مادھونی لوکل بورڈ کے چیرمین بھی رہ چکے ہیں - اور دربھنگہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے سابق ممبر بھی ہیں اور آجکل صوبہ اسمبلی بہار کے ممبر ہیں -

اننت منڈگی

آپ کے والد کا نام ارناجی منڈگی ہے - ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے - میٹرک بلگاؤں میں کیا ۲۰ء کی تحریک میں کالج چھوڑا ایک برس کے بعد کالج میں دوبارہ داخل ہوئے

اور سنہ ۳۰ء میں ایل ایل بی کیا۔ اسی زمانے میں تقریر کرنے کے الزام میں مقدمہ چلے سزا پائی۔

سنہ ۳۹ء سے سنہ ۴۱ء تک کرناٹک صوبہ فارورڈ بلاک کے جنرل سکرٹری رہے۔ سنہ ۴۰ء سے اب تک آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر ہیں۔ سنہ ۴۱ء میں نظر بند ہوئے چھ ماہ بعد رہا کردئے گئے۔ سنہ ۴۲ء سے سنہ ۴۳ء تک لاتعداد مقدمات بم بنانے۔ اسٹیشن جلانے۔ بھٹانے اور کوتوالی کو آگ لگانے کے آپ پر پولیس نے قائم کئے۔ لیکن کسی میں کامیاب نہ ہوسکی۔ اور آپ تمام مقدموں میں بری ہوئے۔

راگھویندر منڈگی آپ اننت منڈگی کے بھائی ہیں۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے بلگاؤں صوبہ کرناٹک سے اسکول میں میٹرک کیا۔ تیرہ سال کی عمر میں شراب کی دکان پر پکٹنگ کرنے پر پولیس نے گرفتار کیا لیکن چھوڑ دیا۔ دوبارہ پکٹنگ کرنے پر پندرہ دن کی سزا ملی۔

سنہ ۳۸ء میں فارورڈ بلاک کے ممبر بنے۔ سنہ ۴۲ء میں آرمس ایکٹ کے ماتحت مقدمہ پولیس نے قائم کیا۔ ناکام ہوئی تو آپ کو نظر بند کردیا۔ ساڑھے دو برس کے بعد رہا ہوئے۔ سنہ ۴۶ء میں صوبہ فارورڈ بلاک کرناٹک کے جنرل سکرٹری منتخب ہوئے۔ اور آج تک آپ ہی اس صوبے کے جنرل سکرٹری ہیں۔

چرنجی لال پالیوال آپ اصل اور قدیم باشندے پالی ریاست جودھ پور کے ہیں۔ شہاب الدین غوری کے زمانے میں آپ کے آباؤ اجداد بیکانیر میں مقیم ہوگئے۔ صدیوں کے بعد دہلی کے نزدیک یوپی میں چلے گئے۔ چنانچہ آپکا خاندان دہلی کے اضلاع میں خاص فوقیت رکھتا ہے۔

وہ خاندان جس نے بیسیوں سلطنتوں اور ہزاروں تہذیبوں کو اجڑتا اور بنتا دیکھا تھا اس خاندان میں ایک انقلابی فرد کا پیدا ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ چنانچہ چرنجی لال جی کی پیدائش دہلی کے نزدیک موضع جانٹی کلاں میں ۵ جنوری سنہ ۱۹۰۵ء کو ہوئی۔ جس نے گورنمنٹ ہائی اسکول دہلی سے سنہ ۲۴ء میں میٹرک پاس کرکے اور سنہ ۲۶ء میں ہندو کالج سے ایف اے اور سنہ ۲۵ء میں بی اے کی ڈگری لی۔ اور سنہ ۳۰ء میں ایم اے علم اقتصادیات میں پاس کیا۔ اور سنہ ۳۳ء میں دہلی یونیورسٹی سے ایل ایل بی کی سند لے کر بغاوت کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ اس نے انگریز اور لارڈ کو وشاطر انگریز کا درس نیتا جی سبھاش بابو کی طرح اُلٹا پڑھا۔ اور سمجھا۔ وہ مسلمانوں سے نفرت کرنے کے فریب و دلاسے میں نہیں آیا۔ اس نے محمد بن قاسم۔ محمد شاہ تغلق اور عالمگیر کے خلاف نفرت انگیز جذبات کی پرواہ نہیں کی۔ اس نے منافرت انگیز کسی داستان کو نہیں مانا۔ ذرہ برابر تسلیم نہیں کیا۔ وہ زمانہ طالب علمی سے ہی سامراج کا دشمن بنا۔ اس کے طفولیت کے زمانے میں پرنس آف ویلز نے ہندوستان میں قدم رکھا تو جبکہ غلام ہندوستان جشن

مصروف تھا۔ اس وقت اس مردِ مجاہد نے نہ صرف گورنمنٹ ہائی اسکول کے بلکہ دہلی کے دیگر اسکول کے طلباء کو اس جشن میں شریک ہونے سے منع کیا۔ اس نے پرواہ نہیں کی کہ اسکول کے ناخدا اور یا خداوندانِ سرکار کیا کہتے ہیں یا کہیں گے۔ اس نے اس وقت بھی جبکہ دہلی کے سکاؤٹ کی ایک ریلی گورنمنٹ ہائی اسکول دہلی میں ایمپائر ڈے کے موقعہ پر ہو رہی تھی جس میں چیف کمشنر اور دہلی کے دیگر مقامی افسران موجود تھے مسٹر آرٹ سکاؤٹ کمشنر کے یونین جیک کو سلامی دینے کے حکم کو ٹھکرا دیا تھا۔ اور مسٹر آرٹ کے آپے سے باہر ہونے کی پرواہ نہیں کی تھی۔ اور برملا کہا تھا کہ یہ جھنڈا قومی جھنڈا نہیں ہے۔ ہمارا سر اس کے آگے نہیں جھک سکتا۔ اس کے ساتھ ہی آپنے سکاؤٹ کا رومال اور رسی اور لکڑی پھینک دی اور صاف طور پر کہہ دیا میں آج سے اسکاؤٹ نہیں ہوں۔

اس اولوالعزمی اور بہادری کا نتیجہ ظاہر تھا۔ طلباء نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ آپنے انکی ایک انقلابی جماعت ترن سماج۔ نوجوان سبھا کی داغ بیل ڈالی۔ جن کے اراکین نے بتدریج قومی جنگ میں نمایاں حصہ لیا یہ قوت اور اس کا یہ خطرناک استعمال حکومت کے لئے ناقابل برداشت بنا۔ یہ جماعت حکومت کی نظروں میں کھٹکنے لگی۔ یہ جانباز جون کے آخر سنہ ۳۰ء کی تحریک میں کود پڑے جس کے بعد دہلی کے طلباء کی ایک مرکزی جماعت دہلی سٹوڈنس یونین کے نام سے آپ نے قائم کی۔ جس کی صدارت کی ذمہ داری آپ پر ہی ڈالی گئی۔ چنانچہ اس جماعت نے تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔ اور اس کے صدر یا لیوال جی دو مرتبہ چھ چھ ماہ کی سزا بھگت کر آگئے۔ پھر کیا تھا جیل جانا روزانہ کا مشغلہ بن گیا۔ صوبہ دہلی کی ایک کنونشن اگست سنہ ۳۰ء میں بلائی گئی جس کی استقبالیہ کمیٹی کے آپ چیرمین بنے۔

سنہ ۳۲ء میں گاندھی جی کے ولایت سے آنے کے بعد گرفتاریاں ہوئیں اس میں یا لیوال جی بھی نظر بند کر دیئے گئے۔ آپکی نظر بندی سے طلباء میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔ پروفیسروں اور طلباء کی کوششوں سے دہلی یونیورسٹی یونین قائم ہوئی۔ عدم موجودگی کے باوجود یا لیوال جی کو اس کا صدر مقرر کیا گیا۔ اور اسکے بعد انقلابی لٹریچر رکھنے اور دہشت انگیزی کی تحریک سے تعلق رکھنے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا جس میں آپکو چھ ماہ کی سزا ہوئی۔

اس کے بعد حکومت نے آپکو دہلی سے چوبیس گھنٹہ میں نکل جانے کا حکم دیا۔ جبکہ آپ غازی آباد چلے گئے۔ آرڈیننس ختم ہونے کے بعد آپ دہلی واپس چلے آئے۔

آپ جن دنوں دہلی میں وکالت کرتے تھے تو مسٹر شمس الہدے جو روس و امریکہ میں کام کرتے تھے۔

کی۔ کہ آپکا میرٹھ سازش کیس سے بھی تعلق تھا۔ مگر ثبوت مہیا نہ ہونے پر مقدمہ ستی مجسٹریٹ کی عدالت سے خارج کر دیا گیا۔ دہلی میں آپ نے برلا ملز، دہلی کلاتھ مل کے مزدوروں کی ہڑتالوں کی خوش اسلوبی کے ساتھ رہنمائی کی۔ اور بہت سستیہ وتی۔ مرحوم لالہ ھنونت سہائے کے ساتھ آپ نے مخلصانہ کوششیں کیں۔

۱۹۳۶ء میں آپ ایک طویل و شدید بیماری کے شکار ہو گئے۔ آپ پر ۲۴ گھنٹے نگرانی رہا کرتی تھی۔ دہلی کے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ خشک مقام پر چلے جائیں۔ راجپوتانہ کی ریاستوں سے آپ کے قدیمی مخلصانہ تعلقات ہونے کی وجہ سے آپ نے راجپوتانہ جانیکا عزم کیا۔ انہی دنوں اتفاق سے آپ کی ریاست جے سل میر کی طرف سے ایک ممتاز عہدہ جوڈیشل وانتظامیہ حیثیت سے تعلق رکھنے والا آپ کے لئے پیش کیا جس پر آپ پوشیدہ طور پر راجپوتانہ پہنچے۔ اور باوجود سخت علالت کے آپکی قابلیت سے متاثر ہوکر والئی ریاست جے سل میر نے آپکو عہدہ کا چارج سنبھلوادیا۔ یہاں آپ بحیثیت جج صدر عدالت (چیف کورٹ) کافی عرصہ تک کام کرتے رہے۔ آپ نے جس غیر جانبداری و منصفانہ ذہنیت کا ثبوت دیا اس کی وجہ سے دربار ریاست اور عوام کی نظروں میں آپ بہت ہر دلعزیز بن گئے تھے۔ آپ نے کئی مرتبہ دیوان کے جانے پر نہایت خوش اسلوبی سے دیوان کے فرائض انجام دئے۔ اور انتظامیہ اور جوڈیشل معاملات میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت ولیاقت کا ثبوت دیا۔

۱۹۴۲ء کی تحریک کے سلسلے میں حکومت دہلی کو پرانے کانگریسی کارکنان کا پتہ لگانے کی ضرورت تھی۔ آپکے قریبی رشتہ داروں کے گھر سے بہت سے بم برآمد ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ گرفتار کر لئے گئے۔ وہ جیل میں مسٹر پالیوال سے یہ توقع کرتے تھے کہ وہ ان کی صفائی کا معقول انتظام کریں۔ ان کی گرفتاری کی خبر پاکر پالیوال جی نے جیل میں ان لوگوں کو ہمدردانہ چٹھی لکھی جو سی آئی ڈی کے ہتھے لگی۔

یہ وہ چٹھی تھی جس سے مسٹر پالیوال کی سکونت و پوزیشن کا حکومت کو پتہ لگ گیا۔ چنانچہ مقامی حکومت کی پیشکش پر ایک خفیہ چٹھی پولیٹیکل دیپارٹمنٹ کی طرف سے دربار جے سل میر کو بھیجی گئی جس میں والئی ریاست پر ظاہر کیا گیا۔ کہ جو شخص آپ کی ریاست میں ایسے ممتاز عہدہ پر مقرر ہے۔ اس کی انگریزی حکومت کے باغیانہ تحریکات کا یہ ریکارڈ ہے۔ جے سل میر دربار پر آپکی سیاسی زندگی کے واقعات ظاہر ہونے پر سخت حیرت ہوئی۔ ایک طرف آپ کی قابلیت اور ایماندارانہ زندگی کا گہرا اثر تھا اور دوسری طرف آقائے نامدار لارڈ لنلتھگو کے غصہ کا ان پر خوف طاری تھا۔ دفعتًا پولیٹیکل ایجنٹ جے سل میر آیا۔ جس نے صاف طور پر جے سل میر کو کہا کہ ایسا شخص آپ کی ریاست میں برسر اقتدار رہے یہ قطعًا برداشت

ہی کیا جا سکتا۔ چنانچہ دربار کی مجبوری کو دیکھ کر آپ استعفیٰ دیکر دہلی چلے آئے۔
۱۹۴۵ء میں پھر آپ مصروف عمل ہو گئے۔ فارورڈ بلاک خلاف قانون تھا لفٹسٹ خیالات کے
لئے کوئی اسٹیج نہیں تھا۔ اس لئے کانگریس لفٹسٹ گروپ بنایا۔ اس کے صدر یا لیوال جی منتخب ہوئے
فارورڈ بلاک کے جائز ہونے پر آپ فارورڈ بلاک ۱۹۴۶ء کے نائب صدر ہیں۔ آپ ۱۹۳۸ء کی صوبہ
کانگریس کمیٹی کے جنرل سکرٹری بھی تھے۔ اور آجکل صوبہ کانگریس کمیٹی کے ممبر بھی ہیں۔

رمیش مہتہ

مہتہ جی کی عرفیت جھٹو بھائی وارہ ہے۔ اور آپ کے والد کا نام مولچند بھائی وارہ ہے
آپ ریاست حسدل کاٹھیاواڑ کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک
دھوراجی ہائی اسکول میں کیا۔ ۱۹۲۸ء میں بمبئی کی یوتھ لیگ میں داخل ہوئے۔ جو کانپور کی انتہا پسند
کی جماعت تھی۔ اس جماعت کی طرف سے "لال پرچے" نکالا کرتے تھے۔ "گورے کتوں کا حامی ہی" پمفلٹ پر
مہتہ جی پر مقدمہ چلا۔ ضمانت پر رہا ہوئے۔

اسی اثنا میں کانگریس کی ۱۹۳۰ء کی تحریک میں امین آباد لکھنؤ میں ستیہ گرہ میں گرفتار ہوئے۔
اس میں تین ماہ کی سزا ہوئی۔ جیل میں کبھی چین سے نہ بیٹھے آئی جی کی توہین کرنے کے جرم میں مرزاپور
جیل بھیج دئے گئے۔ تین ماہ کی سزا کے بعد رہائی ہوئی تو لال پرچے کے مقدمہ میں ایک سال کی سزا
ہوئی۔ کراچی کے کانگریس اجلاس کے لئے کانپور کی طرف سے ڈیلی گیٹ منتخب ہوئے۔

کانپور کے انتہا پسندوں میں باہمی جنگ چھڑی۔ چندر شیکر آزاد کی پارٹی ریپبلک آرمی تھی۔
چندر شیکر آزاد کے خلاف مخبری کرنے کا شک ریپبلک آرمی کی پارٹی کو دیریندر پر ہوا جس کی وجہ سے اس
پارٹی نے دیریندر پر حملہ کیا۔ سمجھا کہ یہ حملہ مسٹر مہتہ اور اس کی پارٹی نے کیا ہے۔ اس لئے دیریندر کی پارٹی
راجہ رام نے مسٹر مہتہ اور منشور پر حملہ کیا جس سے مسٹر مہتہ کے گولی لگی اس حملہ کے بعد کسی نے
اس حملہ آور راجہ رام کو مار دیا۔ اور چھاتی پر ریوالور رکھ دیا۔ پولیس نے اس قتل کے الزام میں مسٹر مہتہ کو
اور ان کے پانچ ساتھیوں کو گرفتار کیا۔ مگر شہادت دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے تین ماہ بعد پولیس
نے مقدمہ واپس لے لیا۔

۱۹۳۴ء میں احمد آباد میں گجرات میل لوٹنے کے الزام میں گرفتار ہوئے۔ ڈاک خانوں میں
آگ لگانا۔ پولیس افسروں کو دھمکی دینا۔ اور پولیٹیکل کاموں کے لئے ریوالور سے دھمکی دیکر روپے
جمع کرنے کے الزامات کے ماتحت مقدمہ چلا۔ جس میں تین سال کی سزا ہوئی۔
سزا پوری کرنے کے بعد رہائی کے بعد پھر پولیس نے گرفتار کر کے سابرمتی جیل میں نظر بند کر دیا۔

کرنل احسان قادر

ہریڈ حکم سنگھ
جنرل سکریٹری صوبہ فارورڈ بلاک

چرنجی لال پالی وال
نائب صدر صوبہ فارورڈ بلاک دہلی

نیتا جی کا سنہ ۱۹۳۹ء میں دہلی کے اندر "بگی" کا جلوس
درمیان میں نیتا جی - دائیں ہاتھ لالہ شنکر لال جی - اور بائیں ہاتھ مولانا امداد صابری

سزا پوری کر لینے کے بعد رہائی کے بعد پولیس نے گرفتار کر کے سابرمتی جیل میں نظر بند کر دیا۔"

وہاں سے بمبئی کے کونسل علاقہ میں پابند کر دیا۔ سنہ ۴۲ء کی تحریک میں آزاد بھارت کی جماعت کے نام سے کام کیا۔ دسمبر سنہ ۴۲ء میں نظر بند ہو گئے۔ تین برس کے بعد سنہ ۴۵ء میں رہا ہوتے۔ صوبہ فارورڈ بلاک دہلی کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہیں۔ اور فارورڈ بلاک کی آزاد ہند کور دہلی کے کمانڈر انچیف ہیں۔

مہاورت ودیالنکار

آپکی پیدائش راجپوت خاندان میں ہوئی۔ یہ خاندان دہلی میں غدر سے قبل کا بسا ہوا ہے۔ آپ کے خاندان کے لوگوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں کام کیا۔ اور غدر کے موقع پر بھی آپکے خاندان والے انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے۔

آپ کی تعلیم ہندوستان کی مشہور یونیورسٹی گروکل کانگڑی میں ہوئی جہاں سے آپنے ودیالنکار کی ڈگری حاصل کی۔ آپ تعلیم کے بعد فوراً ولایت چلے گئے اور وہاں انجینیرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ قومی تعلیم اور بچپن سے سیاسی اور حوصلہ کے کام کی طرف رجحان ہونے سے آپکا تعلق برطانیہ کی کمیونسٹ پارٹی سے ہوگیا۔ دو تین برس تک آپنے لندن کی سیاسی تحریکوں میں دلچسپی لی اور وہاں ہندوستانی ماحول کو منظم کرنے میں مسٹر سکت والا ممبر پارلیمنٹ کا ساتھ دیا۔ آپکو ۱۹۲۶ء کے آخر میں روس جانیکا موقع ملا۔ اور پانچ سال تک سیاست اور حکومت کی عملی پالیسی سے واقفیت حاصل کرتے رہے۔ آپنے مارکسزم پر بہت کچھ لکھا ہے جو ہندی کے اخباروں میں شائع ہوتا ہے۔ آپ بہت سی زبانوں کے ماہر ہیں۔ مثلاً سنسکرت پالی، انگریزی اور روسی بھی اچھی جانتے ہیں۔ ہندی کے آپ مشہور مصنف ہیں۔ اور موجودہ ملک کی اور بین الاقوامی سیاست اور سوشلزم پر آپکے مضامین دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ نیز سائنس اور ادبی مضامین بھی آپ لکھتے ہیں۔ ہندوستان کی سوشل اور کلچرل تہذیب کے متعلق آپکے خیالات نہایت انقلابی اور نئی روشنی کے حامل ہیں۔ ہندوستان میں واپس آنے پر آپکی پولیس تک پابندی اور سی آئی ڈی کی نگرانی رہی۔ کانگریسی سیاست میں اہنسا اور گاندھی ازم کے آپ سخت مخالف ہیں اور اسے ہندوستان کی سیاست کی ایک سپرٹ تسلیم کرتے ہوئے بھی آئندہ کے لئے اسے سخت نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ اہنسا ستیہ گرہ کے آپ کالج کے زمانہ سے ہی مخالف رہے ہیں۔ سیاست طاقت تنظیم اور قربانی اور بین الاقوامی تعلقات اور تنظیمی عمل پر آپکا پورا یقین ہے۔ سوشلزم کو آپ سرمایہ دار کے ظلموں سے ستائی ہوئی دنیا کا علاج سمجھتے ہیں۔ اور کمیونزم کو انسانیت کا لازمی عنصر سمجھتے ہیں۔

۱۹۳۹ء میں جب سے فارورڈ بلاک کی بنیاد پڑی اخبارات کے ذریعہ آپنے اس کی حمایت کی شروع ہی سے آپکا فارورڈ بلاک کی تحریکوں سے تعلق ہے۔ آجکل آپ صوبہ فارورڈ بلاک دہلی کے سکرٹری ہیں۔

سردار جگت سنگھ بھاٹیہ

آپ ضلع گجرانت کے رہنے والے ہیں اوائل عمر میں ہی آپ لائل پور میں رہے۔ اور ابتدائی تعلیم حاصل کی [illegible]

انقلابی سرگرمیوں میں مصروف تھی۔ تو آپکا بھی ان کے شریک کاروں میں شمار ہوتا تھا۔

۱۹۳۶ء میں آپ دہلی آ گئے۔ دہلی کانگریس کے ممبر بنے اور انقلابی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کیا ۱۹۳۹ء میں نیتاجی سوبھاش بابو کی ہمنوائی کی۔ اور فارورڈ بلاک کے پروگرام پر عمل پیرا ہوئے۔ مہاتما گاندھی نے ۱۱ فروری ۱۹۴۳ء کو عمومی ہڑتال کی تو آپ نے ہڑتال کرانے میں نمایاں حصہ لیا۔ کالجوں اور اسکولوں کو بند کرایا۔ پولیس نے گرفتار کر لیا چھ ماہ کی سزا ہوئی۔ ۱۷۔ اگست ۱۹۴۲ء کو رہا ہو کر آئے تو دہلی حکومت کی استبدادیت کے خلاف جشن فتح کے موقعہ پر چراغاں کے پروگرام کو خاک میں ملانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے جس میں شاندار کامیابی یہ حاصل کی کہ پولیس نے آپ پر ٹاؤن ہال، فائر بریگیڈ، ریلوے گودام اور سکریٹری گیٹ جلانے کے الزام میں ۷ مارچ کو گرفتار کر کے مقدمات قائم کر دئے جو چار ماہ سے چل رہے ہیں۔

جب سے فارورڈ بلاک پر سے حکومت نے پابندی ہٹائی ہے اس وقت سے باقاعدہ آپ فارورڈ بلاک کے سکریٹری ہیں۔

پنڈت ہرسروپ شرما آپ ابتداہی سے فارورڈ بلاک کے سرگرم کارکن رہے ہیں۔ اور آپ ۱۹۳۹ء کی فارورڈ بلاک کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ آپ نے جیل سدھار اور میونسپلٹی کی اصلاح کے کاموں میں کافی وقت دیا ہے۔ آپ اصلاح میونسپل کمیٹی کے دو سال تک جنرل سکریٹری اور جیل سدھار کمیٹی کے صدر رہے ہیں۔ آپ فارورڈ بلاک کے پلیٹ فارم سے خلاف قانون تقریر کرنے پر گرفتار ہوئے۔ اور ایک سال قید سخت کی سزا پائی آجکل آپ دہلی فارورڈ بلاک کے جنرل سکریٹری ہیں۔ نڈر اور بے باک کام کرنے والے ہیں۔

حکم سنگھ آپ ۲۳ مارچ ۱۸۸۸ء میں کانپور کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے آپکے والد کرن سنگھ ایک بہت غریب کسان تھے آپکے تین بھائی ہیں۔ سب قومی و ملکی خدمت کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور ہر ایک جیل جا چکا ہے آپکی ابتدائی زندگی انتہائی مذہبی تھی۔ سادھو بننے کا خیال ہر وقت ستاتا تھا چنانچہ آپ کے گاؤں میں کچھ مسلمان رہتے تھے تو آپ ان کیلئے چندہ کرکے اور خود اپنے پاس سے دیگران کے اخراجات چلایا کرتے تھے۔ آپنے اپنے گاؤں میں بچوں کی لائبریری اور بچوں کی خدمت کرنیوالی جماعت اور کور قائم کی تھی۔ جو بچوں کی دیکھ بھال اور ان کے لکھنے پڑھنے کا انتظام کرتی تھی ۱۹۲۱ء میں آپنے اپنے گاؤں کی کانگریس کمیٹی بنائی تھی۔ اسی سال آپ ضلع کانپور کی کانگریس کمیٹی کے سکریٹری بنے اور ۱۹۲۲ء میں گیا کے اندر ہونیوالی آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس کے لئے ڈیلیگیٹ منتخب ہوئے۔ گیا کانگریس میں آپ سوراج پارٹی کے حامی کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں کانپور کانگریس کے اجلاس میں مولانا حسرت موہانی انکی

جواہر لال جی تھے انپر لاٹھیاں برسائیں جسکی وجہ سے مولانا حسرت موہانی زخمی ہوگئے تھے اور اجلاس ملتوی کرنا پڑا تھا۔

سنہ ۲۶ء میں آپکی شادی محترمہ راجدلاری کیساتھ ہوئی۔ راج دُلاری بھی پکی سچی قوم کی خادم ہیں۔ اور مصائب آلام کا جیتا جاگتا مجسمہ ہیں۔ سنہ ۴۱ء کا واقعہ ہے کہ آپ دوا لینے جا رہی تھیں کہ آپنے دیکھا کہ کانگریس کا جلوس نکل رہا ہے۔ ایک کانگریسی کارکن کے ہاتھ میں قومی جھنڈا تھا پولیس نے چھیننے کی کوشش کی۔ اور کارکن کی گرفت سے جھنڈا پولیس کے قبضہ میں جانیوالا ہی تھا کہ آپنے جھنڈے پر ہاتھ مارا۔ اور اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ پولیس نے اس پر آپکا وارنٹ گرفتاری نکال دیا۔ پندرہ دن بعد آپ خود جلوس کی قیادت کرتے ہوئے نکلیں اور گرفتار ہوئیں۔ ایک حسرتناک واقعہ ہے کہ سنہ ۴۲ء کی تحریک میں جب کامریڈ حکم سنگھ جیل میں تھے ایک وقت گھر میں صرف ایک سیر آٹا تھا۔ راجدلاری جی نے سوچا اگر میں نے بھی کھایا تو کل بچے کیا کھائیں گے۔ خود تین دن بھوکی رہیں۔ سیر بھر آٹے میں تین دن دو بچوں کا پیٹ بھرا چوتھے دن بچے بھی بھوکے تھے آخرکار محلہ کے بنیئے کے پاس بچے کو بھیجا وہ بنیا جس سے ہزاروں کا لین دین ہوچکا تھا صاف انکار کرگیا۔ اور چار آنہ کا آٹا بچے کو نہیں دیا۔ مایوس ہوکر گھر ٹٹولا۔ کچھ ردی اِدھر اُدھر پڑی تھی اسکو غنیمت جانا۔ بیچکر آٹا منگایا۔ مگر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔

حکم سنگھ جی شادی کے بعد دہلی میں آکر دہلی کلاتھ مل میں لائن جاری کے کام پر لگ گئے تھے سنہ ۱۹۲۸ء میں مزدور سبھا کا قیام ہوا۔ آپ اسمیں کام کرنے لگے۔ نرائن سنگھ کے بعد آپ اس سبھا کے صدر رہے۔ سنہ ۳۰ء میں نمک قانون کے خلاف سب سے پہلے گرفتار ہوئے۔ اس کے بعد خلاف قانون تقریر کرنے کے سلسلے میں ایک سال کی سزا پائی۔ سنہ ۳۸ء میں دہلی کے اندر مسٹر باٹلی والا کی صدارت میں مزدور سبھا کانفرنس ہوئی اسمیں ستیہ وتی جی کے مقابلہ میں آپ صدر استقبالیہ منتخب ہوئے۔ سنہ ۳۹ء میں آپ سنہ ۳۵ء کے قانون کی مخالفت میں جیل بھیجدیئے گئے سنہ ۳۷ء میں آپکو زبان بندی کا ایک سال کا نوٹس دیا گیا۔ اسوقت آپ ضلع کانگریس کمیٹی کے جائنٹ سکریٹری تھے۔ سنہ ۳۹ء میں آپ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔ سنہ ۳۹ء میں فارورڈ بلاک کے بننے کے بعد آپنے اس میں سرگرمی سے کام کیا۔ چنانچہ آپ آل انڈیا فارورڈ بلاک کے ممبر چُنے گئے سنہ ۴۲ء میں خلاف قانون تقریر کے الزام میں جیل بھیجدیئے گئے۔ رہا ہونیکے بعد دوبارہ اکتوبر سنہ ۴۲ء میں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت نظربند کردیئے گئے۔ ڈیڑھ سال کے بعد رہا ہوئے۔ آجکل آپ دہلی صوبہ فارورڈ بلاک کے جنرل سکریٹری اور صوبہ کانگریس کمیٹی کے ممبر ہیں۔

خورشید احمد کاظمی

آپ سنہ ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے عملی زندگی سنہ ۳۷ء سے شروع کی۔ اس سے قبل مجلس احرار و جمعیتہ کے کاموں میں دلچسپی لیتے تھے۔ مسلمانوں میں آپکا کافی اثر و رسوخ

تعلقات کی بناء پر آپکے علاقہ میں بیسیوں سیاسی کام کرنیوالے پیدا ہوئے۔ چنانچہ ۱۹۳۸ء میں ہزاروں کی تعداد میں علی الخصوص مسلمان کانگریس کے ممبر بنے۔ اور کانگریس کے کاموں اور تحریکوں میں دلچسپی لینے لگے۔

۱۹۳۹ء میں فارورڈ بلاک بنا اس میں شمولیت کی۔ آپ گاندھی ازم کے سخت مخالف اور مزدوروں کے عملی احتجاجات ہڑتال اور پکیٹنگ کے حامی تھے۔ آپ مل مالکوں کے دل موم ہونے کے فلسفہ کو مہمل خیال کرتے تھے۔ آپکا یقین تھا کہ جب وقت تک مزدوروں کو منظم نہیں کیا جائیگا۔ پونجی پتیوں سے ٹکرایا نہیں جائیگا۔ اس وقت تک وہ انقلابی حالت پر نہیں آسکیں گے چنانچہ آپ بے باک وندر رہکر مزدوروں کی میٹنگ میں سرمایہ داروں کی پول کھولتے تھے ایک جلسہ میں آپنے فوج پولیس ریلوے، تارگھر ڈاک خانے وغیرہ مزدوروں کی منظم بغاوت کا خاکہ کھینچا اور بغاوت کرنے کے طریقے بتلائے اور مزدوروں کی اصل طاقت و قوت کا نقشہ دکھایا تو دہلی پولیس نے آپکو گرفتار کیا۔ آپکے خلاف ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ دفعہ ۳۹ کے ماتحت مقدمہ قائم کر دیا۔ مسٹر ایسر نے آپکو تین سال قید سخت کی سزا دی۔ لیکن ہائیکورٹ کے اپیل پر چھ ماہ کے بعد آپ رہا ہوئے۔

جیل سے رہا ہونیکے بعد کچھ دن گذرے تھے کہ آپکو فارورڈ بلاک صوبہ دہلی کی جنرل سکرٹری شپ کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ ۱۹۴۲ء کے شروع میں فارورڈ بلاک آزادی کی جنگ شروع کر چکا تھا۔ اس کے رہنما جیل کی دیواروں میں بند کئے جا چکے تھے۔ اس کا نظریہ اور کوشش یہ تھی کہ کانگریس انفرادی تحریک کو اجتماعی تحریک کی شکل میں بدلدے۔ اور انفرادی تحریک کے کھیل کو ختم کردے۔

کانگریس بدلتی یا نہیں یہ کہنا مشکل تھا۔ البتہ وہ بدلنے کے رخ میں آچکی تھی۔ اس نے حکومت کو الٹی میٹم دے رکھا تھا۔ عام تحریک چلانے کا۔ اور کئی کانگریسی لیڈران بستر تیار کرنے کیلئے فکرمند نظر آتے تھے کہ معاً گرفتار کر لئے گئے۔ ایسی صورت میں فارورڈ بلاکسٹ کیسے بچتے۔ چنانچہ کاظمی ۱۶۔ اگست ۱۹۴۲ء کو رات کے تین بجے گھر سے دہلی جیل روانہ کردئے گئے۔ ڈہائی سال تک آپ دہلی جیل، ملتان جیل اور فیروزپور جیل میں رہے اور ۱۹۴۴ء کے آخر میں رہا کردئے گئے۔

رہائی کے بعد آپ نے دہلی میں عجیب منظر دیکھا۔ چاروں طرف ہو کا عالم تھا۔ سرکاری افسران اور ٹوڈی طبقہ شہر کا مالک بنا بیٹھا تھا۔ صرف گنتی کے رہا شدہ سیاسی کارکن، اجڑے برباد شدہ نظر آتے تھے۔ آپنے اس غلامی اور ٹوڈی بیت نوازی اور سرکار پرستی کی فضا کو ختم کرنے کے لئے شب و روز کوشش کی۔ اور سیاسی کارکنوں کو منظم کیا۔ چنانچہ لالہ حضونت سہائے کی قیادت میں کانگریس آرگنائزنگ کمیٹی کا

[illegible]

تک اس کمیٹی نے کانگریس کی تمام ذمہ داری سنبھالی۔ کاظمی صاحب نے بھی بڑی مستعدی سے کام کیا۔

منو دیو شاستری

آپ سنہ ۱۹۱۲ء میں لال پور گاؤں ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اپنے گاؤں کی مشہور گوڑ برہمن برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپکا نام پنڈت انوپ چند شرما تھا۔ شاستری جی نے ماڈل گروکل منڈو سے کیا۔ اور پنجاب یونیورسٹی سے شاستری اور لکھنؤ یونیورسٹی سے ساہتیہ اچاریہ کی سند حاصل کی۔

سنہ ۱۹۲۸ء میں نوجوان بھارت کے ممبر ہوئے۔ اور اس کے سکریٹری بنائے گئے۔ آپ کے زمانہ کی نوجوان بھارت سبھا کے صدر ڈاکٹر کچلو تھے۔ آپ سنہ ۳۰ء میں گوروکل بھٹنڈے کے پرنسپل بنائے گئے۔ سنہ ۳۷ء میں دہلی کے اندر آئے اور سنہ ۳۹ء میں جب فارورڈ بلاک بنا تو آپ نے اس میں شرکت کی۔ اور سنہ ۴۱ء میں دہلی صوبہ فارورڈ بلاک کے صدر منتخب ہوئے۔ اور اسی زمانہ میں میونسپل کمیٹی کی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے جماعت اصلاح میونسپل کمیٹی کے کاموں میں حصہ لیا۔ اور اس کے جنرل سکریٹری بنائے گئے۔

اب آپ صوبہ فارورڈ بلاک دہلی کے خزانچی ہیں۔ آپ سنہ ۴۲ء کی تحریک میں نظربند کر دیے گئے تھے تین سال کے بعد رہا ہوئے۔

ستندر نجن بخشی

بخشی صاحب کے کمزور اور نحیف شکل اور پژمردہ چہرے میں ایک نہایت زبردست قوت ارادی چھپی ہوئی ہے۔ ان کا کمزور جسم اس بات کی علامت ہے کہ ان کی روحانیت مضبوط ہے۔ آپ نے کلکتہ یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ اور اسی یونیورسٹی سے آپنے وکالت کا امتحان پاس کیا تھا۔ آپ بجری سال کے رہنے والے ہیں۔ اور ایک معزز کائستھ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے کئی رشتہ داروں نے بنگال کی انقلابی تحریک میں نمایاں حصہ لیا ہے آپ کا بھی اوائل عمر سے انقلابی تحریکوں سے تعلق رہا ہے۔

آپ کے سیاسی رہنما دیش بندھو چترن داس تھے۔ ان کی سیاسی تربیت سے آپکا مستقبل شاندار اور کامیاب ہے۔ دیش بندھو داس کلکتہ سے فارورڈ نام کا جو پرچہ نکالتے تھے اس کی ادارت میں بخشی جی کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ ایشیاٹک فیڈریشن کے قیام کے سلسلے میں جو مضامین آپنے لکھے وہ ملک میں بجد پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گئے۔ اس زمانہ میں آپ کا نیتا جی سوبھاش بابو سے ربط منضبط ہوا۔ آپ دونوں دیش بندھو داس کی سرپرستی میں اپنے سیاسی مستقبل کو درخشاں بنانے کی فکر میں کوشاں تھے۔

۱۹۳۸ء میں جب ایک طویل نظر بندی کے بعد بخشی جی جیل سے باہر آئے تو نیتا جی کے ساتھ آپکا اور بھی گہرا تعلق ہو گیا۔ اور اس وقت سے لے کر آج تک آپ نیتا جی کے نہایت مخلص اور قابل اعتماد ساتھی اور ہم نوا شمار کئے جاتے ہیں۔ بخشی جی بنگال صوبہ فارورڈ بلاک کے جنرل سکرٹری تھے۔ اور اس جماعت میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ آپ ۱۹۴۰ء میں پریزیڈنسی جیل میں نیتا جی کے ساتھ مقید تھے۔ اسوقت آپ نے دیگر سیاسی کارکنوں کے ساتھ بھوک ہڑتال بھی کی تھی۔ رہائی بھی آپ نیتا جی کے ساتھ ہوئے۔ جب سو بھاش بابو ہندوستان سے غائب ہو گئے تھے تو آپکو حکومت نے پھر جیل بھیج دیا تھا۔ خیال تھا کہ آپ نیتا جی کے جانے کے تمام رازوں سے واقف تھے۔ جیل میں وحشتناک سلوک اور ظالمانہ برتاؤ کی وجہ سے آپ کی صحت نے جواب دے دیا ہے۔ اب کچھ کچھ رو بصحت ہیں۔ آپ کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کے ممبر بھی ہیں۔ اور بنگال کے مشہور و معروف جرنلسٹ بھی اور بنگال کے کئی مشہور اخبارات کے اڈیٹر رہ چکے ہیں۔

مولانا اشرف الدین احمد چودھری

آپ بنگال کے مشہور کانگریسی کارکن ہیں۔ بہت عرصہ سے آپ کانگریس میں کام کرتے ہیں اور کئی مرتبہ بنگال صوبہ کانگریس کمیٹی کے جنرل سکرٹری رہ چکے ہیں۔ جب کانگریس ہائی کمانڈ نے بنگال کانگریس کمیٹی کو توڑ کر اس کی جگہ نامزد صوبہ کانگریس کمیٹی قائم کی۔ تو مولانا صاحب نے اس نامزد کمیٹی سے اپنے تعلقات منقطع کر کے جس کمیٹی کو توڑا گیا تھا۔ اس کے سکرٹری کے طور پر نیتا جی سو بھاش چندر بوس کی رہنمائی میں کام کیا۔

اس عرصہ میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور بعد میں آپکے مکان میں نظر بند کر دیا گیا۔ آپ کانگریس تحریک کے سلسلے میں کئی مرتبہ جیل گئے۔ پچھلی مرتبہ آپ ۱۹۴۲ء میں گرفتار ہوئے اور دسمبر ۱۹۴۵ء میں رہا ہوئے۔ آپ کومیلا ضلع کے مشہور مسلمان خاندان کے زمیندار ہیں۔ اور آپکا اپنے ضلع میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ برطانوی حکومت کا جیل خانہ میں آپکے جذبہ حب الوطنی کو دبانے میں ناکام رہا۔ آپ کو ۱۹۴۳ء میں فارورڈ بلاک کے دیگر رہنماؤں کے ساتھ کیمبر جیل میں رکھا گیا۔ آپ نیتا جی کے خاص قابل اعتماد ساتھیوں میں سے ہیں۔ اور نیتا جی کے دل میں آپ کیلئے خاص محبت اور عزت تھی۔ جیل سے آنیکے بعد آپ فارورڈ بلاک کو دوبارہ منظم اور مضبوط کرنے کے لئے کوشاں رہیا اور آپ آل انڈیا فارورڈ بلاک کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہیں۔ آپکی وسیع النظری اور سیاسی معاملات میں غیر متعصب ذہنیت کی وجہ سے آپ کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

بھوپیش چندر نندی

نندی جی فارورڈ بلاک کے پرانے مشہور کارکن ہیں۔ آپ کا ابتدا ہی سے انقلابی پارٹیوں سے تعلق رہا ہے۔ اور اس سلسلے میں آپ کو طویل سزائیں بھی ملی ہیں۔

کانگریس میں آنے کے بعد آپ کا تعلق نیتا جی سوبھاش چندر بوس سے رہا ہے اور ۱۹۳۹ء میں جب نیتا جی نے فارورڈ بلاک قائم کیا۔ تو آپ کو بنگال میں فارورڈ بلاک کی تنظیم کے لئے مقرر کیا۔ آپ ڈھاکہ ضلع فارورڈ بلاک کے سکریٹری ہوئے۔ تو نیتا جی ڈھاکہ تشریف لائے۔ اور کارکنان سے کہا کہ وہ مسٹر نندی کے زیر اہتمام اپنے آپ کو منظم کریں۔

۱۹۴۰ء میں رام گڑھ میں نیتا جی کے ساتھ نمایاں حصہ لیا۔ ۱۹۴۰ء میں آپ کو بنگال کے دیگر سرکردہ کارکنان کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ آپ ڈی آئی اے کے پہلے شکار ہوئے۔ آپ ڈھاکہ یونیورسٹی کے ایم اے ایل ایل بی ہیں۔ ڈھاکہ میں وکالت کرتے تھے۔ لیکن ۱۹۴۶ء میں رہائی کے بعد سے اپنا وقت سیاسی کاموں میں صرف کرنے لگے۔

آپ نے کئی زبانوں میں سیاسی و اقتصادی و مجلسی معاملات پر کتابیں لکھی ہیں۔

سریش چندر مصر

آپ ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے پٹنہ کالج میں تعلیم پاتے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں عدم تعاون کی تحریک میں کالج چھوڑا۔ انوشیلن بنگال کی مشہور انتہا پسند جماعت کے ممبر بنے۔

بنگال میں کانگریس وزارت قائم ہونے کے زمانے میں آپ نے کسانوں کی تکلیفیں دور کرنے کی مہم شروع کی۔ جس پر کانگریس ہائی کمانڈ آپ کی مخالف ہو گئی اور آپ کو لگان نہ دلوانے کے سلسلے میں جیل بھیج دیا گیا۔

۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سیوا سنگھ میں شامل ہوئے اور ۱۹۳۶ء تک اس کے ممبر رہے۔

۹۔ اگست ۱۹۴۲ء میں گرفتار کر لئے گئے اس کے بعد گاؤں میں پابند کر دئے گئے۔ آپ نے تقریباً اپنی نصف زندگی جیل میں گذاری۔ آپ اپنے صوبہ میں جیل کے پنچھی کے نام سے مشہور ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۱۹۳۶ء سے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر ہیں۔ آپ کا ایک آشرم ہے جہاں سیاسی اور کاشتکاری کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مولانا امداد صابری کی دوسری کتابیں

تاریخ آزاد ہند فوج

سوبھاش بابو نے جاپان میں آزاد ہند فوج کس طرح بنائی، فوج کا مقصد پروگرام، نعرے اور جھنڈا کیا تھا۔ رانی جھانسی بہادر گروپ، کفن پوش فوج، بچوں کی فوج نے کیا کارنامے انجام دئے۔ اور نیتاجی نے ہندوستان میں آزاد ہند حکومت کی سی آئی ڈی کس طرح بھیجی یہ سب آپ تاریخ آزاد ہند فوج میں دیکھئے۔ قیمت تین روپے۔

مقدمہ آزاد ہند فوج

شاہ نواز سہگل اور ڈھلن کے خلاف لال قلعہ میں جو مقدمہ چلا اور سرکاری گواہوں نے جو بیانات دئے اور صفائی کی شہادتیں اور بھولا بھائی ڈیسائی کی معرکۃ الآرا بحث آپ مقدمہ آزاد ہند فوج میں پڑھئے۔ قیمت چار روپے

آزاد ہند فوج کا البم

سوبھاش بابو کی آزاد ہند فوج کے اسی فوٹو اور ان کے ساتھ ان کے حالات زندگی۔ البم کی شکل میں شائع ہو گئے ہیں۔ ان میں سوبھاش بابو کے ہٹلر سے ہاتھ ملانے۔ ٹوجو کے ساتھ جھنڈے کی سلامی کرنے، گاندھی برگیڈ، رانی جھانسی برگیڈ کی سلامی لینے وغیرہ کے نایاب فوٹو ہیں۔ قیمت تین روپے۔

سوبھاش بابو جاپان کس طرح گئے

نیتاجی سوبھاش چندر بوس حکومت ہند کی آنکھوں میں دھول ڈالکر ہندوستان سے کس طرح غائب ہوئے۔ پشاور میں ۶ روز کہاں اور کیونکر رہے اور روسی سفیر سے کس طرح تعلقات قائم کئے اور کابل کی سی آئی ڈی سے مڈبھیڑ ہونے کے باوجود کس طرح بچے یہ آپ کابل کے میزبان اتم چند کی زبانی سنئے قیمت سوا روپیہ

سوبھاش بابو کی تقریریں

جرمنی اور جاپان میں سوبھاش بابو نے آزاد ہند فوج بنانے کے لئے جو معرکۃ الآرا تقریریں کیں جن سے بڑے بڑے فوجی افسران کے دلوں پر جادو کیا ہے وہ لیکچر آپ سوبھاش بابو کی تقریروں میں پڑھئے۔ قیمت دو روپے

تاریخ جرم و سزا

ہر چہار جلد پوراسٹ۔ قیمت ساڑھے بارہ روپے۔

علامہ سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں۔ قیمت دو روپے

ملنے کا پتہ: **منیجر امداد صابری - پبلشر چوڑیوالان - دہلی**